فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

الحمد للہ والمنۃ کہ ایں خزینۂ علوم فقہیہ و ذخیرہ فتاویٰ

یعنے

جلد چہارم

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

کہ مشتمل ست بر

عزیز الفتاویٰ

باز افاضات زین مسند الافتاء والتدریس مفتی اعظم حضرت مولٰنا عزیز الرحمٰن صاحب

قدس سرہ مفتی دار العلوم دیوبند

و

امداد المفتین

از جناب مولٰنا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ سابق مفتی دار العلوم دیوبند

ملنے کے پتے

کتبخانہ رحیمیہ دیوبند و کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یوپی)

فہرست مضامین عزیز الفتاوےٰ جلد چہارم

تمت بالخیر

عزیز الفتاوے

جلد چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان والعقائد

خطاءً اگر کلمہ کفر نکلا تو فیما بینہ وبین اللہ کافر نہیں ہوتا

سوال ۳۴۵- جہل در الفاظ سب عذر است یا نہ۔ انکار امامت صغریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر است یا نہ۔ قصد در الفاظ کفر خصوصاً درست معتبر است یا نہ۔ قول فتاویٰ خیریہ این است کہ اگر کسے بگوید والعیاذ باللہ اگرچہ رسول اللہ بیاید نیز ایں کار نکنم) کفر نیست بلکہ قائل صفت حضور علیہ السلام کردہ ودیگر توجیہات رکیک صاحب خیریہ ظاہر نمودہ کہ از جملہ کتب فقہ وعقائد خلاف است۔ ایا فتویٰ لعدم کفر قائل ایں قول جائز است یا نہ۔ وگاہے محمل صحت ایں قول دارد یا نہ۔؟

الجواب- قال فی رد المحتار بعد ما صرح بہ من انہ اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأً بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لا یکفر فیما بینہ وبین ربہ تعالیٰ الخ ثم ان مقتضی کلامہم ایضاً انہ لا یکفر بشتم دین مسلم ای لا یحکم بکفرہ لامکان التاویل الخ ثم قال بان التاویل ان مرادہ اخلاقہ الردیئۃ ومعاملتہ القبیحۃ لا حقیقۃ دین الاسلام الخ فی الدر المختار واعلم انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغریٰ وفی الدرر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ الخ

پس از عبارت منقولہ ظاہر شد کہ جاہل بالفاظ السب را کافر نباید گفت وقصد در الفاظ کفر معتبر است بلا قصد فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ کافر نمی شود وقول صاحب خیریہ کہ نقل کردہ اند محل تاویل است تکفیر قائل نباید کرد- وآنچہ سائل دربارہ انکار امامت صغریٰ سوال کردہ است مفہومش معلوم نشد کہ چیست اگر مراد این است کہ انکار امام بودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در نماز کفر است یا نے- ظاہر است کہ این جہل است از منکر ودلیل عدم وقوف اوست از علم شریعت پس منکر مذکور جاہل واحمق است تکفیراش نباید کرد- ممکن است کہ بعض از جہال را معلوم نباشد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرمودہ اند یا نے حالانکہ امام بودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از احادیث کثیرہ ثابت است پس انکار ازاں جہل است ولیکن در تکفیرش مبادرت نباید کرد- فقط واللہ تعالیٰ اعلم- کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ-

امام اعظم پر مرجئہ ہونے کی تہمت اور غنیہ کی عبارت کا جواب

سوال ۵۴۴ (۱) زید کہتا ہے کہ بخاری شریف صحیح ہے تو مذہب ابو حنیفہ رح باطل ہے اور مذہب ابو حنیفہ رح صحیح ہے تو احادیث بخاری باطل ہیں-

(۲) امام اعظم کو مرجی بڑے پیر صاحب کا بتلایا ہوا کہتا ہے بجواب اس کے کہ یہ کہا جانا صحیح ہے یا نہیں کہ اول تو غنیہ بڑے پیر صاحب کی تسلیم نہیں اور بالفرض ہو بھی تو یہی کہتے ہیں کہ قطان کہتا ہے اور غنیہ کی صحت میں کلام کا شاہد غنیہ کا یہ جملہ وھو بجہتہ العلو- اور اعتقاد جہتہ باری پر علامہ ابن حجر کی عبارتیں بس ہیں ؟

(۳) طالب علم مذکور نے جب امام کو مرجی اور مولانا اشرف علی صاحب کو ہٹ دھرم بدمذہب کہا تو مدرسہ کے ایک سرپرست نے اسکو تھپڑ مارا کیا- اس سے قصاص لیا جائے گا (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ایک معراج جسمانی ہی ہوئی تھی اور علاوہ اس کے اور چند معراج روحانی بھی ہوئیں ہیں یا نہیں؟

(۵) وقت معراج کے عمر حضرت عائشہ کی کیا تھی- ؟

الجواب (۱) یہ قول زید کا بوجہ قلت درایت سرزد ہوا- اگر اس کو فہم تطبیق بین الاحادیث ہوتی ایسی بات نہ کہتا- اگر امام ابو حنیفہ رح کے اقوال موافق احادیث بخاری شریف ثابت ہو جاویں تو پھر زید کے اس قول کا البطلان خود بخود ہو جاوے گا (۲) شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے نقل کیا ہے ثم اعلم ان القونوی ذکر ان اباحنیفۃ رحمہ اللہ کان یسمی رجیاً لتاخیرہ امر صاحب الکبیرۃ الی مشیۃ اللہ تعالیٰ والارجاء التاخیر وکان یقول انی ارجو صاحب الذنب الکبیرۃ والصغیرۃ واخاف علیہما وانا ارجو لصاحب الذنب الصغیر واخاف علی الذنب الکبیرۃ انتھی وانما ماوقع فی الغنیۃ للشیخ عبد القادر الجیلانی عند ذکر الفرق الغیر الناجیۃ حیث قال ومنھم القدریۃ ذکرہ اصنافاً منھم ثم قال ومنھم الحنیفۃ وھم اصحاب ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت زعم ان الایمان ھو المعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہ وبما جاء من

عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة فهو اعتقاد فاسد وقول كاسد مخالف لاعتقاده في الفقه الاكبر ان قال فاين هذا الارجاء عن ذلك الارجاء ثم قول ابي حنيفة رحمه الله مطابق لنص القرآن وهو قوله تعالى ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء بخلاف المرجية حيث لا يجعلون الذنوب مما عدا الكفر تحت المشية الخ۔

(۳) ایسے بدزبان کو تعزیر اضرب کرنا اور تھپڑ مارنا چاہیے تھا۔

(۴) وخبر المعراج اى بجسد المصطفى صلى الله عليه وسلم يقظة الى السماء ثم الى ما شاء الله تعالى فى المقامات العلى حق فمن رده فهو ضال مبتدع الخ شرح فقه اکبر (۵) والتاويل الصحيح ان المعراج كان بمكة فى اوائل البعثة حين لم تولد عائشة رض الخ شرح فقه اکبر فقط

ما يتعلق بالتفسير والحديث

دفع تعارض مابین انما یتقبل اللہ من المتقین ومن یعمل مثقال ذرۃ الخ | **سوال ۵۴۵**۔ آیۂ کریمہ۔ انما یتقبل اللہ من المتقین اور آیۂ کریمہ فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔؟

الجواب۔ تقویٰ کے ایک معنی یہ ہیں کہ شرک وکفر سے بچنا لبعض مفسرین انما یتقبل اللہ من المتقین کے یہ معنے بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین ہی سے قبول فرماتا ہے پس اس صورت میں جملہ مؤمنین اس میں داخل ہیں اگرچہ وہ گنہگار ہوں۔ اب کچھ تعارض نہ رہا۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ قبول کامل پرہیزگاروں سے ہوتا ہے۔ اور فساق وفجار سے بھی اگرچہ اعمال صالحہ مقبول ہوتے ہیں۔ مگر اس درجہ کے مقبول نہیں جیسے متقیوں سے اس صورت میں بھی کچھ اشکال نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کی تفسیر | **سوال ۵۴۶**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ آیت شریفہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ منسوخ ہے یا نہیں اس آیت کے ظاہر معنے کیا ہیں اور کس علم کی نفی ہے۔؟ **الجواب**۔ اس آیت کے ظاہری معنے میں وہی قول ہے جو قاضی بیضاوی۔ ابو سعود شیخزادہ علی البیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے کہ نفی ہے درایۃ مفصلہ کی چاہے علم متعلق امور دنیا سے ہو یا آخرت سے۔ اس واسطے کہ کوئی لفظ تخصیص کا موجود نہیں ہے بیضاوی میں ہے ما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدارین علی التفصیل شیخزادہ میں ہے اختلف فی ان المراد بها النفی عنه علمه مما یفعل به وبهم من احوال الدنیا ام من احوال الآخرة والمصنف حمله علی ما هو اعم من احوال الدنیا والآخرة لعموم اللفظ وعدم المخصص اور یہ نفی ہے اس علم کی جو بغیر وحی

کے ہو کیونکہ اس آیت کے ساتھ ہے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوحیٰ اِلَیَّ۔ بیضاوی ہی میں ہے وھو جواب عن اقتراحھم الاخبار عما لم یوح الیہ من الغیوب او استعجال المسلمین ان تخلصوا عن اذی المشرکین۔ آیت کا یہ مطلب باعتبار لفظ کے ظاہر اور صریح ہے۔ اور اس صورت میں نسخ کی ضرورت نہیں ہے تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین النیساپوری فرماتے ہیں والاصح عند العلماء انہ لا حاجۃ الی التزام النسخ فان الدرایۃ المفصلۃ غیر حاصلۃ وعلی تقدیر حصولھا فانہ لم ینف الا الدرایۃ عن قبل نفسہ وما نفی الدرایۃ من جھۃ الوحی۔ اور امام رازی، ابن جریر بغوی وغیرہ نے امور دنیا غیر متعلق شان نبوت کی نفی پر محمول کیا ہے اور اس حمل کی وجہ شان نزول کا قصہ ہے ان اقوال کی بناء پر بھی منسوخ نہیں ہے اور بعض نے نفی علم آخرت پر حمل کیا ہے یعنی ما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الاخرۃ۔ اور اس حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس آیۃ کے نزول کے بعد کفار نے اعتراض کیا تھا کہ جب ان کو اپنی نجات کی بھی خبر نہیں ہے تو ہم ان پر ایمان کیوں لائیں۔

محققین تو اس حمل کا انکار کرتے ہیں بلکہ محال کہتے ہیں مگر اس کی دو صورت ہو سکتی ہے علم آخرت کی نفی کی تخصیص بھی اگر مان لی جاوے تو وہ علم اجمالی ہوگا جس کی نفی ہوئی ہے یا تفصیلی۔ علم اجمالی کی نفی کی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مرنے کے بعد میرا تمہارا کیا حال ہوگا اس کا علم اجمالی بھی ہمیں نہیں ہے۔ نعوذ باللہ۔ جو یہ مطلب لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت لیغفر لک اللہ الآیۃ کے نزول کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی مگر یہ صحیح نہیں ہے؛

امام ابن جریر، ابن خزیمہ، حسن بصری وغیرہ نے ناجائز اور محال کہا ہے کہ آیت کا یہ مطلب لیا جائے اور منسوخ کہا جائے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ عرصہ دراز تک باوجود نبی ہونیکے واقعی آپکو اپنی نجات میں شک تھا جو صریح باطل ہے اس کے علاوہ اس آیت کے قبل سورہ بنی اسرائیل جن، مزمل، مدثر، اعراف، مریم وغیرہ نازل ہو چکی تھیں جس میں بڑی بڑی بشارتیں حضور کے متعلق موجود ہیں پھر نجات کے علم حاصل نہ ہونے کے کیا معنے اور علم آخرت تفصیلی مراد ہو تو وہ منسوخ نہیں ہے یہ تمام معانی محکم و ثابت غیر منسوخ ہیں؛

الغرض نسخ کسی صورت سے صحیح نہیں بنتا حالانکہ عموم لفظ سے عدول کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے

حررہ ابو البرکات محمد عبد الرؤف داناپوری

اقول بعد حمد اللہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ ان الراجح ما رجحہ المحققون کالرازی والسیوطی وابن جریر وابو سعود والبغوی والخازن وابن عباس فی تفسیرہ وغیرھم من المفسرین

وابو جعفر النحاس فی الناسخ والمنسوخ وغیرهم من علماء هذا الفن الذین لم یعدّوا هذه الآیة من کونها فی السؤال من المنسوخ کالسیوطی فی الاتقان حتی قال الشاه ولی الله الدهلوی ان المجمع علیه نسخ خمس آیات فقط لیست هذه منها من ان المراد بقوله تعالیٰ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا لا فی الاخرة لما یلزم علی الثانی من عدم علم النبی بعد بعثته بما یصیر الیه بعد الموت وذلک خلل فی ایمان من یعتقد ذلک وعلیه فالراجح عدم النسخ کما صرح به غیر واحد من المحققین واللہ اعلم۔

اما انا الذی اعتقده واتق الله علیه هو ما ذهب الیه القاضی البیضاوی فی تفسیره وهو ان الآیة واردة فی نفی علم رسول اللہ باحوال الدنیا والآخرة تفصیلاً لا اجمالاً حیث قال رضی اللہ عنه ما نصه وما ادری ما یفعل بی ولا بکم) فی الدارین علی التفصیل اذ لا علم لی بالغیب قلت ای علی التفصیل کلیاتها وجزئیاتها اذ ذلک من اختصاصیاته تعالیٰ وحده لا شریک له وذلک لا ینافی ان الله تعالیٰ اطلعه علی کثیر من المغیبات التی لم یطلع علیها احد من خلقه سواه صلی اللہ علیه وسلم هذا ما اعتقده والسلام علی من اتبع الهدیٰ فقط

حرره احمد موسیٰ مصری امام مسجد کلکتہ

جب ایک جماعت مفسرین ومحققین علماء کے نزدیک بلا نسخ کے آیت کا مطلب صحیح بن جاتا ہے تو پھر نسخ کا احتمال غیر ضروری ہے علاوہ ازیں احتمال نسخ سے نسخ نہیں ہو سکتا فقط

عبد الوہاب بہاری مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

القول۔ بالنسخ فی هذه الآیة مما لا یحتاج الیه لان لها محملاً صحیحاً لا یحوجه الی النسخ مع ان النسخ بالاحتمال لا یثبت فالقول بانها محکم صحیح لا سترة فیه۔ عبد الصمد اسلام آبادی

لله در المجیب فقد صرح بالصواب فی الجواب۔ فقط حرره العبد السید محمد امیر علی مدرس مدرسہ عالیہ۔

اجاب من اصاب محمد یحییٰ مدرس مدرسہ عالیہ

قد اصاب من اجاب۔ فقط محمد عبد الشکور مدرس مدرسہ عالیہ۔

هذا الجواب صواب وما احسن ما ذکر النیسابوری من معنی الدرایة ان نفیه من جهته نفسه لا من جهة الوحی والحق ان قرن الصحابة والتابعین لم ینقل منهم ان هذه الآیة منسوخ مع ان الجمل الاخباریة لا مجال النسخ فیه ومن ادعی النسخ فلا حول له عن جهته النقل بل نهایته التاویلات الفاسدة فقط حرره محمد ناظر حسن مدرس مدرسة العالیة۔

یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور نہ اس میں احتمال نسخ ہے۔ لانہ خبر۔ اور جو کسی نے منسوخ کہا ہے وہ مجازاً۔

فقط محمد اسحٰق مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اقول وباللہ التوفیق اختلف فی معنی الآیۃ فاختار بعض المفسرین کصاحب الجلالین ان المراد نفی الدرایۃ ما یفعل بہ وبھم فی الدنیا وھو منقول عن الحسن وقال ابن الجوزی الصحیح فی معنی الآیۃ قول الحسن واختار بعض المفسرین ان المراد نفی الدرایۃ فی الآخرۃ وقدمہ البغوی علی الاول واستدل فی تائیدہ حدیثا فی قصۃ عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم۔ قال البغوی ھو قول انس وقتادہ وحسن وعکرمہ و زاد القرطبی ابن عباس والضحاک ومعنی النسخ علی قول ھؤلاء الاکابر من الصحابۃ والتابعین ان نفی الدرایۃ قبل الاعلام بمغفرۃ الذنوب المتقدمۃ والمتاخرۃ والغرض منہ رد قول الکفار الذین فرحوا بنزول ھذہ الآیۃ وقالوا کیف نتبع نبیا لا یدری ما یفعل بہ ولا بنا فنزل لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک۔ وما تاخر وقالت صحابۃ رض ھنیا لک یا رسول اللہ الخ وتفصیلہ فی معالم التنزیل للبغوی واختار البیضاوی وغیرہ نفی الدرایۃ فی الدارین ولا مدفع منہ ولکن لا ینبغی ان یرد ویعرض عن تفسیر السلف فانھم ھم المتبوعون المعول علیھم فی ھذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب۔ کتبہ عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم فی الدیوبند یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

آیت حاضر ہونے پر استدلال	**سوال ۵۴۷**۔ زید کہتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں

اور انا ارسلناک شاھداً الخ میں شاہد کے یہی معنی ہیں کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں زید کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب۔ یہ قول زید کا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے۔ محض افترا اور جہالت ہے اور آیت انا ارسلناک شاھداً الآیۃ کا مطلب تفسیر جلالین میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اپنی امت کا گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ تم قیامت کے دن ان کی ایمان کی گواہی دو گے الخ عبارت اسکی یہ ہے انا ارسلناک شاھداً علی امتک فی القیامۃ۔ اور تفسیر مدارک میں وجئنا بک علی ھؤلاء شھیداً کی تفسیر میں مذکور ہے ای شاھداً علی من آمن بالایمان وعلی من کفر بالکفر الخ اور اسی کے قریب قریب جملہ تفاسیر میں ہے پس زید کا قول اور استدلال اسکا بالکل باطل ہے فقط کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

آیت الا ان تتقوا منھم تقاۃ کی تفسیر اور روافض کے تقیہ کا جواب	**سوال ۵۴۸**۔ تقیہ کے لغوی اور اصلاحی معنی کیا ہیں (۲) ہم سنیوں کے مذہب میں تقیہ مطلقاً ناجائز ہے یا کسی خاص مقام اور خاص صورت میں جائز

بھی ہے (۳) ہماری کتابوں میں جو اجرار الکلمۃ الکفر علی اللسان مع اطمینان القلب بالایمان کو حالت اکراہ میں جائز

لکھا ہے تو اجرائے مذکور تقیہ ہے یا نہیں ۔؟

الجواب ۔ ع ۱۰۷/ ۳۲۶ صاحب جلالین اس آیت کی تفسیر میں لایتخذ المومنین الکافرین اولیاء الی ان تتقوا منھم تقٰوۃ لکھتے ہیں تقاہ مصدر تقیۃ ای تخافوا مخافۃ فلکم موالاتھم باللسان دون القلب وھذا قبل عزۃ الاسلام ویجری فیمن فی بلد لیس قویا فیھا ۔ صاحب جمل لکھتے ہیں والتقاۃ التقیۃ یقال اتقی تقیۃ وتقاوۃ ۔ تفصیل اس کی تفسیر کبیر وغیرہ میں دیکھنا چاہیے فقط واللہ اعلم ۔

صلو خلف کل بر و فاجر کا کیا مطلب ہے

سوال ۔ ۵۴۹ ۔ حدیث صلو لخلق کل بر و فاجر کا کیا مطلب ہے **الجواب** ۔ اُس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ نماز فاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے لیکن دوسری احادیث اور نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ بھی تحریمی ۔ جیسا کہ شامی میں منقول ہے وہاں مفصل دیکھ لیا جاوے ۔ انہوں نے وجہ کراہت بھی نقل فرمائی ہے فقط

بعض عربی جملوں کے متعلق حدیث ہونے یا نہونیکی تحقیق

سوال ۔ ۵۵۰ ۔ ایک رسالہ میں ذیل کے جملوں کو حدیث لکھا ہے (۱) انما نھیتم عن صوتین احمقین صوت النوحۃ وصوت الغناء ۔؟ (۲) کان ابلیس اول من تغنی واول من ناح (۳) التغنی حرام والتلذذ بھا کفر والجلوس علیھا فسق ومعصیۃ ۔ یہ جملے حدیث ہیں یا نہ ۔؟ **الجواب** ۔ یہ جملے الفاظ مذکورہ کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں نظر نہیں آئے جملے اولے کے متعلق جامع صغیر میں یہ الفاظ حدیث کے منقول ہیں صوتان ملعونان فی الدنیا والاخرۃ مزمار عند نغمۃ ورنۃ عند مصیبۃ ۔ رواہ البزاز اور جملۂ ثالثہ کو صاحب درمختار نے بزازیہ سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے وفی البزازیۃ استماع الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لاشکر انتہی درمختار ۔ اور جملہ ثانیہ کہیں نظر سے نہیں گذرا فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے مجتمع رہنے کی تحقیق بحوالہ حدیث

سوال ۔ ۵۵۱ ۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جز خامس مصری صفحہ ۵۲۸ وفی روایۃ لھماعنہ وانہ وضع عمرؓ علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعوہ ویثنون ویصلون علیہ قبل ان یرفع وانا فیھم فلم یرعنی الا رجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت فاذا ھو علی ابن ابی طالبؓ فترحم عمرؓ الی اٰخر الحدیث ۔

یہی حدیث قسطلانی جزو سادس مناقب عمرؓ مصری ص۹۵ میں ہے کیا حدیث مذکور حنفیوں کے یہاں معتبر ہے یا نہیں اور اس سے جنازہ کو گھیر کر دعا کرنا سنت ثابت ہوتا ہے یا نہیں ۔ اور اس حدیث

سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعا کرنا قبل نماز کے معلوم ہوتا ہے یا بعد نماز کے۔؟ **الجواب** اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کے پاس موجود تھے وہ اُن پر ثناء کر رہے تھے اور اُن کے اوصاف حمیدہ بیان کر رہے تھے۔ جس کی تفصیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں موجود ہے جس کو بخاری و مسلم نے بایں الفاظ روایت فرمایا ہے۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال انی لواقف فی قوم فدعوا اللہ لعمرؓ وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول یرحمک اللہ انی لارجون یجعلک اللہ مع صاحبیک لانی کثیرا ما کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کنت وابوبکر وعمر وفعلت وابوبکر وعمر وانطلقت وابوبکر وعمر ودخلت وابوبکر وعمر وخرجت وابوبکر وعمر فالتفت فاذا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث سے ثناء خیر اور دعاء کی کیفیت معلوم ہو گئی اور حضرت علی رضؓ کی دعاء و ثنا کی کیفیت بھی مفصل واضح ہو گئی جنازے پر عموماً ثنا خیر کا حکم حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب کسی جنازے کو دیکھو تو اُس پر ثناء خیر کرو کہ یہ میت ایسا اور ویسا تھا یعنی اُس کے اوصاف حمیدہ بیان کرو۔ اور مثلاً یہ کہو کہ یہ میت اچھا شخص تھا نمازی پرہیزگار تھا وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماوے۔ تو اس اجتماع بقصد دعاء اور اہتمام دعاء کا بہیئت خاصہ ثابت نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ اتفاقاً کوئی امر پیش آنا دوسری بات ہے اور اُس کا التزام اور اصرار بہیئت خاصہ امر آخر ہے۔ اسی اہتمام اور اصرار اور التزام سے بہت سے امور مباحہ و مستحبہ بدعت ہو جاتے ہیں اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہیے اور نظائر اس کے کتب فقہ میں مذکور ہیں کہ ایک شئی اصل سے مستحب ہوتی ہے مگر التزام و اہتمام و اصرار سے بدعت ہو جاتی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

۵۵۲ ایک سو دس برس کا فتویٰ دربارہ فاتحہ مروجہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔ ماہ ذی الحجہ کی تعطیلوں میں امسال فقیر کو سفر مراد آباد پیش آیا بحالت سفر قصبۂ ٹانڈہ باولی متعلقہ ریاست رام پور میں قیام تھا کہ میرے معزز و مہربان حافظ عبدالرحیم خانصاحب کے والد قلمی و مطبوعہ کتابوں میں اتفاق سے ایک فتویٰ نظر سے گذرا جسکو حافظ صاحب کے والد حافظ میاں باقی محمد خاں صاحب مرحوم مغفور نے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے دوسری کتابوں کے ساتھ مجلد و محفوظ کر دیا تھا۔ آخر میں

حافظ صاحب موصوف اس فتوے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

بماہ صفر ۱۲۹۳ھ جناب مولوی محمود علی صاحب ساکن شہر بریلی و عنایت اللہ خاں صاحب ساکن موضع موہن پور متعلقہ قصبہ بیلی بھیت باہم متفق شدہ بخدمت حضرت مولانا سید محمد حیدر علی صاحب رام پوری تشریف آوردند بمکان مولانا موصوف اقامت ورزیدند و فتویٰ درباره فاتحہ مروجہ پیش کش حضرت والا نمودند الخ

اس تحریر سے اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فتویٰ کے مفتی مولانا مولوی سید محمد حیدر علی صاحب ہیں جو اب سے ایک سو دس سال پیشتر ریاست رام پور کے نامی گرامی اجلا فضلاء محدثین میں سے تھے۔ ورام پور جہاں اب تک علمائے حقانی کا اثر بہت کم اور علمائے سوء اور جہلائے مبتدعین کا بہت زیادہ ہے یہ فتویٰ فارسی میں ہے اور ممکن ہے کسی زمانہ میں چھپ بھی چکا ہے مگر میرے لئے یہ بالکل ایک نئی اور عجیب شے تھی فتوے کی جامعیت کو دیکھکر بے اختیار دل میں آیا کہ اس کا ترجمہ بامحاورہ کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کردوں تاکہ عوام اہل اسلام متنبہ ہو جائیں کہ جو علماء کے اثرات کو یہ کہہ کر زائل کرنا چاہتے ہیں کہ کیا پہلے مولوی نہیں تھے جو رسوم مروجہ کو دور کرتے۔ آج تم لوگ نئی نئی باتیں پیش کرتے ہو۔

وہ واقف اور خبردار ہو جائیں کہ علمائے حقانی ہر زمانے میں رسومات بدعت کی بیخ کنی فرماتے رہے ہیں اور ہر زمانے میں اہل زمانہ تمہاری طرح اُن کو رد کرتے چلے آئے ہیں فقط واللہ الموفق والمعین،

فقیر محمد احمد اللہ عمری منظفر نگری عفی عنہ متعلم دورہ تفسیر و حدیث دارالعلوم دیوبند یکم صفر ۱۳۴۴ھ

(صورت مسئولہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس صورت میں کہ مسلمانوں کے ایک گروہ میں رواج ہے کہ بزرگوں اور مردوں کے نام سے کھانا پکاتے ہیں اور اپنے اعزا و اقارب وغیرہ کو مدعو کرتے ہیں مگر جب تک اُس کھانے پر پکنے کے بعد سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔ نہ خود اُس میں کوئی تصرف کرتے ہیں نہ صاحبانِ ضیافت کو کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور فاتحہ اس طرح دلائی جاتی ہے کہ کھانا پکا کر سب کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور چند اشخاص یا کسی خاص شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اس پر فاتحہ پڑھکر کھانے کا ثواب فلاں کی روح کو بخشدو وہ شخص اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ اور تکبیر (اللہ اکبر) اور درود شریف اُس کھانے پر پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ثواب اُس کا اور اُس کلمۂ کلام کا فلاں کی روح کو بخشدیا۔ شرعاً اس قسم کا عمل سنت ہے یا مستحب یا مباح۔ بینوا و توجروا

الجواب

صورت مرقومہ میں اگر کھانا متوفی بزرگوں کے نام سے بطور نذر کے پکایا جائے تو یہ نذر بذاتہ حرام اور شرک ہے کیونکہ نذر غیر اللہ تبارک و تعالیٰ جائز نہیں ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا وَلَا تَجْعَلُوْا اِنی اداً

الآیہ کی تفسیر میں غیر اللہ کی نذر ماننے والے کو مشرکین میں سے قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ ازاں جملہ کسانیکہ در ذبح ونذرو وقربانیہا یا خدا دیگراں را ہمسری کنند۔ انتہی یعنی وہ لوگ بھی مشرکوں ہی میں شمار ہوں گے جو قربانی اور ذبح اور نذروں کے ماننے میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیتے ہیں؛

اور اگر پکا ہوا کھانا خالصاً لوجہ اللہ کرتے اور دعوت کرکے لوگوں کو کھلاتے ہیں اور اُس کا ثواب متوفیوں اور بزرگوں وغیرہ کو بخشدیتے ہیں تو اس صورت میں اُس کا ثواب اُنھیں بزرگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ مُردے بندوں کے اعمال حسنہ سے جو اُن کے لئے کئے جائیں نفع اٹھاتے ہیں؛

چنانچہ فتاویٰ بزازیہ و درمختار میں مذکور ہے۔ انہ ینفع المیت خلافاً للمالک علیہ المعتزلۃ بناءً علی ان عمل الخیر لا ینفع الغیر وقد عرف فی الکلام وقد شهدت الآثار بالمختار وعلیہ العمل فی الامصار فی کل الاعصار وانہ حُجّۃ۔ یعنی عمل خیر میت کو نفع دیتا ہے اگرچہ مالکیہ اس کے خلاف ہیں۔ اور معتزلہ اُن کی تائید کرتے ہیں اسی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ عمل خیر سواء اپنی ذات کے دوسرے کو نفع نہیں دیتا (دیگران کے خلاف) علمائے علم کلام سے قول پسندیدہ اور آثار صحابہ (مفتی بہ) شاہد ہیں (کہ میت کو عمل خیر من الغیر ضرور نفع دیتا ہے) اسی پر مختلف بلاد وامصار میں ہر زمانے میں عملدرآمد رہا ہے اور یہی ہمارے لئے حجت ہے مگر فاتحہ کی جو رسم ہندوستان کے مسلمانوں میں رائج ہے وہ نہ سنت ہے، نہ مستحب، نہ مباح۔ بلکہ سراسر سنت سیدِ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے بچند وجوہ؛

وجہ اوّل۔ یہ کہ خالصاً لوجہ اللہ کھانا پکا کر مہمانوں کو کھلانا فی نفسہ مسنون ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اس پر معمول رہا ہے اور کھانا کھلانے میں چار باتیں فرض ہیں اور چار سنت جیسا کہ فتاوے تاتارخانی میں ہے اما الاربعۃ التی هی فریضۃ اولها ان لا تاکل الا من الحلال۔ والثانی ان تعلم انہ من اللہ تعالیٰ والثالث ان تکون راضیا والرابع ان لا تعصی اللہ تعالیٰ مادامت قوۃ الطعام منک واما الاربعۃ التی هی سنۃ اولها تسمی اللہ تعالیٰ فی الابتداء والثانی ان تحمد اللہ تعالیٰ فی الانتهاء والثالث ان تصغر مضغاً تاماً والرابع ان لا تنظر الی لقمۃ غیرک والیضا فیہ ومن سنتہ ان یحمد اللہ تعالیٰ اذا فرغ من الطعام ولا ینبغی ان یرفع صوتہ بالحمد الا ان یکون جلساءہ فرغ الاکل؛

یعنی وہ چار باتیں جو کھانا کھلانے کے لئے فرض ہیں اُن میں سے ایک یہ کہ تم سوائے اکل حلال کے مال حرام اور مشتبہ میں سے نہ کھلاوے دوسرے یقین کے ساتھ جان لو کہ توفیق اطعام اللہ کی طرف سے اور تم پر اُسکا احسان ہے تیسرے یہ کہ فراخ حوصلگی اور رضائے قلبی کے ساتھ کھلاؤ۔ چوتھے یہ کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے

تم کو کھانا کھلانے کی قوت اور ہمت دی ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کیجیو۔
اور اُن میں سے چار سنتیں ہیں جو مہمان و میزبان دونوں کے لئے باعث اجر عظیم ہیں اول یہ کہ ابتداء طعام میں بسم اللہ پڑھے دوسرے یہ کہ ختم طعام پر اللہ کا شکر زبان سے ادا کرے یعنی الحمد للہ کہے۔ تیسرے یہ کہ ہر ہر لقمے کو اچھی طرح چبائے (اہل اللہ کا تجربہ ہے کہ جس قدر زیادہ باریک ہو کر لقمہ حلق سے اترے گا اسی قدر اندرونی نورانیت اور اشراقِ قلب پیدا ہوگا نیز یہ کہ خوب چبا کر کھانا حکماء اور صلحاء امت کا طریقہ ہے اور توجل میں آیا پر عمل کرنا بے وقوفوں اور چوپاؤں کا کام ہے فاحفظ مایحلوث ۱۲ مترجم غفرلہ)۔
چوتھے یہ کہ دوسرے لقمے پر نظر نہ ڈالے۔ نیز اُسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ سنت طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کھانے سے فارغ ہو الحمد للہ کہے مگر آہستہ۔ جب تک کہ ابھی دوسرے فارغ نہ ہوئے ہوں جب اہل محفل کھانے سے فراغت کر چکے ہوں اُس وقت باواز بلند الحمد للہ کہنے میں کوئی حرج نہیں،
(فائدہ لائق التفات) (از بندہ مترجم) دعائے مسنونہ ختم طعام پر پڑھنا زیادہ باعث ثواب ہے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ط اللہ کا شکر و احسان ہے کہ اُس نے ہم کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمان (فرمانبردار اپنا) بنایا۔ یا مثل اس کے اور مسنون دعا کتب حدیث میں سے یاد کرے اور اپنے میزبان کے شکریہ میں اُس کے لئے ان الفاظ میں دُعا کرے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ اے اللہ اُن کے واسطے اپنے انعامات میں برکت دے جو تو نے ان کو دئیے ہیں اور اُن کی مغفرت کر اور اُن پر رحم فرما۔۱۲
پس اس بارے میں سنت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ اور ختم طعام پر الحمد للہ پڑھی جائے اور یہی طریقہ زمانۂ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہائے مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور حرمین شریفین کے رہنے والوں میں رائج ہوا بلکہ تمام ملک حجاز میں آج تک اسی طرح جاری ہے اس صورت میں فاتحہ مروجہ مسلمانانِ ہند بے شبہ ناروا اور ناجائز ہے جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔
عن العرباض رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجھہ فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون ووجلت منھا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ ھذہ موعظۃ مودع فاوصنا اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔

یعنی عرباض بن ساریہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور ایسا بلیغ وعظ بیان فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں اُس سے بہنے لگیں اور دل کانپ اٹھے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وعظ تو اُس شخص کا سا وعظ ہے جو اہل وعیال کو سفر جاتے وقت بوقت رخصت سنائے۔ آپ ہم کو اور وصیت فرمائیں (کہ آپ کے بعد ہمارے کام آئے) پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے حاکم کی باتیں سُنو اور مانو اگرچہ وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھے گا اُس وقت تم میرے طریقے اور میری ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو نہ چھوڑنا۔ بلکہ اُس پر مضبوط جمے رہنا اور اُس کو اپنے دانتوں سے مضبوط و مستحکم تھامے رہنا اور نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نئی بات (دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ وایضاً فیہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن رغب عن سنتی فلیس منی وایضاً فیہ عن عمرو ابن عوف رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین لیارز الی الحجاز کما یارز الحیۃ الی حجرھا ولیعقلن من الحجاز معقل الاروتیۃ من راس الجبل ان الدین بدأ غریبا وسیعود کما بدأ فطوبی للغرباء وھم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی،

یعنی اُس مشکوٰۃ میں یہ روایت بھی آئی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس جس نے میری سُنت سے مُنھ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔ نیز یہ کہ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک دین (اسلام) حجاز میں اس طرح مضبوطی سے جم جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں جمٹ جاتا ہے اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ حجاز سے ایسے بندھ جائیں جس طرح پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی سے (پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ کر لیتا ہے) بیشک دین شروع میں اجنبی تھا۔ اور آخر میں بھی اجنبی ہو جاوے گا پس خوشخبری ہو جو غرباء کو اور وہ۔ وہ لوگ ہیں کہ ایسے وقت دین کی اصلاح کریں گے جبکہ میرے بعد میری سنت کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہوگا۔

(فائدہ جلیلہ از مترجم) اس حدیث میں بعض کم علم واعظ غریب اور غرباء کا ترجمہ محاورۂ اُردو کے موافق بے زر غریب اور مفلس کر کے غریب مسلمانوں کو خوش کرتے اور اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں۔ حالانکہ لغت حجاز میں غریب اُس اجنبی مسافر کو کہتے ہیں جسکو پردیس میں کوئی نہ جانتا ہو مقصود یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غرابت اور اجنبیت سے جبکہ اس کا کوئی ہمدرد و مونس نہ تھا وطن میں مسافر و انجان تھا مکہ والے سوائے چند انفاس طیبہ کے سارے دشمن تھے اہل مدینہ کی نصرت و اعانت سے مستحکم ہوا۔ آخر میں بھی کوئی نام و مددگار نہ رہے گا۔

سوائے ایک اجنبی جماعت علماء کے جنکو اہل زمانہ اجنبی سمجھیں گے اور انہیں کے اخلاص و للّہیت پر اسلام قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مٹ چکی ہوگی دوبارہ قائم کریں گے پس اُن اصلاح کنندہ مہدین کو رضاء ولقاء باری تعالیٰ کی بشارت ہو **وجہ دوم** - یہ کہ امر دین میں کوئی نئی بات بعد زمانہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد مبارک صحابہ تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیدا ہو۔ اور مخالف سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ ومجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی جو شئے بھی ظاہر ہوگی مثل فاتحہ مروجہ مسلمانان ہند وغیرہ کے وہ ضرور نہایت مکروہ ہوگی **وجہ سوم** - یہ کہ مالی خیرات کی بہت سی قسمیں ہیں ایک نقدی مثل روپیہ اشرفی وغیرہ تقسیم کرنا۔ یا غلہ کی جنس سے گیہوں، چنا، چاول وغیرہ صدقہ کرنا یا پارچہ جات سوتی مثل سرلیصاف، تن زیب، محمودی وغیرہ اور اونی کپڑے مثل شال، دوشالے شملے وغیرہ ایسے ہی کمبل لحاف، توشک وغیرہ خیرات کرنا اور ان کے علاوہ چوپائے ڈھور ڈنگر، ہاتھی، اونٹ گھوڑے وغیرہ اللہ واسطے دینا اور راہ خدا میں۔ ہتھیاروں ظروف مسی (برتن) وغیرہ ہبہ کرنا اور باغات و حویلی وغیرہ وقف فی سبیل اللہ کرنا۔ تعجب ہے کہ ان سب کو خیرات کرتے وقت کسی ایک پر بھی رسمی فاتحہ نہ پڑھی جائے سوائے پکے ہوئے کھانے کے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ ہندی مسلمانوں نے بہت سی باتیں باہمی میل جول کے اثر سے متاثر ہوکر اپنی ہمسایہ قوم ہندوؤں سے لے لی ہیں۔ اور اُن کو کسی قدر تغیر کے ساتھ اپنے اندر رواج دیدیا۔ اُن میں سے بعض صریح کفر اور شرک محض ہیں۔ جیسے کہ بزرگوں کے مزارات پر سجدہ کرنا اور اُن کے نام کی نذریں مان کر قربانی و ذبیحہ کرنا۔ اور ان بزرگوں سے بذاتہ (بلاواسطہ) التجا کرکے مال اولاد رزق وغیرہ مانگنا۔ ایسے ہی بعض باتیں اُن میں سے حرام محض ہیں، جیسے کنگنا، سہرا، منڈھا، دوگڑہ وغیرہ لغویات شادی بیاہ نکاح وغیرہ میں بجالانا۔ اور دساسول بچھتر معلوم کرکے اُن میں نئے کام نہ کرنا۔

نیز تیتر گیدڑ وغیرہ کی آوازوں سے شگون لینا اور بیواؤں کا نکاح ثانی نہ کرنا بلکہ جبراً ان کو نکاح سے روکنا ایسے ہی بعض اُن میں سے مکروہ ہیں (بکراہت تحریمہ) مثل فاتحہ مروجہ کے؛

اب جاننا چاہیے کہ اہل ہنود جو نیک عمل اپنے گمان میں کرتے ہیں بلا کسی قید کے بجالاتے ہیں سوائے پکے ہوئے کھانے کے جبکہ اُس کا ثواب اپنے مُردوں کو پہنچانا چاہتے ہیں اُس کو اپنی اصلاح میں کناگت کہتے ہیں جبتک کہ زنّار دار (برہمن) کھانا سامنے رکھکر اُس پر اپنی پڑھائی دگاتری کے منتر) پڑھ کر مُردوں کو نہیں پہنچالیتا ہے اُس کھانے میں کچھ بھی تصرف جائز نہیں سمجھتے؛

ہندی مسلمانوں نے اس طرز کو پسند کرکے اپنے موتیٰ (مردوں) کو ثواب پہنچانے کا طریقہ فاتحہ کی صورت میں اپنے یہاں رائج کرلیا مگر چونکہ یہ عمل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مانا جاچکا ہے زمانہ خیر القرون صحابہ و

ـه مولانا کے تعجب کا ازالہ ہم اس ایک شعر سے کرتے ہیں ؎ شریعت میں نہیں کچھ اسکی بنیاد ÷ ہے عبدالسطن ملانوں کی ایجاد ۱۲ مترجم

تابعین وتبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک اور خود حرمین شریفین کے رہنے والوں کے نزدیک بھی جیساکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس لئے کسی صورت میں بھی اشد کراہت سے خالی نہیں جیساکہ مشکوٰۃ شریف میں وارد ہوا ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحدٌ فی الحرام ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرء بغیر حق لیھریق دمہ یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ تر دشمن تین شخص ہیں۔ ایک ناحق کسی شخص کے حرم مکہ کے اندر کجروی کرنے والا یعنی امور محرمہ کا ارتکاب کرنے والا دوسرا اسلام میں رسوم جاہلیت کا رواج دینے والا یعنی کفر کی رسم وراہ طلب کرنے والا تیسرا ناحق کسی شخص کے خون کا طلب کرنے والا وفی بزازیہ مروی عن ابن المبارکؒ رؤی فی المنام قیل لہ ما فعل اللہ بک قال عاتبنی واوقفنی ثلاثین سنۃ لسبب انی نظرت باللطف الی مبتدع فقال لم لا تعادی عدادی فی الدین۔ یعنی فتاویٰ بزازیہ میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کو کسی نے خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہا مجھ پر عتاب ہوا اور تیسؔ سال جواب دہی کے لئے موقف میں ٹھرائے رکھا محض اس قصور پر کہ میں نے ایک بدعتی کو نگاہ لطف سے دیکھا تھا پس مجھ سے کہا گیا کیوں تونے میرے دین کے دشمن سے عداوت نہ رکھی۔ (اعاذنا اللہ منہا)۔

دفع اشکال۔ شاید کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص وتکبیر ودرود کا پڑھنا فی نفسہٖ عبادت ہے اور یہی عبادت فاتحہ میں مروج ہے پس اس صورت میں فاتحہ خوانی کیوں مکروہ ہوتی!

پس جاننا چاہیئے کہ ہر عبادت کے لئے احکام شرعی کے مطابق ایک محل ومقام مخصوص ہے خصوصًا فاتحہ وتکبیر وغیرہ کے لئے۔ اگر یہ عبادت بے محل واقع ہوگی تو اُس کے پڑھنے والے پر ضرور عتاب ہوگا جیساکہ نماز فرائض وغیرہ میں ایک ایک مرتبہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ مشروع ہے اور تشہد میں التحیات۔ اگر کوئی شخص ہر رکعت میں یا کسی ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھے یا التحیات میں الحمد پڑھ دے۔ اگر سہوًا ہو تو سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ ایسے ہی قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا سجدۂ سہو کو مستلزم ہے وعلی ہذا القیاس۔ دیگر اعمال کو بے محل وبے موقع ادا کرنا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلاف سنت پر عمل کرنے کی ممانعت نہایت شدت کے ساتھ فرماتے تھے۔ اگرچہ وہ عمل فی نفسہٖ عبادت ہو چنانچہ فتاویٰ تاتارخانی میں ہے وقد صح انہ قیل لابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان قومًا اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویرفعون اصواتھم فذھب الیھم ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ما عھدنا ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجھم من المسجد۔ یعنی یہ

روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا گیا کہ ایک قوم مسجد میں جمع ہو کر ذکر لا الہ الا اللہ اور درود شریف کا ورد باآواز بلند کیا کرتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ اس مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہم نے زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی ایسا طریقہ مقرر نہیں کیا اور میں تم کو نہیں دیکھتا ہوں مگر یہ کہ تم لوگ بدعتی ہو۔ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا **وجہ چہارم** - یہ کہ ہر عمل خیر پر اس وقت ثواب مترتب ہوتا ہے جبکہ وہ عمل تمام ہو جائے۔ اور عمل خیر کی نیت کرنے سے وہ عمل تمام نہیں ہوتا۔ اور صدقے کا عمل اسوقت تمام ہوگا جبکہ وہ صدقہ مستحقین کو پہنچ جائے اور جب تک کھانا مالک کے قبضہ و تصرف میں ہے اس پر ثواب کا ترتب نہیں ہوتا۔ اس خیالی ثواب کا موتی کو بخشنا محض لغو اور باطل ہے۔

اور نہایت عجیب بات ہے کہ ایسے ثواب کے پہنچانے میں گویا مردوں کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ بغیر ثواب کے مترتب ہوئے اس عمل کا ثواب ان کی طرف عائد کرتے ہیں اور جسوقت مستحقین کو وہ عمل خیر صدقہ وغیرہ پہنچ جاتا ہے اُس وقت خاموشی اختیار کرتے اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس طعام کا ثواب بخشدیا۔ یہ امر محض شیطانی شعبدہ ہے کہ ناحق ان بے چاروں کو غلطی میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے کہ شرع شریف میں ثواب کا بخشنا قبل از حصول محض لغو ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص قرآن شریف پڑھنے سے پہلے کہے کہ میں نے قرآن کا ثواب جس کی میں نیت کر رہا ہوں فلاں میت کو بخشدیا ایسا کلام صریح لغو اور بے فائدہ ہے۔ **وجہ پنجم** - یہ کہ کھانا کھلانے اور قرآن شریف پڑھنے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا حالت تعزیت اور سوگ میں شرعاً مکروہ ہے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم اولقراءة سورة الانعام والاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یکرہ۔ یعنی میت کے مرتے ہی پہلے اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا اور کھلانا مکروہ ہے اور قبر میت پر لے جانا مخصوص موسموں میں (مثل ایام عرس وغیرہ کے) اور لوگوں کو دعوت دینا قرآن شریف پڑھنے کے لئے اور صلحاء و فقراء کو ختم قرآن کے لئے یا سورۂ انعام و سورۂ اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن شریف پڑھوانے کے وقت مجلس اکل و شرب منعقد کرنا ہر حال میں مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ میں یہ تمام صورتیں کراہت کی ظاہرا موجود ہیں۔

وجہ ششم - یہ کہ ہاتھ اٹھانا صرف دعاء کے لئے مشروع ہے جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانی اور السغناقی میں ہے عن محمد ابن حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ قال الدعاء اربعة دعاء رغبة ودعاء تضرع ودعاء خفیة وفی دعاء الرغبة یجعل بطون کفیہ الی السماء وفی دعاء الرھبة یجعل

اظہر کفیہ الیٰ وجہہ وفی دعاء التضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطیٰ والابہام ویشیر بالسبابۃ ودعاء الخفیہ ما یفعلہ المرء فی نفسہ۔ یعنی محمد بن حنیفہؒ سے روایت ہے کہ دعا کی چار قسمیں ہیں۔ ایک دعاء رغبۃ (اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور منا اور آخرت میں اس کے انعام جنت اور دیدار الٰہی کی طلب وخواہش کے اظہار کے لئے دعاء مانگنا)۔

دوسری دعاء رہبۃ (اللہ کے قہر وغضب اور زیغ قلب سے پناہ مانگنے اور آخرت میں اس کی ناراضی اور دوزخ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے دعاء کرنا) تیسری دعا تضرع (نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر دعا مانگنا) چوتھی دعاء خفیہ (دل ہی دل میں یا باآہستگی اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرنا)۔

دعائے رغبۃ میں ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف پھیلائے اور دعائے رہبۃ میں اپنی ہتھیلیوں کی پشت کو اپنے چہرے کے مقابل رکھے جس طرح فریاد کرتے ہوئے رکھتا ہے اور دعائے تضرع میں خنصر وبنصر کو ہتھیلی سے ملا کر بیچ کی انگلی (وسطیٰ) اور ابہام (انگوٹھے) سے حلقہ کرے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کرے۔ اور دعائے خفیۃ (پوشیدہ) بغیر زبان ہلائے دل ہی دل میں کرے۔

پس فاتحہ مروجہ میں کھانے پر ہاتھ اٹھانا ان دعاؤں میں سے کسی ایک دعاء کے لئے بھی نہیں بلکہ یہ تو محض ایک عطا اور بخشش ہے کیونکہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اس طعام وکلام کا ثواب فلانے کی روح کو بخشدیا۔ اور عطاء ودعاء کا بالکل عکس ہے پس اس صورت میں ہاتھ اٹھانا صریح خلاف شرع ہے۔

(ایک خطرہ کا جواب اور شبہ کا ازالہ) اگر کسی کے دل میں یہ خطرہ گذرے کہ سورۂ فاتحہ فی نفسہ دعاء ہے پس فاتحہ مروجہ میں کیوں یہ دعاء سے خارج ہوگئی۔ اسکی توضیح اس طرح ہے کہ سورۂ فاتحہ اس وقت دعاء ہوتی ہے جبکہ دعاء کی نیت سے پڑھی جائے اور رسمی فاتحہ میں تو سرے ہی سے دعاء مد نظر نہیں۔ بلکہ مقصود سورۂ فاتحہ وغیرہ کی قرأت کا ثواب ہے جو کہ ارواح اموات کو بخشا جاتا ہے۔ نیز حالت قرأت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ ورنہ حالتِ نماز میں جو کہ تمام عبادات کا خلاصہ اور جامع ہے قرأت فاتحہ کے وقت ہاتھ اٹھانا مشروع ہوتا۔ اس کے علاوہ یہ قیاس اس وقت درست ہوتا جب کہ فاتحہ دینے والے صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھتے اور مردوں کا نام لیتے وقت ہاتھ چھوڑ دیا کرتے۔ چونکہ رواجاً اول سے آخر تک ہاتھ اٹھائے رکھتے ہیں اس لئے فاتحہ مروجہ اول سے آخر تک حکم واحد میں ہے یعنی تمام مجموعہ دعاء نہیں بلکہ عطاء ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا)۔

پس اس صورت میں سورۂ فاتحہ کو دعاء قرار دینا اور اسکی آڑ لینا بالکل ایسا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا دریا میں تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے جو بے سود ولا حاصل ہے بلکہ اگر کوئی اس رسم کا مؤید یہ کہے کہ میں تو صرف سورۂ فاتحہ کو بطور دعاء

کے ہاتھ اٹھا کر پڑھتا تھا اور اس کے بعد میت کی بخشش و مغفرت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں جو خود دعا ہے اس کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز و روا ہے پھر بھی یہ صورت موافق قاعدہ شرعیہ کے درست نہیں کیونکہ شرعاً کھانے کو دعا کے لئے قبلہ بنانا اور دعا کو حضوریٔ طعام کے ساتھ مشروط کرنا جائز نہیں۔

وجہ ہفتم:۔ یہ کہ اجابت دعا کے لئے احادیث صحیحہ کے مطابق تین قسم کے محل و موارد اور اوقات ثابت ہیں اور فاتحہ مروجہ ان تینوں اقسام سے خارج ہے اول اوقات اجابت۔ مثل شب قدر (شعبان میں ہو یا رمضان میں) اور روز عرفہ اور ماہ رمضان نیز شب جمعہ عہ۔ اور آدھی رات کا وقت اور آخری تہائی رات۔ اور صبح صادق اور جمعہ کے دن ایک ساعت مقبولیت وغیرہ دوسرے احوال اجابت دعا یعنی دعا کن کن حالات میں مقبول ہوتی ہے وہ یہ ہیں ہر اذان نماز کے بعد سے اقامت صلوٰۃ تک اور بعد اذان سننے اور ختم ہونے کے۔ اور جہاد میں صف آرائی کے وقت۔ روزہ افطار کرتے وقت، تلاوت قرآن مجید کے بعد متصل۔ اور جس وقت بارش ہو رہی ہو وغیرہ۔

تیسرے مکانات اجابت۔ یعنی کن کن مکانات کو اجابت دعا کے لئے خصوصیت حاصل ہے منجملہ ان کے اکثر مقامات حرم محترم و مکہ معظمہ مثل طواف زیر میزاب رحمت، خانہ کعبہ کی داخل میں چاہ زمزم پر، صفا مروا کے میدان میں۔ سعی صفا مروہ کی حالت میں، مقام ابراہیمؑ میں، میدان عرفات میں اور مزدلفہ و منیٰ میں، رمی جمرات کرتے ہوئے وغیرہ، پس کھانے کو سامنے رکھکر دعا کرنا اور قبولیت دعا کی آرزو کرنا ان تینوں اقسام سے خارج اور سعی لاحاصل ہے۔

وجہ ہشتم عہ:۔ یہ کہ حکم شرعی یہ ہے کہ جس وقت کھانا سامنے آئے فوراً بلا تاخیر کھانا شروع کر دے اس وقت توقف و تاخیر ناروا و ناجائز ہے یہاں تک کہ اگر روٹی یا چاول مثلاً آگئے ہیں اور ابھی قلیہ یا شوربا وغیرہ نہیں پہنچا تو اس کا بھی انتظار نہ کرے۔ جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے لاینتظر الادام بعد حضور الطعام یعنی کھانا سامنے آنے کے بعد سالن کا انتظار نہ کرے بلکہ کھانا سامنے آنے پر نماز جماعت کو مؤخر کر دینا جائز ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع عشاء احدکم واقیمت الصلوٰۃ فابدؤا بالعشاء ولا یعجل حتی یفرغ منہ وکان ابن عمر یوضع لہ الطعام وتقام الصلوٰۃ فلا یاتیہا حتی یفرغ منہ وانہ یسمع قرأۃ الامام متفق علیہ یعنی حضرت عبداللہ

عہ کھانے پر فاتحہ دلوانے کا رواج عموماً جمعرات کی رات کو ہے یہ اسلئے نہیں کہ شب جمعہ مقبولیت دعا کا محل ہے بلکہ اُن لوگوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ جمعہ کی رات میں دنیا بھر کے مسلمان مردے اپنے اپنے زندہ عزیزوں کے گھر ثواب کے امیدوار ہو کر آتے ہیں چونکہ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں اس لئے یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے رہا مقبولیت دعا کا وقت جمعرات کا دن یا جمعہ کی رات کا ہونا اس کی تو سرے سے نیت ہی نہیں اور الاعمال بالنیات اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے وہ یہاں مفقود ہے لہٰذا یہ بھی باطل ہوا واللہ اعلم ۱۲ بندہ مترجم عفرلہٗ عہ ہم نے اپنے اساتذہ اور اکابر کو دیکھا کہ مجلس دعوت میں جب کھانا اُن کے سامنے رکھا گیا تو ایک لقمہ سے ابتداءً بالطعام کر دیتے تھے کھانے کی اجازت کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ اس کراہت شرعیہ سے بچ جائیں ۱۲ م

بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وقت تم میں سے کسی کے سامنے شام کا کھانا رکھدیا جائے اور عشا کی نماز کی تکبیر اقامت کہدی جائے (عشار اولی ہو یعنی مغرب کی نماز یا عشار آخر) تو تم کھانے کو مقدم رکھو اور باطمینان کھالو جلدی نہ کرو یہاں تک کہ فارغ ہو جاؤ۔ اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب اُن کے سامنے کھانا آجاتا تھا اور جماعت کھڑی ہو جاتی تھی تو وہ بغیر کھانا کھائے جماعت میں شریک نہ ہوتے تھے حالانکہ اُن کے کانوں میں امام کی قرأت کی آواز آتی رہتی تھی اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے ؎

صورتِ مروجہ فاتحہ خوانی میں کھانا سامنے رکھا ہوا ہے فاتحہ دینے والے کا انتظار ہو رہا ہے کھانا ٹھنڈا ہو جائے تو اُن کی بلا سے، خلاف سنت ہو تو ہوا کرے، مالک طعام نہ خود کھاتا کھلاتا ہے نہ دوسروں کو کھانے کی اجازت دیتا ہے خواہ اس میں گھنٹے گذر جائیں یہ تحدید سراسر زیادتی اور خلافِ شریعت و بدعت ہے پس ہر زمانے میں مسلمانوں پر لازم اور فرض ہے کہ عوام الناس کی خلاف شرع رسموں کے پابند ہوں اور امورِ خلافِ شرع پر اصرار نہ کریں (کیونکہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے ۱۲) انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں ہزاروں آدمی رسومات کی پابندی سے وادیٔ ضلالت میں گر کر ہلاک ہو گئے ہیں معاذ اللہ منہا۔ اور جس وقت کسی بات میں اختلاف ہو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں جیسا کہ فرمایا باری تعالیٰ نے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ الآیۃ یعنی اگر کسی شی میں تمہارا باہمی تنازعہ ہو تو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو جو شخص سنت حضرت رسالت کی حبل المتین کو ایسے وقت مضبوط پکڑے گا جبکہ امت میں بدعات کا فساد رونما ہو سو شہیدوں کا ثواب پائے گا جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید۔ رواہ البیھقی فی کتاب الزھد لہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واللہ اعلم بالصواب

سید محمد حیدر علی | شاہ سکندر جلال | شاہ زبردست ۱۳۲۳ | عبد الرحمن ۱۳۲۴ | ابن رحیم اللہ عفو | عبد العلی | محمد غفران | محمد عمران

مہر مولانا مولوی، مہر مولوی، مہر مولوی، مولوی عبد الرحیم ملا آخوندزادہ، مہر مولوی، مہر مولوی، مہر مولوی

(عرض مترجم) اللہ اکبر اس ایک رسم فاتحہ مروجہ میں کس قدر مفاسد شرعیہ ہیں جن کو وجوہات کے ضمن میں بصراحت بیان کیا گیا ہے اس قدر موانع و مفاسد کے ہوتے ہوئے کیا کوئی صاحب عقل سلیم اس کی اباحت کو بھی کم از کم تسلیم کر سکتا ہے حاشا و کلا ہرگز نہیں بلکہ اس بدعت کو بدعت سیئہ کہنا سراسر زیبا اور لائق ہے اور بدعت سیئہ کی توضیح خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرما دی ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ کل بدعۃ ضلالۃ فی النار ہر نئی بات دین میں بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے فاضل مجیب کو اور اُن کے درجاتِ قرب بیش از بیش بلند فرمائے۔ ایک رسم فاتحہ کے ضمن میں متعدد بدعات کا مدلل و مفصل رد فرما دیا جزاہ اللہ

عنا وعن سائر المسلمین ۱۲ احقر محمد احمد اللہ عمری مظفر نگری عفی عنہ

خاتمہ ترجمہ نقل عبارت ناقل فتویٰ ہذا۔

ماہ صفر ۱۳۴۷ھ میں جناب مولوی محمود علی صاحب ساکن شہر بریلی اور عنایت اللہ خاں ساکن موضع سوہن پور متعلقہ قصبہ پیلی بھیت باہم متفق ہوکر خدمت میں حضرت مولانا سید محمد ضیاء علی صاحب رام پوری مرحوم مغفور کے رام پور تشریف لائے اور حضرت مولانا موصوف کے مکان پر قیام کیا اور ایک فتویٰ در بارۂ فاتحہ مروجہ طعام حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا موصوف نے مفصل و مشرح جواب تحریر فرماکر دوسرے علماء مستند کی مہریں کراکے اُن پر سپرد کردیا۔ اُس کی نقل مطابق اصل اس عاصی نے لکھوا کر اپنے پاس محفوظ رکھ لی۔ فقط

اوپر کی تحریر ترجمہ شدہ حافظ باقی محمد خاں صاحب عرف میاں صاحب کی ہے۔ آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرحیم خاں صاحب قصبہ ٹانڈہ بادلی متعلقہ رام پور اسٹیٹ ضلع مرادآباد کی مسجد میاں والی میں جو آپ کے والد کے نام سے مشہور ہے امام اور معلم ہیں حافظ صاحب موصوف نہایت خلیق اور مہمان نواز ہیں قصبہ کا ہر چھوٹا بڑا باپ کی برابر آپ کی عزت کرتا ہے سیکڑوں حافظ آپ کے شاگرد ہیں آپ کے والد میاں صاحب علاقہ صوات بنیر ضلع پشاور کے رہنے والے نسباً شیخ علوی تھے آپ کا سلسلۂ نسب محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے بوجہ ولایتی اور افغانی ہونے کے پٹھان اور افغان مشہور ہوگئے نوعمری میں ترک وطن کرکے ہندوستان تشریف لائے حضرت امیر المؤمنین میر سید احمد صاحب مجدد سیزدہم صدی قدس سرہٗ سے مرید ہوکر اس قصبہ میں اقامت فرمائی چندہی روز میں اس قدر ہردل عزیز ہوئے کہ آپ کی مسجد جس میں آپ امامت کراتے تھے آجتک مسجد میاں والی مشہور ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ؛ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء قصبہ ٹانڈہ مسلمان بنجاروں کی بستی اور مرادآباد کے گوشہ شمال مشرق میں اُس سڑک پر واقع ہے جو کاشی پور ہوتی ہوئی نینی تال چلی گئی۔ کسی زمانے میں کفر و شرک کا ماویٰ و مسکن تھا۔ یہاں کے باشندوں کی زبانی معلوم ہوا کہ کوئی گھر نہ تھا جس میں ہولی دیوالی وغیرہ ہندوانی تیوہار نہ منائے جاتے ہوں صراحتاً بت پرستی نہیں تھی مگر گور پرستی اور پیر پرستی عام تھی اللہ تعالیٰ جزاء خیر اور مدارج عُلیا عطا فرمائے حضرت میاں صاحب موصوف کو کہ آپ کے فیض صحبت اور تبلیغ و ہدایت سے دفعتہً قصبے کی کایا پلٹ گئی وہ بستی جو کفر و شرک کا صنم خانہ بنی ہوئی تھی الحمد للہ آپ کی برکت سے کعبۂ توحید بن گئی مسلمانوں کا کوئی گھر نہیں جو حضرت میاں صاحب کا مداح اور ثناخواں نہ ہو آج آپ کے اور آپ کے خلف صالح حافظ عبدالرحیم صاحب کے باقیات صالحات سے صدہا حافظ اور متعدد عالم قصبہ میں نظر آتے ہیں ایک مدرسہ و یتیم خانہ صرف اہل قصبہ کی امداد سے جاری ہے جس میں تمام ضروری دینی تعلیم قصبہ کے بچوں اور بیرونی لاوارث طلباء کو دیجاتی ہے پردہ کا رواج عام ہے الاماشاء اللہ کوئی بوڑھی بڑی عورت باہر نظر آتی ہے عقائد میں پکے حنفی اور متبع سنت نبوی حضرات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کثرت سے مرید ہیں حالانکہ اس قصبہ کے

اطراف و جوانب میں وہی پرانی لکیر کے فقیر مسلمان بدعتی اس کثرت سے ہیں کہ العظمۃ للہ فی الحقیقت حفت الجنۃ بالمکارہ کا نقشہ یہیں نظر آرہا ہے اللہم زد فزد۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔ ہر جا کہ گلے است آنجا خار است و جائے کہ گنجے است آنجا مار یہاں پر صادق ہو رہا ہے یہ سب اس فتوے کے کاتب و ناقل حافظ باقی محمد خاں صاحب کے اخلاص کا نتیجہ ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط۔

کتاب الطہارۃ

بیوی سے ہم بستری ہوئی صبح کو وہ حائضہ ہو گئی تو غسل جنابت فرض نہیں بعد ختم حیض کے غسل کرے

سوال ۵۵۳۔ ایک شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہو گئی تو اس کی بیوی پر غسل جنابت فرض ہے یا نہ؟

الجواب غسل جنابت اس پر فرض نہیں رہا حیض سے پاک ہو کر غسل کرے فقط

اگر ایک تالاب میں ناپاک پانی موجود ہے اور بارش کی وجہ سے بہت سا پانی جا ملا مگر کچھ حصہ پانی تالاب سے نہ نکلا تو بھی پاک ہے

سوال ۵۵۴۔ ایک تالاب میں ناپاک پانی موجود ہے بارش ہوئی اور پانی ایک اوپر سے آیا اور ناپاک پانی کو جو ایک کنارے تالاب کے تھا نکال کر دوسرے کنارے لے گیا پھر بکثرت پانی سے بھر گیا مگر کچھ حصہ پانی کا تالاب سے باہر نہیں نکلا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب۔ وہ پانی پاک ہو گیا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

شامی کی ایک عبارت کا مطلب

سوال ۵۵۵۔ عبارت شامی مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے بان یدخل من جانب ویخرج من آخر حال دخولہ وان قل الخارج قال ابن الشحنۃ لانہ صار جاریا حقیقۃ بخروج بعضہ وقع الشک فی بقاء النجاسۃ الخ

الجواب۔ یہ عبارت شامی کی درمختار کے اس قول کی شرح میں ہے ثم المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ قولہ بمجرد جریانہ ای بان یدخل من جانب ویخرج من آخر۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ایک طرف سے پانی داخل ہو اور دوسری طرف سے اسی وقت پانی نکلے۔ اگرچہ نکلنے والا قلیل ہو۔ ابن شحنہ فرماتے ہیں کہ وجہ پاک ہونے کی یہ ہے کہ وہ پانی جاری ہو گیا حقیقۃً اور بعض ناپاک پانی کے نکل جانے سے بقاء نجاست میں شک ہو گیا پس شک کے ساتھ نجاست کے بقاء کا حکم نہ کیا جاوے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم عزیز الرحمٰن

جو رطوبت زخم سے باہر نہ ہو اور سائل نہ ہو اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ کپڑے ناپاک ہوتے ہیں

سوال ۵۵۶۔ بواسیر

کی پھنسی بعد مواد نکلنے کے مثل داد کے ہو جاویں اور اندر اُن کے رطوبت ہو مگر سائل نہ ہو البتہ اٹھتے بیٹھتے وقت کپڑے کو لگتی ہو تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جو رطوبت زخم سے باہر نہ تھی اور سائل نہ ہو اُس سے وضو نہیں ٹوٹتا کذا فی کتب الفقہ اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ قاعدہ کلیہ فقہاء لکھتے ہیں ما لیس بحدث لیس بنجس پس جو صورت آپنے تحریر فرمائی ہے اُس میں نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن

زخم کی جو رطوبت خواہ دبنے سے نہ نکلے یا دبانے سے وضو ٹوٹتا ہے | سوال ۵۷۔ زخم ایسے موقع پر ہے کہ نشست و برخاست سے دبتا ہے جو رطوبت دبنے کی وجہ سے نکلے وہ ناقض وضو ہوگی یا نہ۔ قصداً دبانے یا بلا قصد دبنے میں کوئی فرق ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ دبنے یا دبانے سے اگر رطوبت سائلہ نکلے جو کہ موقع زخم سے باہر بہ جاوے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر نکل کر زخم میں رہی تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ الغرض بلا قصد دبجانے یا قصداً دبانا برابر ہے اگر خود دب کر بہنے والی رطوبت باہر نکل آوے جو دبا کر نکالی جاوے اور بھی زخم سے باہر تک بہ جاوے تو وضو ٹوٹ جاوے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

ہاتھ پیروں میں جب زخم ہو تو مسح کی کیفیت اور حکم | سوال ۵۸۔ جب ہاتھ پیر میں زخم ہو اور پانی لگانے سے اندیشہ بڑھنے کا ہو تو کس طریق سے مسح کرے زخم کے آس پاس خشک جگہ تو ضرور رہے گی اگر پھایہ رکھا ہوا ہے تو کیا پھایہ پر مسح کرے اور اگر اُس پانی کے اندر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا آس پاس مسح کر لیوے اور اُس کا کیا طریق ہے اگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو کس طرح مسح کرے اور حاجت غسل میں کیا کرے۔؟

الجواب جبکہ دھونے سے اندیشہ زخم کے بڑھنے کا ہو تو اُس پر مسح درست ہے مسح میں تر ہاتھ پھیرنا ہوتا ہے اُس جگہ پر اوّل تو یہ حکم ہے کہ اگر بلا پٹی پھایہ کے تر ہاتھ پھیرنے میں کچھ اندیشہ نہ ہو تو بلا پٹی پھایہ کے اُس جگہ پر تر ہاتھ پھیرے۔ اگرچہ بعض بعض موقع اُس میں خشک رہ جاوے اور بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہے تو پٹی یا پھایہ پر تر ہاتھ پھیرے آس پاس کی جگہ خشک رہ جانے سے کچھ حرج نہیں۔ ہاتھ سب جگہ پھیرے۔ اگرچہ پانی کہیں لگے اور کہیں نہ لگے جیسا کہ مسح میں ہوتا ہی تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور پٹی اگرچہ موقع زخم سے زیادہ ہو تمام پٹی پر مسح کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور غسل کی ضرورت ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کرے جیسے اوپر مذکور ہوا اور باقی بدن کو دھووے اور پانی بہاوے۔ فقط واللہ اعلم

چشمہ دار کنوئیں میں اگر حیوان گر کر مرجائے تو اُس کی طہارت کا طریقہ

سوال ۵۵۹- ایک چاہ چشمہ دار میں جس میں دو ڈھائی بانس پانی ہوگا ایک بھنگی جس کا بدن اور کپڑے نجس تھے گر کر مرگیا دوسرے روز اُس کو نکالا گیا اب کس قدر پانی نکالنے کے بعد چاہ مذکور پاک ہوگا؟

الجواب- اس صورت میں دو سو ۲۰۰ وجوباً تین سو استحباباً ڈول تک پانی نکالنے سے چاہ پاک ہوگا جزم بہ الکنز والملتقی وھو مروی عن محمد وعلیہ الفتویٰ۔ خلاصہ وتاتارخانیۃ عن النصاب وھو المختار معراج عن العتابیہ وجعلہ فی غایۃ روایۃ عن الامام وھو المختار والاسیر کما فی الاختیار وافاد فی النھر ان المئتین واجبتان والمئۃ الثالثۃ مندوبۃ الخ شامی فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

جس کنوئیں میں جانور مرجائے اور ریزہ ریزہ ہوجائے تو اُسکو اتنے دن چھوڑ دے کہ ہڈی گوشت مٹی گارا بن جائے پھر سارا پانی نکالدے

سوال ۵۶۰- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک کتا چاہ مسجد میں کہ جس میں زیادہ بیس ہاتھ پانی ہے اور کتے کو گرے ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا جس میں جھام لگوائی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوکر نکلیں تو احتمال ہے کہ ضرور اُس میں ہڈیاں کتے کی باقی ہوں گی اور پانی بھی دو ہاتھ کم ہوگیا تھا بالکل تمام پانی نہیں نکل سکتا۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے کس طرح وہ چاہ پاک ہوسکتا ہے پانی اُس کا خوب نکلوادیا جائے اور ہڈی باقی رہ جاوے تو اُسکا کیا حکم ہے؟

الجواب۔ ایسے چاہ کے پاک ہونے کی صورت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ اُس چاہ کو اتنے عرصے تک چھوڑ دیا جاوے کہ اُس کتے کی ہڈیاں وگوشت وپوست گل کر مٹی اور گارا ہوجاوے اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ چھ مہینہ تک اُسکو چھوڑ دیا جاوے اُس کے بعد پانی کل اُس کا نکالدیا جاوے اور کل پانی نکالنا دشوار ہو تو بوجہ چشمہ دار ہونے چاہ کے تو دوسو ڈول سے تین سو تک نکالنے سے چاہ پاک ہوجاوے گا۔ کما فی رد المحتار ینزح کل مائھا بعد اخراجہ اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لایملاء نصف الدلو لطھر الکل تبعا الخ وفی الشامی واشار بقولہ متنجسۃ الی انہ لابد من اخراج عین النجاسۃ کلحم میتۃ الخ قلت فلو تعذر ایضا ففی القھستانی عن الجواھر لو وقع عصفور فیھا فعجزوا عن اخراجہ فما دام فیھا فنجسۃ فیترک مدۃ یعلم انہ استحال وصار حماۃ وقیل مدۃ ستۃ اشھر الخ شامی۔ لیکن جبکہ علۃ طہارۃ استحالہ ہے یعنی مٹی وگارا ہوجانا اُس جانور کا تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جانور کے لئے بقدر چھوٹے بڑے ہونے کے مدت مختلف ہوگی۔

اور یہ صورت بھی طہارت آبِ چاہ ہوسکتی ہے کہ جھام لگا کر اُس کی مٹی نکلوائی جاوے جب بطن غالب ہڈیاں اُسکی نکل جاویں اور گوشت و پوست کا مٹی ہوجانا معلوم ہوجائے تو پانی اُس کا نکلوا دیا جائے پانی پاک ہوجاوے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

بہشتی زیور میں جو لکھا ہے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہیں ہوتی دباغت سے یہ موافق کتب فقہ کی ہے

سوال ۵۶۱- بہشتی زیور میں جو لکھا ہے کہ سانپ اور چوہے اور سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہوجاتی ہیں حالانکہ کتب فقہ میں ہے یطہر الجلد بالدباغت۔ الا الخنزیر والآدمی تو چوہے کی کھال اس بنا پر پاک ہونی چاہیئے وہ صحیح ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ مسئلہ مرقومہ بہشتی زیور صحیح ہے اور عبارت کتب فقہ وکل اھاب اذا دبغ فقد طہر الخ کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ دباغت سے کل کھالیں سوائے انسان و خنزیر کے پاک ہوجاتی ہیں رہا سانپ و چوہے کی کھال کا دباغت سے پاک نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُن میں بسبب صغر کے دباغت ممکن نہیں ہے قال فی الدر المختار وما لا یحتملھا فلا علیہ یطہر جلد حیۃ صغیرۃ وفارۃ الخ پس نہ ہوگی پاک چھوٹے سانپ اور چوہے کی کھال الخ یعنی جبکہ اثر دباغت حقیقی و حکمی بوجہ صغر قبول نہیں کریں تو پاک بھی نہیں ہوتیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

نجس تیل صابون بنانے سے پاک ہوجاتا ہے

سوال ۵۶۲- بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ ناپاک تیل کا اگر صابون بنالیا جاوے تو پاک ہے یہ صحیح ہے یا نہ؟

الجواب۔ یہ مسئلہ درمختار جلد اول ص۲۱۰ مطبوعہ مجتبائی میں بایں عبارت مذکور ہے ویطہر زیت نجس بجعلہ صابونًا الخ اور وجہ اُس کی پاک ہونے کی انقلاب عین ہے شامی میں اسی قول کے تحت میں مذکور ہے وعلیہ یتفرع مالو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابونًا یکون طاہرًا لتبدل الحقیقۃ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اگر کلی کرنے میں منھ سے خون نکلتا ہو تو کلی چھوڑ دینا چاہیئے

سوال ۵۶۳- ایک شخص اگر کلی کرتا ہے تو اُس کے منھ سے خون نکلتا ہے کچھ عرصہ کے بعد بند ہوجاتا ہے تب وہ وضو ختم کرتا ہے چونکہ کلی کرنے سے وضو ٹوٹنے کا اندیشہ ہو اس لئے اگر وہ کلی نہ کرے اور نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ ایسی حالت میں کلی نہ کرنا درست ہے بدون کلی کے نماز صحیح ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیض و نفاس کے بعد جو سفیدی آتی ہے اگر فرج داخل سے ہو تو ناپاک ہے

سوال ۵۶۴- حیض اور نفاس سے فارغ ہوکر جو سفیدی آتی ہے وہ اگر کپڑے کو یا بدن کو لگ جاوے تو بدن و کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔؟

الجواب - رطوبت فرج خارج پاک ہے واما رطوبۃ الفرج الخارج فطاھرۃ اتفاقاً در مختار اور رطوبت فرج داخل ناپاک ہے ومن وراء باطن الفرج فانہ نجس قطعاً در مختار پس اگر وہ سفیدی پانی اندر سے آیا ہے تو وہ ناپاک ہے اگر قدر درہم سے زیادہ ہو، یا کپڑے کو لگ جاوے تو دھونا چاہیے فقط

جو پیپ کہ زخم سے باہر نہ ہو وہ ناپاک نہیں اور نجاست کم از کم درہم اگر کپڑے پر لگ گئی پھر پانی کی وجہ سے پھیل گئی تو مانع صلوٰۃ نہیں

سوال ۵۶۵ - اگر کوئی نجاست مثلاً پیپ لہو وغیرہ کپڑے کو لگ جاوے مگر مقدار درہم سے کم لگے بایں طور کہ ابھی وہ زخم کے منہ سے بہ کر علیحدہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ فوراً پائجامہ کو لگ گئی اور پھر پانی پڑ کر مقدار درہم کی برابر اس سے زائد ہو گئی تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں۔ اور بدن بھی پاک ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جو پیپ زخم سے باہر نہیں بہی وہ ناپاک نہیں ہے اگر کپڑے یا بدن کو لگ جاوے اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہو کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا وہ اگر پانی پڑ کر زیادہ بھی ہو جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے جیسا کہ در مختار میں ہے وعلی ما لیس بحدث لیس بنجس الخ اور نجاست اگر درہم سے کم بدن یا کپڑے کو لگی اور پانی لگ کر زیادہ ہو جاوے تو وہ مانع عن الصلوٰۃ نہیں ہے کما فی الشامی وان کثر باصابۃ الماء الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

کنوئیں میں نجس چیز اگر واقع ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ کب پڑی ہے اُسکا حکم

سوال ۵۶۶ - ماتت فارۃ فی البئر ثم عجن من ھذا الماء او من ماء الذی نزح قبیل ھذا العلم ھل یوکل ھذا العجین ام لا۔؟

الجواب - قال فی الدر المختار وقال من وقت العلم فلا یلزمھم شیء قبلہ وفی رد المحتار قولہ فلا یلزمھم - ای اصحاب البئر شیء من اعادۃ الصلوٰۃ او غسل ما اصابہ ماءھا کما صرح بہ الزیلعی وفیہ قال فی فتاوی الفتاوی وقولھما ھو المختار۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قول صاحبین رح کے موافق جو کہ مختار و مفتی بہ ہے حکم اس عجین کا جو قبل از علم وقوع نجاست اُس پانی سے گوندھا گیا طہارت و حلت اکل ہے فقط

مستعمل جوتا کنوئیں سے نکلنا چاہیے اور اُس کا حکم

سوال ۵۶۷ - اگر جوتہ کنوئیں میں گر جاوے تو اُس کا نکالنا کنوئیں سے ضروری ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ مستعمل جوتہ کا کنوئیں سے نکالنا چاہیے پھر اگر اُس پر پلیدی معلوم ہو تو پانی کنوئیں کا نجس ہے کنوئیں سے حسب قاعدہ پانی نکالنا چاہیے اور اگر پلیدی معلوم نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہے۔ فقط

زمین نجس پر جب پانی ڈالدیا جائے اور جاری ہو جائے قدر ذراع کے تو زمین پاک ہو جاتی ہے

سوال ۵۶۸ - نجس زمین پر اگر پاک پانی زیادہ بہا دیا جاوے تو زمین پاک ہو جاوے گی یا نہیں۔؟

الجواب۔ زمین پاک ہوگئی اور پانی بھی پاک ہے کما فی الشامی عن الذخیرۃ اذا صب علیہا الماء فجری قدر ذراع طھرت الارض والماء طاھر بمنزلۃ الماء الجاری فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو کپڑا بارش میں پھیلا ہوا اور بہت پانی اُس پر پڑ جلئے تو بغیر نچوڑے کے پاک ہوگیا

سوال ۵۶۹- جو کپڑا نجس ہی اگر وہ تمام برسات صحن میں دیوار پر پڑا رہا اور کبھی نچوڑا نہیں گیا۔ یا ناپاک کپڑے پر اس قدر پانی ڈالا گیا کہ ازالہ نجاست ہو گیا مگر کپڑا نچوڑا نہیں گیا تو ان صورتوں میں کپڑا پاک ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ وہ کپڑا پاک ہوگیا کما فی الدر المختار اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طھر مطلقاً بلاشرط عصر و تجفیف و تکرار غمس ھو المختار فقط واللہ اعلم

آنکھ دُکھنے میں جو آنسو نکل آتے ہیں فتح القدیر کی تحقیق کی بناء پر جب تک پیپ ہوتا اُسکا ظاہر نہو ناقض وضو نہیں اگرچہ درمختار میں مطلقاً ناقض قرار دیا ہی

سوال ۵۷۰- آنکھ دُکھنے میں جو آنسو نکل آتے ہیں وہ پاک ہیں یا نہیں۔؟

الجواب۔ درمختار میں لکھا ہے کہ وہ آنسو یا پانی وغیرہ جو دُکھتی آنکھ سے نکلے ناقض وضو ہے تو اس سے نجس ہوتا ہے مگر صاحب فتح القدیر کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہی کہ جب تک پیپ ہونا اُس کا ظاہر نہ ہونا قض وضو نہیں کما قال الفقہاء ما لیس بحدث لیس بنجس فقط

گندک کو اگر پیشاب میں پکایا جاوے پاک نہیں ہوتا۔ کما فی الشامی

سوال ۵۷۱- اگر گندک کو پیشاب میں پکائی جاوے اور اسکو اتنا پکاوے کہ پیشاب باقی نہ رہے تو وہ گندک پاک ہوجاوے گی یا نہیں ؟

الجواب۔ وہ گندک کبھی پاک نہ ہوگی کما فی الشامی والخانیۃ اذا صب الطباخ فی القدر مکان الخل خمراً غلطاً فالکل نجس لا یطھر ابداً وما روی عن ابی یوسف انہ یغلی ثلاثاً لا یوخذ بہ وکذا الحنطۃ اذا طبخت فی الخمر لا تطھر ابداً الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

سانپ کا تیل نجس غلیظ ہے

سوال ۵۷۲- سانپ کا تیل پاک ہے یا ناپاک۔؟

الجواب۔ سانپ کا تیل نجس ہوتا ہی اگر بدن پر مقدار درہم جگہ سے زیادہ پر لگایا جاوے تو بدون دھوئے سے پاک نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اعضاء وضو کو رومال سے پوچھنا درست ہے

سوال ۵۷۳- وضو کرکے رومال سے بدن پوچھنا درست ہے یا نہیں اور بعض سے ہے کہ جب ریش کا پانی زمین پر گرتا ہے تو فرشتوں کو اٹھانے میں تکلیف ہوتی ہی یہ کہاں تک صحیح ہے ؟

الجواب۔ اعضاء وضو کو رومال سے پوچھنا مستحب اور آداب میں سے ہے درمختار میں ہے ومن الاداب تعاہد موقیہ وکعبیہ الخ والتمسح بمندیل الخ اور شامی نے اس میں زیادہ تفصیل کی ہے

خلاصہ یہ ہے کہ رومال سے پوچھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور منھ کا پوچھنا بھی درست ہے اور ریش کا بھی اور اگر نہ پوچھا جاوے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے اور یہ قول کہ ریش کا پانی گرنے سے فرشتوں کو اس کے اٹھانے کی تکلیف ہوتی ہے بے اصل ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

کتاب الصلوٰۃ

اگر کوئی شخص پہلے سلام ختم ہوتے ہوئے دوسرے سلام کے ختم ہونے سے پہلے جماعت کے شریک ہوا جماعت کا ثواب نہیں ملتا

سوال ۵۷۴ ۔ اگر کوئی شخص جماعت میں دوسرے سلام کے ختم ہونے سے پہلے اور پہلے سلام کے بعد شریک ہو جاوے تو اس کو جماعت کا ثواب ہو گا یا نہیں۔؟

الجواب۔ وہ شخص جماعت میں شریک نہیں ہوا اور جماعت کا ثواب اس کو نہیں ملا در مختار میں ہے و تنقضی قدوۃ بالاول الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

داڑھی کے متعلق شرعی فتویٰ

سوال ۵۷۵۔ زید عالم شریف النسب ہے مگر داڑھی قصر کراتا ہے تو زید کی امامت درست ہے یا نہ۔؟ اور داڑھی کس قدر رکھنی چاہیے۔

الجواب۔ وعن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی متفق علیہ۔ اس حدیث سے داڑھی کا چھوڑنا اور زیادہ کرنا اور مونچھوں کا کتروانا اور کم کرانا ثابت ہوا اور داڑھی کا منڈوانا اور کتروانا جبکہ داڑھی قبضہ سے زیادہ نہ ہو حرام ہے پس اگر زید مرتکب فعل حرام کا ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کو کترواتا یا منڈواتا ہے تو وہ فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے زید میں اگر سب باتیں موافق شرع کے ہیں لیکن ایک بات میں وہ خلاف اور فعل حرام کا مرتکب ہے تو وہ فاسق ہے اس کو چاہیے کہ اس فعل حرام سے جلد توبہ کرے اور داڑھی نہ منڈاوے اور نہ کتروائے البتہ اگر قبضہ سے زیادہ ہو تو زیادہ کا کتروانا فقہاء نے جائز لکھا ہے فقط

درمیان سنت و فرض کلام دنیاوی ثواب کم کرتا ہے

سوال ۵۷۶۔ ھل الکلام الدنیوی بین السنۃ التی قبل الظھر والتی قبل الفجر وبین فرضیھما مفسد للسنۃ ام موجب لانحطاط ثواب السنۃ ام وایضاً الاکل والشرب۔؟

الجواب۔ موجب لنقص الثواب لا مفسد لھا قال فی الدر المختار ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

وتر کے متعلق ایک فتویٰ | **سوال ۵۷۷** - زید نے عشا کی نماز ترسے نہیں پڑھی اب وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ زید کا قول ہے کہ شامی میں لکھا ہے کہ وہ شخص وتر کو جماعت سے نہ پڑھے۔؟

الجواب۔ صورت مسئولہ میں شامی میں بیشک ایسا ہی نقل فرمایا ہے جیسا کہ مجیب اول زید نے نقل فرمایا لیکن طحطاوی نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جس نے عشا کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے حیث قال قولہ فلیراجع تقیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ لقولھم لانھا تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ الصورۃ لانہ لیس تبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ حلبی طحطاوی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

ترجیع اذان میں کیسا ہے | **سوال ۵۷۸** - اذان ترجیع کے ساتھ کہنا افضل ہے یا بلا ترجیع۔؟

الجواب۔ عند الحنفیہ اذان میں ترجیع نہیں ہے بلکہ درمختار میں فرمایا ہے کہ ترجیع مکروہ ہے ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی۔ شامی نے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی مراد ہے اور یہ بھی شامی میں ہے لاتفاق الروایات علی ان بلالاً لم یکن یرجع وما قیل انہ رجع لم یصح ولانہ لیس فی اذان الملک النازل من السماء بجمیع طرقہ الخ وما روی من الترجیع فی اذان ابی محذورۃ لما رعنہ ما رواہ الطبرانی الخ فقط

فرض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل مکروہ ہے | **سوال ۵۷۹** - فرض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پڑھنا ثابت ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ فرض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل مکروہ ہیں کیونکہ اس میں تاخیر فرض مغرب لازم آتی ہے شامی میں ہے ولما روی محمد عن ابی حنیفۃ عن حماد انہ سئل ابراھیم النخعی من الصلوۃ قبل المغرب قال فنھی عنھا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر لم یکونوا یصلونھا الخ ثم اجاب عما ورد من فعل بعض الصحابۃ ومن امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلاتھما لانہ اذا اتفق الناس علی ترک العمل بالحدیث المرفوع لایجوز العمل بہ لانہ دلیل ضعفہ الخ شامی فقط

اقتداء حنفی کا شافعی کے پیچھے درست ہے اہل حرمین کا اس پر عمل ہے | **سوال ۵۸۰** - شافعی المذہب کی اقتدار امام حنفی المذہب کے پیچھے درست ہے یا نہ۔؟ ایک شخص اقتدار شافعی المذہب کی امام حنفی کے پیچھے ناجائز بتلا کر عدم جواز پر عبارت ذیل کا حوالہ درج کر کے ایک خط بذریعہ رجسٹری بھیج دیا ہے جس سے آپس میں تفرقہ پڑ گیا ہے وہ عبارت یہ ہے قال شیخنا ابن حجر الھیثمی تبعاً لشیخہ الذکری الانصاری ولو عند الکان الامام لا یعتقد وجوب بعض الارکان او الشروط وان اتی بھا لانہ یقصد بھا لتقلیدہ وھو یبطل عندنا کما فی فتح المعین الخ۔

الجواب۔ مذہب حنفیہ میں اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اقتداء حنفی بامام شافعی المذہب جائز ہے اور معتبرین الشافعیہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اقتداء شافعی بامام حنفی درست ہے اور جس قسم کی روایات اس شخص منکر نے لکھکر بھیجی ہے اس قسم کی روایات مذہب حنفیہ میں بھی ہیں مگر وہ معتبر نہیں ہیں اسی قبیل سے یہ روایات معلوم ہوتی ہے کیونکہ علماء حرمین کا عمل اس کے خلاف ہے وہاں برابر شوافع حنفیہ کا اور حنفیہ شوافع کا اقتداء بلا انکار کرتے ہیں باقی روایات ہر قسم کی ہوتی ہیں مگر اعتبار محققین کے قول کا ہے۔

پس ایسی روایات سے کچھ تردد جواز اقتداء شافعی بامام حنفی نہ ہونا چاہیئے پوری تفصیل کتب مذہب شافعیہ کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں جو زیادہ یہاں موجود بھی نہیں ہیں اور دیکھنے کی فرصت بھی نہیں ہے فقط

والله سبحانہ وتعالی اعلم کتبہ بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

بچوں کا صف میں کھڑا ہونا

سوال ۵۸۱۔ بے ریش لڑکوں کا صف میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔؟

الجواب۔ نابالغ لڑکوں کو مردوں سے پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے لیکن اگر ایک لڑکا ہو تو اس کو مردوں کی برابر صف میں کھڑا ہونا درست ہے درمختار میں ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددھم فلو واحداً ادخل الصف و ھکذا فی الشامی۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

سجدہ تلاوت کے متعلق

سوال ۵۸۲۔ تاخیر سجدہ تلاوت جائز است یا نہ۔؟

الجواب۔ اقول وباللہ التوفیق قال فی الدر المختار وھی علی التراخی علی المختار وفی الشامی قولہ یجب ای موسعاً الخ شامی فثبت ان الصحیح فی السجدۃ التلاوۃ ھو الوجوب علی التراخی وان کان الافضل ھو الاداء علی الفور کذا فی الدر المختار وکرہ تاخیرھا تنزیھاً فقط واللہ اعلم۔

نماز میں سونے کا مسئلہ

سوال ۵۸۳۔ نماز میں کوئی شخص اس طرح سو گیا جو مفسد صلوۃ نہیں اور اس اثنا میں بقدر سہ تسبیح ادائے فرض میں تاخیر ہو گئی تو سجدہ سہو لازم ہو گا یا نہیں۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار فان اتی بھا ای باحدھا بان نام او رکع او سجد او تعد الاخیر نائماً لا یعتد بما اتی بہ بل یعیدہ وھل یسجد لتاخیر الرکن الظاہر نعم۔ عبارت شامی مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو لازم ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

نماز قصر کا حکم

سوال ۵۸۴۔ اگر پیمائش کرتے ہوئے آس پاس کے گاؤں میں پھرنا ہو اور جائے قیام سب جگہ تین منزل سے کم ہے اور پیمائش کرتے ہوئے کبھی اس گاؤں سے اس گاؤں میں اور اس سے تیسرے اور چوتھے میں تو اس طرح فاصلہ بہت سے گاؤں کا تین منزل سے بہت زیادہ ہو جاوے گا۔ یا کچھ

معلوم نہ ہو تو نماز کے قصر کا کیا حکم ہے۔؟

الجواب- اس طرح پیمائش میں پھرنے سے جب کہ اول ارادہ تین منزل کے سفر کا نہیں ہے یا معلوم نہیں ہے اگرچہ پھرتے پھرتے زیادہ ہوجاوے نماز کے قصر کا حکم نہیں ہے نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ فقط

امام نے بجائے لحافظون کے لنافظون پڑھا نماز ہوگئی

سوال ۵۸۵- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام نے نماز کی پہلی رکعت میں بقدار دس آیات کے بعد سہواً بجائے لحافظون کے لنافظون پڑھا ہے اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔؟

الجواب- نماز ہوگئی فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا طریقہ

سوال ۵۸۶- ایک مسجد کا در اور ستون ایسا ہے کہ امام اگر ان دونوں جگہوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھاوے تو مقتدی بخوبی امام کو دیکھ سکتے ہیں تو ایسی دونوں جگہوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے آیا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی۔؟

الجواب- قال فی الشامی والاصح ماروی عن ابی حنیفة انه قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین الخ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو در یا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا کہ قدم بھی باہر نہ ہوں مکروہ ہے اور مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

وطن اصلی میں اگرچہ نیت دو دن کی ہو مگر پوری نماز ادا کریگا اور وطن اقامت میں پندرہ دن کی نیت اقامت کرنیسے

سوال ۵۸۷- ایک شخص نے کسی وجہ سے اپنے اہل وعیال الف شہر سے ب شہر کو بھیجدیا اور وہ الف شہر کے گرد و نواح میں مسافت طے کرکے وقت گذارتا ہے اگر وہ شخص الف شہر میں آئے جہاں اس کا کرایہ کا مکان مقفل ہے تو وہاں وہ مقیم کہلایا جائے گا۔ یا مسافر۔؟

دوسرے جب وہ شخص ب شہر میں جائے جہاں اس کے کل عزیز و اقارب ہیں مگر وہاں اس کا قیام دس روز سے بھی کم ہے اور اسے الف شہر کو واپس آتا ہے جہاں وہ مستقل طور پر قیام پذیر ہے تو ایسی صورت میں وہ ب شہر میں مقیم سمجھا جائے گا یا مسافر اسکو ہر طرح کا آرام ب شہر میں ہے اور الف شہر میں اس کے اہل وعیال عارضی طور پر چلے گئے ہیں۔؟

الجواب- معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وطن اصلی ب شہر ہے جہاں اس کے کل عزیز و اقارب ہیں۔ پس اگر اس کا وطن اصلی ب شہر ہے تو وہاں پہنچتے ہی فوراً نماز پوری پڑھنی چاہیئے اور الف شہر میں اگر وہ بوجہ ملازمت رہتا ہے تو وہ وطن اقامت ہے اگر وہاں پندرہ دن یا زیادہ کے قیام کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر کرے۔ حاصل یہ ہے کہ وطن اصلی میں نماز پوری پڑھنی چاہیئے اگرچہ ایک دو روز کو

وہاں آوے۔ اور وطن اقامت میں اگر پندرہ دن کی نیت قیام کی ہو تو پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ ورنہ قصر کرے اور وطن اصلی وہ ہے جہاں اُسکی پیدائش ہے اور والدین رہتے ہیں اور نکاح ہوا ہے غرض جس جگہ کا وہ اصلی رہنے والا ہے وہ وطن اصلی ہے جب تک اُس کو چھوڑ کر دوسرا وطن نہ بنا لیوے وہی وطن اصلی رہے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

ختم فی التراویح کے متعلق چند احکام

سوال ۵۸۸۔ بعض حافظ پانچ سات روز میں ایک مسجد میں قرآن شریف تراویح میں پورا ختم کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم تراویح میں سُناتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ اور دوسری مسجد والوں کی تراویح درست ہوتی ہیں یا نہیں۔ حافظ لوگ اور بعض عالم اس کو جائز بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حافظ کو ایک ختم سنت ہے دوسرا ختم نفل ہے اور مقتدیوں کے واسطے ختم سنت ہے تو سنت والوں کی نماز نفل والے کے پیچھے کیسے ہوگی اس کی تحقیق فرماویں۔؟

الجواب۔ ایک مسجد میں پانچ سات روز میں قرآن شریف ختم کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں کو کرنا درست ہے اور دوسری مسجد والوں کی تراویح صحیح ہیں کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت موکدہ ہے۔ پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت موکدہ ہوگی اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت موکدہ ہوئی۔ لہٰذا دونوں کی نماز متحد ہوئی علاوہ بریں نفل پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں اور یہ شبہ کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے ساقط ہے کیونکہ اصل نماز امام کی سنت موکدہ ہے ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت نہ ہونے سے خارج نہیں ہوئی اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا۔ لیکن افضل اور بہتر اس زمانے میں یہ ہے کہ امام حافظ ایک ختم سے زیادہ تراویح میں نہ پڑھے۔ تاکہ مقتدیوں کو گراں نہ ہو کما فی الدر المختار لکن الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم و فی الشامی و منھم من استحب الختم فی لیلۃ السابع والعشرین رجاء ان ینالوا لیلۃ القدر الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

مسبوق کے پیچھے اقتدا صحیح نہیں

سوال ۵۸۹۔ ایک شخص نماز جماعت میں تیسری یا چوتھی رکعت میں شامل ہوا نماز ختم ہونے کے بعد یہ شخص مثلاً زید اپنی نماز پوری کر رہا تھا کہ عمر نے زید کو جو چوتھی رکعت میں شامل جماعت ہوا تھا۔ اپنا امام کر لیا اور اُس نے بعد پورا کرنے اپنی نماز کے سلام پھیر دیا تو یہ جماعت درست ہوگی یا نہیں۔؟ **الجواب**۔ جو شخص تیسری یا چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا اور اقتدا امام کا کیا وہ مسبوق کہلاتا ہے جس وقت وہ اپنی باقی ماندہ نماز کو پوری کرنے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدار کرنا

درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے لایجوز الاقتداء بہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

احتیاط الظہر کے متعلق | **سوال ۵۹۰**۔ میں احتیاط الظہر نہیں پڑھتا نہ پڑھنے میں کچھ خرابی تو نہیں۔؟

الجواب۔ امصار و قری کبیرہ میں یعنی جس جگہ نماز جمعہ عند الحنفیہ واجب ہے اور ادا ہو جاتی ہے وہاں احتیاط الظہر ترک کر دینا چاہیئے یہی احتیاط ہے اور درمختار میں صاحب بحر کا فتویٰ اسی پر نقل فرمایا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

مسبوق مقتدی کی نماز پوری کرنے کی ترکیب | **سوال ۵۹۱**۔ اخیر قعدہ میں امام کے سلام کے ساتھ ہی مقتدی سلام پھیریں یا مقتدی اپنی باقی ماندہ درود دعا پوری کر کے سلام پھیریں۔؟

الجواب۔ ساتھ ہی سلام پھیریں البتہ اگر کسی مقتدی کا تشہد یعنی التحیات کچھ باقی رہ جاوے تو اس کو پوری کر کے سلام پھیرے شامی میں ہے والحاصل ان متابعۃ الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تاخیر واجبۃ فان عارضہا واجب لاینبغی ان یفوتہ بل یاتی بہ ثم یتابعہ کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشہد فانہ یتمہ ثم یقوم الخ بخلاف ما اذا عارضہا سنۃ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنگل میں نماز پڑھنے کا فضیلت کا بیان | **سوال ۵۹۲**۔ جنگل میں نماز پڑھنے کی جو بڑی فضیلت آئی ہے۔ تو تنہا کی ہے یا جماعت سے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگل میں نماز بہت دشوار ہے۔؟

الجواب۔ جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسجدوں سے زیادہ اس میں فضیلت ہے حدیث شریف سے مساجد کا خیر البقاع ہونا ثابت ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں ہو اور وقت نماز کا آگیا تو وہیں نماز پڑھ لے۔ اگر چند آدمی ہیں جماعت کریں اگر ایک ہے تنہا پڑھے۔ ہر طرح فضیلت حاصل ہے شامی میں ہے وروی فی الخبر ان من صلی علی ہیئۃ الجماعۃ ای باذان واقامۃ ولو کان منفرداً صلت بصلوٰۃ صفوف الملائکۃ الخ۔

امرد کے پیچھے نماز کروہ تنزیہی ہے | **سوال ۵۹۳**۔ ایک نوعمر بے داڑھی مونچھ کا لڑکا ایک مسجد کی امامت پر مقرر کیا جاتا ہے وہ حالت قیام نماز میں بیاکا نہ آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور اکثر اپنی مصنوعی تجوید میں آکر آ اللہ اکبر (نعوذ باللہ منہا) کہتا ہے جماعت کے اکثر ناواقف مسلمان اس کی امامت کو جائز سمجھ کر اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور جو شخص بوجہ مذکورہ اس کی اقتداء کو مکروہ جان کر انکار کرتا ہے اور اپنے گھر میں یا مسجد میں بعد نماز جماعت علیحدہ نماز پڑھنے کو ترجیح دیتا ہے اس کو جماعت کا گنہگار سمجھ کر ترک تکلم وغیرہ کرتے ہیں۔ امام مذکور کی امامت، مقتدیین کا یہ فعل۔ اور منکر کا انکار جائز ہیں یا کیا؟ اقتداء کرنے والے حق پر ہیں یا وہ لوگ جو اقتداء نہیں کرتے۔؟

الجواب ۔ در مختار میں ہے وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ الخ اور شامی میں ہے الظاہر انہا تنزیہیۃ الخ۔ حاصل یہ ہے کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے نماز ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی غلطی مفسد صلوٰۃ اُس سے سرزد ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

جو لوگ امرد مذکور کے پیچھے نماز جائز سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ حق پر ہیں نماز اُس کے پیچھے صحیح ہے، البتہ اللہ کی ہمزہ اولیٰ کو مد کرنا مفسد صلوٰۃ ہے ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اس مد کو وہ چھوڑ دے اور اللہ اکبر وہ صحیح طریق سے پڑھے یعنی بالحذف تو نماز صحیح ہے پس اگر یہ نسبت مد کرنیکی اُس امام کی طرف صحیح ہے تب تو تارکین نماز خلف امام مذکور حق پر ہیں اور نیز طعن نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اُس امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے حق پر ہیں امام کے امرد ہونے کی وجہ سے ترک جماعت درست نہیں ہے فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

وتر با جماعت پڑھنے کا حکم | **سوال ۵۹۴** ۔ اگر نماز تہجد بعد نماز فرض عشاء مابین سنت و وتر کے ادا کرے بارہ رکعت یا آٹھ یا دس یا چھ یا چار۔ اور اکثر آدمی شوقین نماز تہجد ہوں تو اگر اس نماز کو جماعت سے ادا کرے یا اخیر شب میں جماعت سے پڑھے تو کچھ حرج یا کچھ گناہ تو نہیں۔ سُنا گیا ہے معتبر ذرائع سے کہ مولانا گنگوہی رح نے کہیں لکھا ہے کہ اگر اس نماز کو جماعت سے پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مستحبات سے ہے؟

الجواب ۔ بعض احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد نماز عشاء قبل النوم اگر نوافل تہجد پڑھ لی جاویں تو ثواب تہجد کا حاصل ہوتا ہے شامی میں ہے وھذا یفید ان ھذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوٰۃ العشاء قبل النوم۔ اور جماعت سے ادا کرنا تہجد کا مکروہ ہے اگر بتداعی ہو۔ در مختار میں ہے ای یکرہ ذلک لو علیٰ سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد الخ۔ اور حضرت مولانا گنگوہی رح کی طرف نسبت کرنا جماعت تہجد کے جواز کو صحیح نہیں ہے حضرت مولانا اس سے منع ہی فرماتے تھے فقط

قاتل حرف توبہ سے فسق سے خارج نہیں ہوتا بدون اسکے ورثاء کو راضی کرنیکے اسکے پیچھے نماز کا حکم | **سوال ۵۹۵** ۔ قاتل سے قصاص نہیں لیا گیا مقتول سے خون معاف کرا نہیں سکتا فقط توبہ کر لی۔ اب بعد توبہ بوجہ ذمہ داری حق العبد فاسق قرار دیا جاوے گا یا نہیں اور نماز اُس کے پیچھے مکروہ ہوگی یا نہیں۔؟

الجواب ۔ در مختار میں ہے لا تصح توبۃ القاتل حتیٰ یسلم نفسہ للقود وھبانیہ شامی میں ہے ای لا تکفیہ التوبۃ قال فی تبیین المحارم واعلم ان توبۃ القاتل لا تکون بالاستغفار والندامۃ فقط بل یتوقف علیٰ ارضاء اولیاء المقتول الخ۔ اس موقع پر شامی کو بھی دیکھ لیجئے اتنی بات معلوم ہوئی کہ محض توبہ سے قتل کا گناہ معاف نہ ہوگا اور فاسق رہے گا اور نماز اُس کے پیچھے مکروہ ہوگی فقط

امام اگر چوتھی رکعت سے سہواً اٹھ گیا اور پانچویں یا چھٹی میں شریک ہوا تو اس کی نماز نہیں ہوئی

سوال ۵۹۶- امام پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا چھ رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا۔ پانچویں رکعت میں ایک آدمی اور شریک ہو گیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں۔؟

الجواب۔ امام اگر چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھکر سہواً کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت ملالے اور سجدۂ سہو کرے۔ فرض اس کے پورے ہو گئے اگر کوئی شخص پانچویں یا چھٹی رکعت میں اس امام کا مقتدی ہو تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی کیونکہ امام کی یہ دو رکعت نفل ہیں ہکذا فی الشامی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

مغرب اور وتر کی قضا کی صورت

سوال ۵۹۷- اگر مغرب کے فرض تہجد کے وقت تین رکعت پڑھے کہ دو نفل ہو گئی اور ایک رکعت اکارت گئی مگر اس پر عرض ہے کہ بعد دوسری رکعت کے جو تیسرے رکعت کو کھڑا ہوا تو ایک تو تاخیر سلام پھیرنے میں ہوئی دیگر جب تیسری رکعت کو کھڑا ہوا تو دو گانہ نفل کا واجب ہو گیا اور پھر تیسری پر سلام پھیر دیا اس صورت میں کچھ گناہ ہوا یا نہ۔؟

الجواب۔ حالت توہم میں تین رکعت نہ پڑھے بلکہ چار پوری کرے تین قعدہ سے جیسا کہ امام صاحب کے فعل کی قضا تاویل کی گئی ہے درمختار میں ہے وما نقل ان الامام قضی صلاۃ عمرہ فلا صح نقول کان یصلی الوتر والمغرب اربعاً بثلاث قعدات الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

مذہب حنفیہ میں بسم اللہ ابتدا الحمد اور ابتدا سورۃ میں خفیہ طور سے پڑھنا سنت ہے

سوال ۵۹۸- امام عاصمؒ کے نزدیک بسم اللہ قرآن مجید کا جزو ہے یا نہیں اگر ہے تو فرضوں و نوافل میں امام و مفرد کو ہر سورت کے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں۔؟ امام عاصمؒ کی تقلید اس مسئلہ میں کرنی ہوگی یا نہ تراویح میں بسم اللہ جہراً پڑھنا ہر سورت کے شروع میں ضروری ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ حنفیوں کو بسم اللہ کے بارے میں اپنے فقہاء مذہب کا اتباع ضروری ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ بسم اللہ کے جہر کو منع فرماتے ہیں۔ آہستہ پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں پس حنفیوں کو چاہیئے کہ الحمد اور سورت سے پہلے بسم اللہ سنت سمجھکر پڑھیں لیکن آہستہ پڑھیں اس بارہ میں امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع نہ کریں یعنی بسم اللہ کو جہر سے نہ پڑھیں خواہ نوافل و تراویح ہوں یا فرض۔ ہکذا فی الدر المختار وغیرہ۔ فقط

عورتوں کو پشت قدم ڈھکنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔

سوال ۵۹۹- عورتوں کو نماز میں پیروں کا چھپانا واجب ہے یا نہیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک قدمیں نہ چھپے نماز نہیں ہوتی

الجواب۔ نماز میں پشت قدمین کا ڈھکنا فرض نہیں ہے اگر قدمین کھل جاویں تو نماز ہو جاتی ہے معتبر اور معتمد

یہی ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے اور حدیث شریف میں جو ظہور قدمین کا ڈھکتا آیا ہے اُس سے یہ مطلب ہے کہ ایسا کرنا بہتر ہے سو اس میں کچھ کلام نہیں ہے کہ یہ بہتر ہے لیکن اگر پیر کھل جاویں تو نماز ہو جاتی ہے ہکذا فی الدر المختار والشامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

وطن اصلی کے معنے | **سوال ۶۰۰**۔ درمختار میں وطن اصلی میں اس جگہ کو بھی لکھا ہے اور تاہل یعنی نکاح کرنے کی جگہ کو کیا مطلقاً وہ جگہ جہاں نکاح ہوا ہے وطن اصلی ہے یا اس کا کچھ اور مطلب ہے اور اُس کی کیا تفصیل ہے **الجواب**۔ وطن اصلی کے یہ معنی لکھتے ہیں کہ وطن قرار ہو یعنی وہاں رہنا مقصود ہو۔ پس موضع تاہل یعنی تزوج وطن اصلی اُسی وقت ہوتا ہے کہ وہاں رہنا مقصود ہو۔ اور اُس کی زوجہ وہاں رہتی ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی جگہ سے نکاح کرکے عورت کو لے آیا تو پھر بھی وہ موضع نکاح وطن ہو جاوے۔ حاصل یہ ہے کہ جس جگہ اس کی زوجہ رہتی ہے اور اُس کو وہاں رہنا مقصود ہے تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔ اگر دو زوجہ دو شہروں میں رہتی ہیں تو دونوں وطن اصلی ہیں۔ ولو کان لہ ببلدتین فایتھما دخل صار مقیماً شامی۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ زوجہ کا وہاں کا ہونا اور رہنا معتبر ہے محض نکاح کرکے کہیں سے لے آنا یہ سبب وطن بننے کا نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

عورت تابع شوہر ہے | **سوال ۶۰۱**۔ عورت کا وطن اصلی اُس کی سسرال ہے یا والدین کا گھر وطن ولادت سے کیا مراد ہے مطلقاً یا وہ جگہ جس کو عرف میں وطن کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی جگہ ملازم ہو اور اُس کا وطن وہاں سے سفر شرعی کی مسافت ہو تو اگر یہ شخص ملازمت کی جگہ سے دس بارہ میل کا سفر کرے تو مسافر ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ عورت تابع مرد کے ہے شوہر اُس کو جہاں رکھے وہیں اُس کا وطن ہوگا۔ وطن ولادت وہ ہے جہاں وہ پیدا ہوا۔ اور اُس کے والدین وہاں رہتے ہیں۔ ملازمت کی جگہ جہاں وہ مقیم ہے اور بوجہ اقامت کے نماز پوری پڑھتا ہے تو جب تک وہاں سے مسافت شرعیہ کے سفر کے ارادہ سے نہ نکلے گا قصر نہ کرے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

نماز فرض کے بعد دعاء کی مقدار | **سوال ۶۰۲**۔ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہیں اُس نماز میں دعاء مانگنے کی تعداد کتنی ہے اور جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہوں اُس میں امام دعاء زیادہ دیر مانگے تو اُس کی تابعداری کرنی چاہیئے یا نہیں۔؟ **الجواب**۔ جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ ہیں اُن میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے پس بہتر ہے کہ امام جتنی دیر دعاء مانگے اُس کی ساتھ دعاء مانگے۔

لاحق مقتدی کی امامت کی ایک صورت | **سوال ۶۰۳**۔ امام ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے جو اُس کے پیچھے کا آدمی

ہے اُس کی وضو ٹوٹ گئی۔ اتنے وہ وضو کرکے آیا امام ایک رکعت پڑھ چکا ہے جب وہ آدمی آکر شامل ہو گیا تو امام کی وضو ٹوٹ گئی وہ اُس آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر چلا گیا وضو کرنے، وہ مقتدیوں کی نماز کو پورا کرے تو اپنی تین رکعت ہوتی ہیں اور اپنی نماز کو پورا کرے تو مقتدیوں کی پانچ رکعت ہوتی ہیں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب۔ جس مقتدی کی وضو ٹوٹ گئی اور وہ وضو کرنے گیا اور اُس کی ایک رکعت فوت ہو گئی تو وہ لاحق ہے اُس کو حکم یہ ہے کہ جس وقت وہ آوے پہلے اپنی رکعت فوت شدہ پڑھے پھر امام کے شریک ہو۔ پس اگر اُس نے ایسا کیا تو اُس کی نماز امام کے برابر ہو گئی اور اگر اُس نے اپنی فوت شدہ رکعت پہلے ادا نہ کی اور امام کے شریک ہو گیا اور پھر امام کی وضو ٹوٹ گئی اور اُس نے لاحق کو امام بنا دیا تو اُس کو چاہیئے کہ جس وقت امام کی چوتھی رکعت پوری ہو جاوے تو یہ شخص کسی مدرک کو خلیفہ بنا دیوے جو اوّل سے امام کے شریک تھا وہ سلام پھیر دے گا اور وہ شخص اپنی رکعت فوت شدہ اُٹھکر پوری کرے فقط

نابینا غیر محتاط کی امامت کا حکم

سوال ۶۰۴۔ ایک نابینا غیر محتاط جس کی قرأت کی حالت یہ ہے کہ حروف و حرکات کو مخارج سے حسب قاعدہ تجوید ادا نہیں کرتا اور آواز بھی اچھی نہیں ہے۔ اس صورت میں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے کہ نابینا کا امام ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور اسکی علت یہ ہے کہ وہ نجاست وغیرہ سے نہیں بچ سکتا اور لوگوں کو اُس کی امامت سے کراہت ہوتی ہے شامی نے کہا کہ اگر نابینا موجودین میں زیادہ مسائل نماز سے واقف ہو تو پھر اُس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے بلکہ اُس کی امامت افضل ہے بینا سے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ام مکتوب نابینا کو صحابہ کا امام مقرر کیا اور وہ آپ کے سفر میں جانے کے بعد امام ہوتے تھے؛

الحاصل اگر یہ وصف نابینا میں نہ ہو تو اُس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور آواز کا اچھا ہونا۔ اور حروف کو مخارج سے پوری طرح ادا کرنا اور تجوید کے ساتھ پڑھنا اور مستحسنہ میں سے ہے۔ اگر کسی نے قواعد تجوید کے موافق نہ پڑھا لیکن کوئی غلطی ایسی نہیں کی کہ نماز میں فساد لازم آوے تو نماز ہو گئی اُس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

قضا نماز کی ترکیب

سوال ۶۰۵۔ اگر خالی عصر کی یا ظہر وعصر کی دونوں نمازیں قضا ہیں۔ عصر مغرب کے وقت ان تینوں نمازوں کو کس طرح ادا کرے جبکہ مغرب کا وقت نماز کے لئے تھوڑا ہے اگر قضا ہوئی نمازوں کو مقدم کرتا ہے تو نماز مغرب کا وقت بھی ہاتھ سے جاتا ہے کس طرح ترتیب جائز ہے اور نیز جبکہ یہ جائز ہے کہ اگر چار یا پانچ نمازوں کی قضا میں ترتیب نہ دے تو جس وقت نمازیں جو وقت کی پڑھیگا نفل شمار ہوں گی۔؟

الجواب۔ مغرب کا وقت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے رہتا ہے پس ظہر وعصر کو اوّل

قضا کرکے پھر مغرب کی نماز وقت میں پڑھ لے۔ اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر وقتیہ نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کہ سوائے وقتیہ کے قضا کی گنجائش نہ رہی تو پھر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اُس حالت میں وقتیہ پہلے پڑھے اور قضا بعد میں پڑھے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

نماز میں آیت سجدہ کا حکم | **سوال ۶۰۶**- بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کرلی جاوے تو سجدہ ادا ہو جاتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر امام نے آیت سجدہ پڑھکر رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ کی کرلی تو امام اور سب مقتدیوں کی طرف سے سجدہ ادا ہو جاویگا یا نہیں؟

الجواب- امام نے اگر نیت سجدہ کی رکوع میں کی تو اگر نماز سری ہے کہ مقتدیوں کو آیت سجدہ کی خبر ہی نہیں ہوئی تو امام کی نیت کافی ہے اور اگر نماز جہری ہے اور مقتدیوں نے نیت سجدہ کی نہیں کی۔ اگرچہ امام نے کرلی ہو تو مقتدیوں کو امام کے سلام کے بعد سجدہ تلاوت کرکے پھر قعدہ اخیرہ کرکے سلام پھیرنا چاہیے۔ الغرض امام کی نیت مقتدیوں کی طرف سے کافی نہیں ہے کذا فی الدر المختار۔ پس ایسے موقع پر چاہیے کہ امام سجدہ کی نیت نہ کرے بلکہ سجدہ ہی کرے تاکہ مقتدیوں کو دقت نہ ہو انکا بھی سجدہ ادا ہو جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

اگر باہر سے کوئی شخص اندر والے کو آواز دے تو کھنکار نا درست ہی نماز نہ توڑے | **سوال ۶۰۷**- کسی حالت میں اگر دروازہ کوٹھے کا اندر سے بند کرکے کوئی نماز شروع کرے اور دوسرا شخص باہر سے اندر جانا چاہے جبکہ اندر والے شخص کا احوال نماز پڑھنے کا معلوم نہیں۔ حالانکہ باہر والے نے ایسا تنگ کیا ہے کہ اندر والے کو نماز کا رجوع مشکل ہو گیا ہے اب نمازی کیا طریقہ اختیار کرے۔ (الف) اسی نماز قائم ہوئی حالت میں مقابلہ دشمن از قسم انسان یا حیوان یا حشرات الارض کس طرح کرے۔ جس میں اندیشہ نقصان ہو؟ **الجواب**- ایسی حالت میں اگر کھنکارنے سے کام چل جاوے تو کھنکارنا درست ہے تاکہ باہر سے آنے والا سمجھے کہ نماز پڑھ رہا ہے جیسا کہ درمختار میں کہا او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلافساد علی الصحیح الخ باقی نماز توڑنا اس صورت میں درست نہیں ہے کما یظہر من تفصیل العلماء۔ (الف) نماز توڑدے درمختار میں ہے ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام راتب مسجد کا اولیٰ بالامامت ہے غیروں سے اگرچہ وہ اعلم نہ ہو | **سوال ۶۰۸**- زید کو اپنے والد سے کامل حق امامت اور مسجد وغیرہ کا ملا۔ اور زید میں خلاف شریعت ہرگز کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ نہایت متقی پرہیزگار دیندار سید عالم کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر مستقیم۔ اور قوم بھی زید ہی کی امامت پر خوش اور راضی ہے اگر ایسے شخص کا حق جبراً ضبط کرکے خالد نماز پنجگانہ جمعہ وغیرہا پڑھائے زید کی موجودگی میں تو شرعاً خالد کو امامت کرنا اور اُس کے پیچھے لوگوں کو اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب- درمختار میں ہے واعلم ان صاحب البیت و مثلہ امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامۃ من غیرہ

مطلقاً ای دان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم و اقرء منہ الخ۔ شامی۔ پس معلوم ہوا کہ اولا بالامامت اس صورت میں زید ہے نہ خالد۔ اور ایسی حالت میں کہ زید امام قدیم و مقرر کردۂ قوم ہے خالد کو جبراً امام بننا ناجائز اور مکروہ ہے لحدیث ابی داؤد ولا یقبل اللّٰہ صلوٰۃ من تقدم قوماً وھم لہ کارھون۔ درمختار

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

نماز کے متعلق چند ضروری سوالات وجوابات

سوال ۷۰۹۔ اگر جماعت میں مقتدی سو گیا اور امام کے ساتھ ایک سجدہ کرنا رہ گیا تو نماز ہوئی یا نہیں۔؟ (۲) اگر نماز میں درود شریف مکرر پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ (۳) فرض میں یا سنّت میں سورت کے بجائے التحیات پڑھ جاوے اور پھر یاد آوے تو کیا سورت ملالے اور سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے؟ (۴) نماز کے اندر تین سجدے بھول کر کرے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں۔؟ (۵) اگر سجدہ میں التحیات پڑھنے لگے تو کیا کرنا چاہیے۔؟ (۶) نماز میں بھول کر دو دفعہ الحمد پڑھ گیا تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں۔؟ (۷) مقتدی نے یہ سمجھ کر امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہوتا ہے لقمہ دیدیا اور درحقیقت وہ چوتھی ہی تھی۔ تو مقتدی کی نماز کیسی ہوئی۔؟ (۸) نماز میں ایک آیت بھول کر چھوٹ گئی اور پھر سجدۂ سہو کا کرلیا تو نماز کیسی ہوئی؟ (۹) جبکہ سجدہ سہو واجب نہ ہو اور سجدہ سہو اور کسی وہم پر کرے تو نماز کیسی ہوتی ہے؟ اکثر لوگ ذرا سے وہم پر مثلاً ترک سنت ہی پر سجدۂ سہو کر لیتے ہیں۔؟ (۱۰) فرض چار رکعت کی نیت تھی مگر پانچ رکعت کے تمام پر یاد آیا تو سجدۂ سہو کرنے سے کیا نماز صحیح ہو جائے گی جبکہ وہ چوتھی رکعت کے قعدہ میں بھی نہ بیٹھا ہو۔ اور اگر قعدہ میں بھی بیٹھا ہو تو تب۔ اور اگر ایک رکعت اور ملالی جاوے تو کیا یہ چار فرض اور دو نفل ہو جائیں گے یا سب کے سب نفل۔؟ (۱۱) جمعہ کے روز اذانِ اوّل ایک شخص نے کہی اور اذان جمعہ ممبر کے سامنے کی دوسرے نے تو تکبیر کہنا کس کا حق ہے (۱۲) کوئی شخص اذان یا تکبیر غلط کہے تو دوبارہ لوٹائی جاوے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب تک سجدہ نہ کرے گا نماز نہ ہوگی اُس کو چاہیے کہ جس وقت بیدار ہوا فوراً اُس سجدہ کو کر کے امام کے ساتھ ہو جاوے۔ ورنہ امام کے سلام کے بعد ایک سجدہ ادا کر کے پھر سجدہ سہو کر لیوے۔ بدون ادا کرنے اُس سجدہ فوت شدہ کے اُس کی نماز نہ ہوگی۔ (۲) اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں (۳) سورۃ پڑھے اور سجدۂ سہو کرے (۴) سجدۂ سہو لازم ہے (۵) نماز ہوگئی اور جس وقت یاد آوے التحیات کو چھوڑ کر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے گا تب نماز صحیح ہے (۶) سجدۂ سہو لازم نہیں۔ (۷) مقتدی کی نماز میں کچھ حرج نہیں ہوا۔ (۸) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہ تھا لیکن اگر کر لیا نماز ہوگئی۔ (۹) نماز ہو جاتی ہے (۱۰) اگر چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ گیا ہو تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز فرض ادا ہو جاتی ہے اور اگر چھٹی رکعت ملالی تھی تو دو نفل ہو جاوینگی اور اگر چوتھی رکعت میں نہ بیٹھا تھا تو نماز فرض نہیں ہوئی اگر چھٹی رکعت ملالی چھ نفل ہو جاویں گی (۱۱) دونوں میں

سے جو چاہے تکبیر کہدے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے (۱۲) لوٹائی جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

وتر کی نماز میں ہاتھ اٹھانے کی وجہ | سوال ۶۱۰۔ وتر کی نماز میں جب قنوت پڑھتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنے کی کیا وجہ ہے۔؟

الجواب۔ وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھانے کی یہ وجہ ہے کہ مصنف ابی بکر بن شیبہ میں ایسا ہی وارد ہوا ہے باب تکبیر القنوت ورفع الیدین حدثنا عبد السلام بن حرب عن لیث عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ ان عبد الرحمن مسعود رض کان اذا فرغ من القرأۃ کبر ثم حنث فاذا فرغ من القنوت کبر ثم رکع ومثلہ عن البراء حدثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربی عن لیث عن الاسود عن ابیہ عبد اللہ انہ کان یرفع یدیہ اذا قنت فی الوتر مصنف ابی بکر بن شیبہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

جماعت ثانیہ مطلقاً مکروہ ہے | سوال ۶۱۱۔ جماعت ثانیہ مطلقاً ناجائز ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے۔؟

الجواب۔ قال فی رد المختار ولنا انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی اہل المسجد فرجع الی منزلہ فجمع اہلہ وصلی بہم ولو جاز ذلک (ای تکرار الجماعۃ فی المسجد) لما اختار الصلوٰۃ فی بیتہ علی الجماعۃ فی المسجد ولان فی الاطلاق ھکذا تقلیل الجماعۃ معنیً فانہم لا یجتمعون اذا علموا انہا لا تفوتہم واما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ لفریق دون فریق اھ ومثلہ فی البدائع وغیرھا ومقتضی ھذا الاستدلال کراھۃ فی مسجد المحلۃ ولو بدون اذان ویؤیدہ ما فی الظہیریۃ لو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی فیہ اہلہ یصلون وحداناً وھو ظاہر الروایۃ شامی جلد اول ص۳۷۱ وفی موضع اٰخر منہ وروی عن انس ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا اذا فاتتھم الجماعۃ فی المسجد صلوا فی المسجد فرادیٰ ص۲۶۵ باب الاذان۔

ان روایات سے ظاہر ہوا کہ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ جماعتِ ثانیہ مسجدِ محلہ میں مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ بلا اذان و اقامت ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

سنت فجر اگر قضا ہوئی تو امام محمدؒ کے نزدیک بعد طلوع کے مستحب ہے قضا کرنا۔ | سوال ۶۱۲۔ جو شخص فجر کی جماعت میں شامل ہوگیا اور سنتیں نہیں پڑھی وہ بعد فرض کے سنت پڑھے یا سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔؟

الجواب۔ وہ شخص بعد فرض کے آفتاب نکلنے سے پہلے سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ ہے اگر چاہے آفتاب نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لیوے یہ بہتر ہے کما فی الشامی واما اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد احب الی یقضیھا الی الزوال الخ شامی ص۶۲۶ جلد اول فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں اللہ اللہ کسی عارض کے کہنے کی وجہ سے قول مفتی بہ نماز فاسد نہیں ہوتی | سوال ۶۱۳۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے ناگاہ

بندوق یا گولہ کی آواز اُس کے کان میں آئی بے اختیار اُس کے مُنھ سے محض الااللہ نکلا اس صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ۔؟ لفظ الا اللہ بغیر لاالہ کے ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار ولو سقط شیئ من السطح فبسمل او دعیٰ لاحد او علیہ فقال آمین تفسد ولا یفسد الکل عند الثانی والصحیح قولھما الخ وفی رد المحتار قولہ فبسمل یشکل علیہ مافی البحر لو لدغتہ عقرب او اصابہ وجع فقال بسم اللہ قبل تفسد لانہ کالانین وقیل لا لانہ لیس من کلام الناس وفی النصاب وعلیہ الفتویٰ وجزم بہ فی الظہیریۃ وکذا لو قال یارب کما فی الذخیرۃ الخ۔ پس معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں راجح عدم فساد نماز ہے اور ذکر الااللہ بدون لاالٰہ کے صوفیائے کرام میں معروف و مروج ہے اور درست ہے کیونکہ مقصود اس سے اثبات بعد النفی ہے اسی لئے صوفیائے کرام جو یہ ذکر فرماتے ہیں تو اوّل پورا کلمہ لاالٰہ الااللہ پڑھتے ہیں پھر اُسی نفی اول کی ساتھ اثبات کا کلمہ متصل کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مقصود الااللہ سے یہی ہوتا ہے کہ کوئی معبود و مقصود اللہ کے سوا نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

مجموعۂ مسافت اگر مدتِ سفر شرعی ہو یا زیادہ تو قصر کرنا چاہیے

سوال ۶۱۴۔ دورہ میں مجکو اطرافِ دیہات میں پھرنا پڑتا ہے اور مسلسل بیس روز پچیس روز یا دس روز جیسی صورت ہو میں اپنے مستقر سے باہر رہتا ہوں مگر کسی ایک مقام پر ایک ہفتہ سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں ہے لیکن یہ مقامات مستقر سے تین دن تین رات کی سافت پر نہیں ہوتے ہیں بلکہ مستقر کے اطراف ایک دائرہ میں گردش رہتی ہے مسلسل لمبی مسافت کا لحاظ کیا جاوے تو سفر مدتِ مقررہ سے بڑھ جاتا ہے اور تمام سفر کا لحاظ کیا جاوے تو بہت زیادہ مسافت ہو جاتی ہے اندریں صورت نمازیں قصر واجب ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ چونکہ مجموعۂ مسافت مدتِ سفر شرعی سے زیادہ ہے اس لئے مستقر تک لوٹنے تک اس صورت میں نماز قصر کرنا چاہیے۔ قال فی الدر المختار حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر الخ قولہ ان سار مدۃ السفر) قید بقولہ حتی یدخل ای انما یدوم علی القصر الی الدخول ان سار ثلثۃ الخ شامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

الصاق کعبین در رکوع سنت ہے

سوال ۶۱۵۔ الصاق کعبین در رکوع و سجود سنّت مؤکدہ یا مستحب

الجواب۔ قال فی الدر المختار فی بیان سنن الصلوٰۃ والصاق کعبیہ ای فی الرکوع وفی رد المحتار قولہ والصاق کعبیہ) ای حیث لاعذر۔ ازیں عبارت واضح است کہ بلا عذر الصاق کعبین از سنن مؤکدہ است وممکن است کہ مراد از الصاق محاذات در رکوع و سجود کعبین باشد۔ فقط

قطع صلوٰۃ کے وجوہ واجبہ و مستحبہ و مباحہ | **سوال ۶۱۶** - شکستن نماز فرض وغیرہ بکدام قسم و بچہ وجہ روا باشد؟

الجواب - وجوہ قطع صلاۃ را در باب ادراک الفریضۃ از در مختار و شامی بہ بیند در شامی است عن حط صاحب البحر علی ھاشہ ان القطع یکون حراماً و مباحاً و مستحباً و واجباً فالحرام بغیر عذر و المباح اذا خاف فوت مال و المستحب القطع للاکمال و الواجب لاحیاء نفس و فی الدر المختار و یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لایجیبہ الا ان یستغیث بہ الخ - فقط واللہ اعلم

تقبیل ابہامین وقت اذان سنت ہے | **سوال ۶۱۷** - اذان کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ (۲) دلائل الخیرات میں یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ جو لوگ غائبانہ آپ کو درود بھیجتے ہیں - اور جو لوگ آپ کے بعد میں پیدا ہوں گے اور وہ درود بھیجیں گے ان دونوں کے درود کا کیا حال ہوگا فرمایا میں تو بگوش سنتا ہوں درود اہل محبت کا اور پیش ہوتا ہے مجھ پر درود غیر اہل محبت کا بواسطہ ملائکہ کے - یہ حدیث کون سی کتابوں کی ہے اور صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب - اذان میں جب نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سُنے درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور اذان کا جواب دینا بھی مستحب ہے پس جسوقت مؤذن سے کلمۂ اشہد ان محمد رسول سُنے خود بھی یہ کلمہ کہکر صلی اللہ علیہ وسلم کہے (۲) اُس روایت دلائل الخیرات کا حال معلوم نہیں کہ صحیح ہے یا نہیں - اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کس کتاب کی حدیث ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ -

تنحنح بلا عذر تحسین صوت کے لئے بھی مفسد صلوٰۃ نہیں ہے | **سوال ۶۱۸** - اگر فرض نماز میں امام صاحب بلا عذر تنحنح کریں جو محض حسن صورت کے لئے ہو اور جس کی تعداد تین مرتبہ تک پہنچ گئی ہو تو اس تنحنح کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں -؟

اور نیز سورہ والضحیٰ کی قرأۃ اس طرح ہو کہ جس قدر الف مقصورہ سورہ مذکور میں واقع ہیں اُن تمام کو یائے ساکنہ اور اُس کی حرف ماقبل کو مکسور کر کے پڑھیں جیسا والضحیٰ و اللیل اذا سجیٰ الخ سورہ اور لفظ ربک و ماقلیٰ بضم قاف پڑھیں تو کیا یہ قرأت درست ہے اور اس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے یا نہیں -؟

الجواب - قال فی الدر المختار والتنحنح بلاعذر الخ فلو لتحسین صوتہ الخ فلا فساد علی الصحیح الخ اس سے معلوم ہوا کہ حسن صورت کے لئے تنحنح کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ تین بار یا کم و بیش ہو لاطلاق الروایۃ - اور سورہ والضحیٰ میں اس طرح قرأت کرنا جس طرح آپ نے لکھا ہے

امالہ ہے۔ اور امالہ عند القرا صحیح ہے اور اُس کی اقسام اور کیفیات قرار سے دریافت کرنا چاہیئے و ما تُلی بضم قاف لحن ہے اور کوئی قراۃ معلوم نہیں ہوتی قرار سے تحقیق بھی کریں۔ امالہ سے و ما تِلی تو ہو جاوے گا لیکن قاف کے ضمہ کے کوئی وجہ نہیں اور معنی میں تبدل کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ اصل و تلاک کے و ما تلاک ہے کاف بوجہ رعایت فواصل حذف ہوگیا۔ مطلب اوپر سے یہ ہے اور تم کو تمہارے رب نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑا۔ اور نہ تم کو مبغوض رکھا۔ پس جبکہ تلا کی جگہ تُلی بضم قاف پڑھا گیا تو صیغہ مجہول کا ہوگیا۔ اور اشکال یہ پیش آیا کہ ضمیر اگر رب کی طرف پھیری جاوے تو خلافِ مقصود ہے اور سیاق آیت کے مناسب نہیں اگرچہ مفسد صلاۃ بھی نہیں لامکان احتمال تاویل الصحۃ اور اگر ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع کریں تو ما قبل و ما بعد کے طرز کے خلاف ہے جیسا کہ ما قبل میں ما ودعک ربک مذکور ہے اور ما بعد میں والآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ الی السورۃ۔ سب میں خطاب ہے اور و ما تُلی ماضی مجہول غائب کا صیغہ ہوگا۔ بہر حال اُس کے غلط ہوتے اور لحن ہونے میں کلام نہیں۔ گو فسادِ نماز نہیں ہوا۔ فقط

نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی | **سوال ۶۱۹**- نابالغ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب- حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نابالغ کا اقتدار بالغین کو فرض و نفل کسی میں درست نہیں ہے پس تراویح بھی نابالغ کے پیچھے نہیں ہوتی۔ یہی مذہب صحیح حنفیہ کا ہے اور بلوغ پندرہ برس کی عمر میں ہے لہذا تاوقتیکہ لڑکا بالغ ہو اُس کو امام نہ بناویں ویسے نفلوں میں قرآن شریف اُس کا سُنتے رہیں یعنی وہ لڑکا نفل کی نیت باندھکر کھڑا ہو جاوے اور سُننے والے ویسے ہی بیٹھکر اُس کا قرآن شریف سُنتے رہیں جب پندرہ برس کا پورا ہو جاوے امام تراویح بناویں۔ قال فی الدر المختار و لا یصح اقتدا رجل بامرءۃ و خنثی و صبی مطلقاً ولو فی جنازۃ و نفل الخ علی الاصح الخ اور شامی میں ہے و المختار انہ لا یجوز فی الصلوٰۃ کلھا۔ الخ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

ایک ہاتھ والے کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی | **سوال ۶۲۰**- جس کا ایک ہاتھ شانہ سے پیدائشی نہیں ہے۔ دراںحالیکہ اور کوئی آدمی نماز پڑھانے کے قابل نہیں ہے یا موجود ہے مگر نماز پڑھانے سے گریز کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں۔ اور اُس کو امام مقرر کر دینا ایسی مسجد میں جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب- جس کے ایک ہاتھ ہو اُس کی امامت کو فقہار نے مکروہ لکھا ہے کذا فی الشامی۔ یعنی مکروہ تنزیہی۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص لائق امامت کے موجود ہو اُس کو امام بناویں ورنہ ایک ہاتھ والے کے پیچھے ہی نماز پڑھیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ درمختار میں ہے

هذا اذا وجد غيرهم والا فلا كراهة فقط والله تعالیٰ اعلم - کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے | سوال ۶۲۰ - زید حد درجہ کا رشوۃ خوار اور کذاب ہے نماز پنجگانہ کا بہت محافظ نہیں بلاوجہ ترک کرتا ہے اور بزرگان دین کی شان میں کلمات گستاخانہ کہتا ہے اس کی امامت کا کیا حکم ہے۔ ؟

الجواب - قال فی رد المحتار واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلی بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم يجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد الخ جلد اول شامی ص۳۷۶ باب الامامة - فقط والله تعالیٰ اعلم۔

نماز عشاء نصف شب کے بعد مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ؟ | سوال ۶۲۱ - نماز عشاء بعد نصف شب کے مکروہ تحریمی ہے یا نہیں - اور اگر بعد نصف شب کے پڑھی جاوے تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں - مولانا عبد الحی صاحب مجموعۂ فتاویٰ جلد اول ص۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے نماز عشاء کے بعد نصف شب کے اور واجب الاعادہ ہے اور اگر اعادہ نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا - اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بہشتی زیور میں لکھتے ہیں کہ نماز کا وقت صبح صادق تک ہے اور بعد نصف رات کے مکروہ ہے اور ثواب کم ہو جاتا ہے ان دونوں تحریروں میں کونسی تحریر صحیح ہے اگر کبھی نماز عشاء بعد نصف رات کے پڑھیں جاوے تو اس کا اعادہ کیا جاوے یا نہیں - اور اگر واجب الاعادہ نہیں ہے تو مولوی عبد الحی صاحب کے فتوے کا کیا مطلب ہے بینوا وتوجروا

الجواب - بعد نصف شب کے عشاء کی نماز پڑھنا مکروہ ہے بعض نے مکروہ تحریمی فرمایا اور بعض نے مکروہ تنزیہی - فان اخرها الى مازاد الى النصف كره لتقليل الجماعة - در مختار قوله كره اى تحريما كما يأتى تقييده فی الملتقى او تنزيهاً وهو الاظهر كما تذكره من الحلية - شامی - ثم قال تحت قول الماتن تحريماً كذا فی البحر عن القنية لكن فی الحلية ان كلام الطحاوی يشير الى ان الكراهة فی تأخير العشاء تنزيهية وهو الاظهر ۱۲ شامی پس جو فقہاء مکروہ تحریمی فرماتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ نہیں کیونکہ مکروہ تنزیہی کا مآل خلاف اولیٰ کی طرف ہے اور علامہ شامی کے قول اور حلیہ کی روایات سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی ہونا اظہر ہے اور وجہ اظہر ہونے کی یہ ہے کہ علت اس کراہت کی تقلیل جماعت ہے نہ یہ کہ وقت میں کوئی خرابی ہے پس معلوم ہوا کہ مولانا عبد الحی صاحب نے اگر واجب الاعادہ لکھا ہے تو مکروہ تحریمی کی روایت کو لے کر احتیاطاً واجب الاعادہ لکھا۔

اور مولانا اشرف علی صاحب کا مطلب اگر مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے تو انھوں نے دوسرے قول کو جو اظہر ہے اختیار فرمایا اور یہ بھی اقرب الی الصواب ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

خارج من الصلوٰۃ شخص اگر لقمہ دے مصلی کو تو مصلی مکث کر کے اپنی ذات سے عمل کرے

سوال ۶۲۲ - ایک روز نماز عشا کی جماعت میں خادم دوسری رکعت میں شریک ہوا۔ مگر امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کی اور دعا مانگی مگر اسی وقت ایک دوسری مقتدی نے جو اپنی نماز امام کے ساتھ پوری کر چکا تھا مجھے جتلایا کہ تم کھڑے ہو کر نماز پوری کرو۔ پس اگر اس حالت میں یہ عاصی کھڑا ہو کر نماز پوری کر لیتا تو نماز ہو جاتی یا نہیں اور جس صورت میں کہ میں نے اُن کا کہنا نہیں مانا بلکہ از سرِ نو چار فرض ادا کئے تو یہ نماز ہو گئی یا نہیں۔ میرے نہ ماننے کی وجہ یہ ہوئی کہ دل میں یہ خیال اور شبہ پیدا ہوا کہ خارج از نماز لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب - اگر اس شخص کے بتلانے کے بعد کچھ تأمل کر کے خود یاد آ جاتا کہ میری ایک رکعت بیشک رہی ہے اور اس بنا پر اُٹھ کر ایک رکعت پوری کر کے نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا جاتا تو نماز ہو جاتی۔ کیونکہ وہ امتثال غیر شخص کا نہیں ہے بلکہ جبکہ خود یاد آ گیا تو اُسی کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہو گا درمختار میں ہے حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ۔ اور شامی میں عدم فساد کی تصحیح کی ہے و نقلوا عن الشرنبلالی عدم الفساد و تقدم تمام الکلام علیہ الخ شامی جلد اول فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تثویب امام ابی یوسف سے بضرورت قاضی و مفتی کو جائز رکھا ہے اب جبکہ یہ معاملہ نہیں جائز نہیں۔

سوال ۶۲۳ - بعض دیہات و قصبات میں نماز عشا کے اور جمعہ کے قبل الصلوٰۃ کہنا اگر سنت ہے تو رائج کیوں نہیں متروک کیوں ہے۔

الجواب - یہ تثویب ہے جس کو بضرورت جائز رکھا گیا تھا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے خاص قاضی وغیرہ کے لئے اس اطلاع کو جائز رکھا تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اُن کو دوبارہ جماعت کی اطلاع کی ضرورت ہے وخصہ ابو یوسف بمن یشتغل بمصالح العامۃ کالقاضی والمفتی والمدرس واختارہ قاضی خان الخ پس اب یہ قصہ ہی نہیں لہٰذا تثویب بھی متروک ہو گئی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

امام کا نماز جہری میں مقتدی سے لقمہ نہ لینے کا حکم

سوال ۶۲۴ - اگر کوئی شخص نماز جہریہ میں قدرے قرأت پڑھ کر بھول گیا مقتدی نے بغرض یاد دہانی لقمہ دیا مگر امام نے لقمہ نہ لیا حتی کہ مکرر سہ کرر پر بھی امام نے لقمہ

نہ لیا بلکہ نماز کو فسخ کرکے ازسرِ نو تحریمہ سے نماز پوری کی امام کا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز۔؟ (۲) جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے تو اُس کو نماز فسخ کرکے ازسرِ نو تحریمہ کرنا چاہیے یا انتقال الی آیۃ والی سورۃ اخری کرنا چاہیے یعنی درصورت عدم قراۃ ما یجوز بہ الصّلوٰۃ۔؟ (۳) اگر کوئی شخص صورت بالا میں نماز فسخ کرکے ازسرِ نو تحریمہ پر زور دے اور انتقال الی آیۃ سورۃ اخری کو ناجائز کہے اور فسخ نماز میں اس عبارت کو حجت پکڑے جو کہ صبح کی سنتوں کے متعلق ہے اذا خاف فوت الجماعۃ یترکھا۔ صورتِ بالا میں اس عبارت کو فسخ نماز کی دلیل بنانا صحیح ہے یا نہیں۔؟ (۴) عبارت مذکورہ میں یترکھا کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی کو جماعت کے فوت ہو جانے کا خیال ہو اور اُس نے سنتیں شروع نہ کی ہوں تو سنتوں کو چھوڑ کر جماعت میں مل جاوے یا یہ معنی بھی ہیں کہ اگر کسی نے بامید جماعت سنتیں شروع کی اور بعد شروع خوف فوتِ جماعت ہوا تو سنتوں کو توڑ کر جماعت میں مل جاوے لفظ "یترکھا" دونوں صورتوں کو شامل ہے یا کسی ایک صورت کو اور کونسی صورت کو۔ اگر ثانی صورت کو شامل ہے تو حدیث لاتبطلوا اعمالکم کا کیا مطلب ہے۔؟

الجواب۔ (۱و۲) امام کو اس صورت میں لقمہ لے لینا چاہیے تھا یا دوسری آیت یا سورت کی طرف انتقال کرنا چاہیے تھا اور اگر بقدر "ما تجوز بہ الصلوٰۃ" یا قدر مستحب مقدار قراۃ ہو چکی تھی تو رکوع کر دینا چاہیے تھا توڑنا نماز کا ایسی حالت میں فقہاء نے نہیں لکھا۔ ردّ المختار میں ہے تتمہ یکرہ ان یفتح من ساعتہ کما یکرہ للامام ان یلجئہ الیہ بل ینتقل الی اٰیۃ اخریٰ لا یلزم من وصلھا ما یفسد الصّلوٰۃ او الی سورۃ اخریٰ او یرکع اذا یرقع قدر الغرض کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ فی روایۃ قدر المستحب کما رجحہ الکمال الخ وفی الدر المختار بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقًا لفاتح واٰخذ بکل حال الخ وفی الشامی قولہ بکل حال ای سواءٌ قرء الامام ما تجوز بہ الصّلوٰۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخریٰ ام لا تکرار الفتح ام لا ھو الاصح۔ پس جبکہ فقہاء نے اس قدر وسعت اس میں رکھی ہے تو پھر نماز کو فسخ کر دینا مناسب نہ تھا اور بحکم "لاتبطلوا اعمالکم"۔ اس حالت میں نماز کو توڑ دینا ممنوع تھا (۳) یہ امر اوپر واضح ہوا کہ ایسی حالت میں فقہاء نے لقمہ لینے کو یا انتقال الی آیت اخریٰ (و) سورۃ اخری کو جائز رکھا ہے پس اُس کو ناجائز کہنا اور نماز کو توڑ کر دوبارہ تحریمہ باندھنے (و۵) پر زور دینا بوجہ جہل کے ہے۔ مسائل شرعیہ سے عالم و فقیہ ایسا نہیں کہہ سکتا اور یہ احتیاط نہیں ہے بلکہ وہم ہے اور خطاء ہے اور عبارتِ مذکورہ کو اس بارہ میں دلیل لانا اور صریح روایاتِ جوازِ حکمِ فقہاء کو چھوڑنا دوسرا جہل ہی اور یہ استدلال غلط ہے۔ "یترکھا" کے یہ معنے ہیں کہ شروع نہ کرے نہ یہ کہ شروع کرکے قطع کر دے۔ شروع کرکے قطع کرنے کی ممانعت فقہاء نے صراحتًا لکھی ہے والشارع فی النفل لا یقطع مطلقًا ویتمہ

رکعتین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعًا علی القول الراجح لانہا صلوٰۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافًا لما رجحہ الکمال درمختار قولہ خلافًا لما رجحہ الکمال حیث قال وقیل یقطع علی راس الرکعتین وہو الراجح الخ شامی فقط

ایک دو آدمی کے سننے سے جہر نہیں ہوتا | سوال ۶۲۵- اگر کوئی شخص نماز میں آمین ایسے طور کہے کہ ایک دو آدمی قریب کے سُن لیں تو عند الاحناف نماز ہوئی یا نہیں۔؟

الجواب- عند الحنفیہ آمین کہنا سنت ہے لیکن اگر دو آدمی برابر کے سُن لیں تو وہ جہر نہیں وہ بھی آہستہ میں داخل ہے کما قال فی الدر المختار وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن بقربہ ولو سمع رجل اور جلان فلیس بجہر الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

قبر جبکہ برابر کردی جائے تو وہاں نماز پڑھنا درست ہے | سوال ۶۲۶- قبر کہنہ وجدید کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا ناجائز- بینوا توجروا۔؟

الجواب- قبر کہنہ وجدید کا جبکہ نشان باقی نہ رہا مثلاً یہ کہ مٹی برابر کردی جاوے کہ سطح زمین برابر ہو جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں اور نماز وہاں درست ہے اور اگر بہت مرتفع ہے۔ شرح منیۃ الکبیری میں ہے وکذا قال فی الفتاویٰ- لاباس بالصلوٰۃ فی المقبرۃ اذا کان فیہا موضع اعد للصلوٰۃ ولیس فیہ قبر- وہذا لان الکراہۃ معللۃ بالتشبہ باہل الکتاب وہو منتف فیما کان علی الصفۃ المذکورۃ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم- عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اگر کسی پر جھوٹی تہمت لگائی جائے امامت اسکی درست ہے | سوال ۶۲۷- ایک شخص عمدہ قرآن شریف پڑھتا ہے اور شریف آدمی ہے غرض شہر بھر قابل امامت کے اُس شخص کو جانتا ہے صرف ایک شخص اس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ سفلی عمل پڑھتا ہے اُس نے دو بندوں کو گواہ کر لیا ہے کہ بیشک یہ سفلی عمل پڑھتا ہے وہ امام بالکل انکار کرتا ہے اب یہ فرمایئے جو شخص ایسے نیک امام پر کہ جس کو تمام بستی کے آدمی اچھا جانتے ہیں الزام لگاوے اُس کیا سزا ہے۔؟

الجواب- جبکہ اُس الزام وتہمت کا ثبوت نہ ہو جو امام پر لگایا تو امامت اُسکی بلا کراہت صحیح ہے جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے توبہ کرے فقط واللہ تعالیٰ اعلم- عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

لنگڑے کے پیچھے نماز بلا کراہۃ درست ہے | سوال ۶۲۸- ایک شخص کے پیر میں لنگ ہے اور مسجد کا امام ہے لیکن قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے نماز ایسے امام کے پیچھے پڑھنی درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب- شامی میں ہے وکذا اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے فقط

ابرص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جب کہ اُس کا ابرص ظاہر ہو | **سوال ۶۲۹** - اگر کسی شخص کے زیر ناف سفید داغ ہوں تو اُس کی امامت کا کیا حکم ہے۔

الجواب - امامت اُس کی بلا کراہت درست ہے کیونکہ فقہا نے جو ابرص کی امامت کو مکروہ لکھا ہے تو اُس میں یہ قید ہے کہ ابرص اس کا ظاہر ہو اور یہ داغ ظاہر نہیں۔ وکذا یکرہ خلف امرد و سفیہ و مفلوج و ابرص شاع برصہ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم - عزیز الرحمن عفی عنہ۔

فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے | **سوال ۶۳۰** - امام فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کے خیال سے اپنے گھر میں یا مسجد میں قبل جماعت یا بعد جماعت اکیلا نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ اور اکیلا نماز پڑھنے والا تارک جماعت تو نہ کہلائے گا۔؟

الجواب - در مختار میں ہے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ الخ اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے قولہ نال فضل الجماعۃ) افاد ان الصلوۃ خلفہما اولیٰ من الانفراد الخ پس معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے یہی بہتر ہے کہ جماعت مذکورہ میں شامل ہو فقط واللہ تعالیٰ اعلم عزیز الرحمن عفی عنہ

اگر دو آدمی امام و مقتدی ہوں۔ مقتدی کا پیچھے ہٹنا افضل ہے جبکہ ثالث آدمی آجائے | **سوال ۶۳۱** - امام و مقتدی صرف دو آدمی ہیں تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے ہٹے۔؟

الجواب - اس حالت میں امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے کو ہٹنے دونوں امر جائز ہیں۔ لیکن مقتدی کا پیچھے ہٹنا اولیٰ ہے بہ نسبت امام کے آگے بڑھنے سے۔ کما فی الشامی وھو اولیٰ من تقدمہ لانہ متبوع الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

باب فی الجمعۃ والعیدین والجنائز

جامع مسجد کا فرش عیدگاہ میں بچھانا درست نہیں | **سوال ۶۳۲** - جامع مسجد کا فرش عیدگاہ میں بچھانا جائز ہے یا نہیں۔؟ الجواب - جامع مسجد کا فرش چٹائی وغیرہ عید گاہ میں بچھانا درست نہیں ہے فقط واللہ اعلم

نماز جمعہ کا سوائے جامع مسجد کے دوسری مسجد میں ہونے کا حکم | **سوال ۶۳۳** - نماز جمعہ سوائے جامع مسجد کے دوسری مسجد میں بھی جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب - دوسری مسجد میں بھی سوائے جامع مسجد کے جمعہ بلا کسی شرط کے درست ہے۔ فقط

نماز عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے | **سوال ۶۳۴** - نماز عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ آپس میں کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ نماز عیدین یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اُسی وقتِ خاص میں اُسکو سنت جاننا اور معمول بہ ٹھیرانا بعض فقہاء نے منع لکھا ہے اور تبیین محارم میں اُس کو روافض کے طریقہ سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے شامی میں ہے ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ یکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما صافحوا بعد اداء الصلوٰۃ ولانہا من سنن الروافض اھ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروھۃ لا اصل لہا فی الشرع الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن

عید کی نماز سے پہلے مطلقاً نفل منع ہی اور بعد میں مصلی میں منع ہے	**سوال ۶۳۵**۔ چہ فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرح متین اندریں مسئلہ کہ خواندن نماز نفل در عیدگاہ قبلاً یا بعد نیز، علمائے حنفیہ

روا است یا نہ۔؟ **الجواب**۔ در مختار میں ہے ولا یتنفل قبلہا مطلقاً وکذا لا یتنفل بعدھا فی مصلاھا قال الشامی قولہ وکذا لا یتنفل کما فی الکتب الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصلی اللہ علیہ وسلم خرج فصلی بھم العید لم یصل قبلہا ولا بعدھا وھذا النفی بعدھا محمول علیہ فی المصلی الخ۔

اذان ثانی جمعہ کا جواب زبان سے نہ دینا چاہیے	**سوال ۶۳۶**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع

متین اس مسئلہ میں کہ خطبۂ ثانی کی اذان کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ درست نہیں۔ کما فی الدر المختار وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

منبر یسار محراب میں ہونا چاہیے	**سوال ۶۳۷**۔ منبر کس جگہ ہونا چاہیے اگر مسجد کی محراب کے

اندر داہنے حصہ میں پختہ اینٹ کا منبر بنایا جاوے اور منبر کے بعد اس قدر جگہ محراب میں باقی رہے کہ اس میں امام کھڑا ہو سکے تو جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ شامی میں ہے ومن السنۃ ان یخطب ای المنبر علیہ اتباعاً بہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ثلث درج الخ اس سے معلوم ہوا کہ جو صورت سوال میں درج ہے درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جمعہ عند الحنفیہ مخصوص بمصر ہے	**سوال ۶۳۸**۔ ما قولکم رحمہم اللہ دریں مسئلہ کہ فی الحال در صوبہ بنگال

جم غفیر در دیہات نماز جمعہ ادا می کنند۔ صرف بایں وجہ کہ از ایام ماضیہ ہر خاص وعام نماز جمعہ بایں چنیں قیاساً کردہ می آیند۔ وگروہے از علمائے حنفیہ آں دیار می گویند کہ نزد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گرچہ در دیہات نماز جمعہ روا نیست مگر بایں مسئلہ بتقلید امام شافعیؒ در قریہ نماز جمعہ می گذاریم۔ پس قول او شاں چگونہ است و نماز جمعہ ہر خاص وعام گروہے موصوفان از علمائے کرام ادا شود یا نہ۔ بر مسلک حنفیہ جوابے

بے مُدلّل تحریر فرمایند- بینوا و توجروا-؟

الجواب- جمعہ باتفاق حنفیہ مخصوص بمصر است و در قریٰ جائز نیست کذا فی الہدایہ- صلوٰۃ الجمعۃ لاتصح الا فی مصر جامع او مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ- و منقول از امام ابوحنیفہؒ در بیان مصر این است کہ بازار- و کوچہا و حاکم نافذ کنندہ حدود داشتہ باشد- کذا فی المواہب للطرابلسی- مگر چوں تسلّط کفار غالب شد و حاکم اسلام مفقود شد پس تحقیق شرط حاکم نافذ کنندہ مفقود شد- پس اگر قریٰ مسئول عنہا بازار و کوچہا میدارند پس بموجب روایتِ مذکورہ جمعہ و اعیاد آنجا بوجہ شرائط دیگر انہا بلاشبہ رواست- و الا فلا لمافی الشمنی فلا یودی فی مفاضہ ولا قریۃ- لماروی البیہقی فی المعرفۃ وعبد الرزاق و ابن ابی شیبہ فی مصنفیہما عن علی انہ قال لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ الفطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او لمدینۃ ولانکان لمدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریٰ کثیرۃ ولم ینقل عنہ علیہ السلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ فیہا انتھی- و ظاہر است کسانیکہ نماز جمعہ در دیہات بتقلید شافعیہ ادا می کنند در نماز پنجگانہ و شرائط و تعداد و دیگر مسائل بر مسلک شافعیہ عمل نمی کنند- ایں را تلفیق می گویند و تلفیق نزد فقہا باطل است پس قول بعض علماء حنفیہ در بارہ جواز صلوٰۃ جمعہ در دیہات بتقلید شافعی ہرگز صحیح و درست نیست و نماز جمعہ او شان نہ نزد حنفیہ صحیح می شود و نہ نزد شافعیہ- پس گناہ ترک نماز ظہر و قیام جمعہ بصورتِ عدمِ جواز او بر وے لازمی می آید- فقط واللہ تعالیٰ اعلم- عزیز الرحمٰن

مصر کی معتبر و مفتی بہ تعریف اور مالیسع اکبر ساجدہم تعریف کی نقض

سوال ۶۳۹- عند الاحناف وجوب جمعہ کے لئے مصر تو یقیناً شرط ہے لیکن چونکہ تعریف مصر میں اختلاف عظیم ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ تعریف معتبر و مفتی بہ کونسی ہے اور اُس کا ماخذ کیا ہے مدلل بیان فرمادیں- وہ قریہ جس کی آبادی ۱۲۰۰ یقیناً ہے اور پانچ مساجد بھی ہیں اور تمام حوائج اہل قریہ بھی دستیاب ہوتی ہیں اور صاحب ہدایہ کی تعریف ھذا وعنہ انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ھم لم یسعھم کا بعینہٖ مصداق ہے اور صاحب شرح وقایہ کی عبارت ہذا و لایسع اکبر مساجدہ اہلہ مصر پر بھی انطباق ہے علاوہ بریں چونکہ قریہ مذکور میں شریف اہلِ علم آباد ہیں- اُن کی وجہ سے گرد و نواح کے اہل دیہات برائے شرکت جمعہ جمع ہو جاتے ہیں اور خوب مجمع ہو جاتا ہے لہذا بیان فرمائیے کہ قریۂ مذکورہ میں بنابر تعریف صاحب ہدایہ و شرح وقایہ جمع جائز ہے یا نہ- بہ ثانی شق میں دلیل اعراض عن التعریفین و ماخذ قول مفتی بہ ضرور تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں-؟

الجواب - مصر کی یہ تعریف وھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا - منقوض ہے صحیح یہ ہے کہ عرفاً وہ بستی شہر یا قصبہ کہلائے جانے کی مستحق ہو - اور قریہ کبیرہ جو مثل قصبے کے ہو اور ضروریات مردماں وہاں ملتی ہوں وہ بھی بحکم مصر ہے شامی میں ہے وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الی ان قال وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب الخ شامی - وفی باب العیدین من الدر المختار عن القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ در مختار -

شامی میں ہے ومثلہ الجمعۃ الخ پس معلوم ہوا کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں ہے حالانکہ تعریف مالا یسع اکبر مساجدہ الخ بہت سے قریوں پر صادق آتی ہے اسی لئے شامی نے اس تعریف کے ذیل میں نقل فرمایا ہے قولہ ومالا یسع ھذا یصدق علی کثیر من القری الخ اور اس تعریف پر یہ بھی نقض کیا گیا ہے کہ حرمین شریفین کی مسجد حرام اور مسجد نبوی اس تعریف سے خارج ہوئی جاتی ہیں کیونکہ وہاں مالا یسع صادق نہیں آتا بلکہ اُن مساجد میں وہاں کے رہنے والوں سے بہت زیادہ وسعت ہے کذا فی شرح المنیۃ الخ

فقط واللہ اعلم - کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ -

عید اور جمعہ کی نماز قریہ صغیرہ میں مکروہ تحریمی ہے | **سوال ۱۳۴۰** - گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہ - ؟

الجواب - عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ نماز عیدین کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں اور جبکہ وہ نماز عید نہ ہوئی تو نفل ہوگی اور نفل کو بتداعی وجماعت کثیرہ پڑھنا مکروہ ہے کما فی الدر المختار - وفی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ الخ قولہ صلاۃ العید ومثلہ الجمعۃ - شامی قولہ بما لا یصح ای علی انہ عید والا فھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ - شامی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ -

اذان بین یدی الخطیب کا جواب دینا اور دعا پڑھنا ممنوع ہے | **سوال ۱۳۴۱** - خطیب کے سامنے جو اذان کہی جاتی ہے اُس کا جواب دینا اور اُس کے بعد دعا پڑھنا کیسا ہے - ؟

الجواب - اذان بین یدی الخطیب کا جواب دینا اور اُس کے بعد دعا پڑھنا درمختار و شامی سے ممنوع ثابت ہوتا ہے درمختار باب الاذان میں ہے وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب الخ صفحہ ۲۶۸ جلد اول شامی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - عزیز الرحمن عفی عنہ -

اگر قریب کے چند چھوٹے چھوٹے گاؤں کے آدمیوں کو جمع کرلیا جاوے تو شہر کا حکم نہیں ہوگا اور جمعہ جائز نہ ہوگا | **سوال ۱۳۴۲** - اگر قریب کے چھوٹے چھوٹے گاؤں کے مردوں کو جمع کرلیا جائے جس کی مردم شماری

دواڑھائی ہزار ہو جاوے تو وہ بحکم شہر ہو سکتا ہے یا نہیں اور جمعہ وہاں درست ہو جائے گا یا نہیں۔؟

الجواب۔ مواضع جو بنگال میں ہیں اُن کی کیفیت معلوم ہونے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قریٰ صغیرہ ہیں ہر ایک بستی اُن میں سے قریہ صغیرہ ہے کیونکہ ہر ایک بستی میں جو علیحدہ نام کے ساتھ موسوم ہے چند مکانات ہوتے ہیں: اور غالباً ہر ایک بستی میں اُن مواضع میں سے تیس یا چالیس یا پچاس یا قدرے کم و بیش آدمی ہوتے ہیں پس اُن میں سے کسی مواضع اور قریہ میں شرائط ادا و جوب جمعہ مستحق نہیں ہیں اور یہ امر کہ چند مواضع کو جمع کر کے اُن کی آبادی اور مردم شماری کو دواڑھائی ہزار آدمی تک پہنچا کر اُس کو ایک بڑا قریہ یا بڑی بستی شمار کی جاوے قواعد شرعیہ کے اعتبار سے۔ اور نیز عرف و عادت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے البتہ جو جگہ ایسی ہے کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا قریہ ہو۔ اُس میں جمعہ واجب ادا ہوتا ہے سو بنگالہ میں بعض بعض ایسے شہر ہیں جن میں شرائط جمعہ موجود ہیں باقی وہ دیہات جو چھوٹے ہیں مثل محلوں کے وہ اگرچہ متصل اور قریب ہوں گر وہ سب اگر ایک شہر نہ کہلایا جاویگا بلکہ وہ چھوٹے چھوٹے دیہات سب متفرق قریے ہیں کہ اُن میں سے کسی میں بھی جمعہ نہیں ہو سکتا قال فی رد المختار وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق الخ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاہر انہ ارید بہ کراہۃ التنفل بالجماعۃ الخ باب الجمعۃ ص ۵۳۷ ج ۱ و فی باب العیدین من الدر المختار و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ الخ و فی رد المختار للشامی قولہ صلاۃ العید ومثلہ الجمعۃ ص ۵۵۵ ج ۱ شامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اگر کسی شخص موذی کو خواہ باللسان ہو یا بدبو منہ سے آتی ہو۔ عیدگاہ سے نکالا جاوے تو درست ہے

سوال ۱۴۳۳۔ زید بحالت نشہ عیدگاہ میں آیا لوگوں کو بدبو کی وجہ سے تکلیف ہوئی لوگوں نے اُس کو نکالدیا۔ اُس نے ہتک کی نالش کی یہ اخراج شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ یہ اخراج شرعاً جائز ہے ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ در مختار فقط واللہ اعلم۔

بعد نماز عید دعا مانگنے حدیث سے ثابت ہے

سوال ۱۴۳۴۔ بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبہ کے دعا مانگنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے منقول ہے یا نہیں؟

الجواب۔ نمازوں کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے اور نماز کے بعد دعا کی مقبولیت کی بشارت ہے پس اس حکم عام میں عیدین کی نماز بھی داخل ہیں کوئی وجہ ان کے خروج کی اُس حکم عام سے نہیں من ادعی فعلیہ البیان۔ لہذا دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کر بعد نماز عیدین کے مستحب ہے جیسا کہ تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے ہمارا اکابر بھی کا بھی یہی طریقہ رہا۔ عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات - رواہ الترمذی وفی حدیث معاذ بن جبل قال فلا تدع ان تقول فی دبر کل صلاۃ رب اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک الحدیث وعن سعد انہ کان یعلم بنیہ ہولاء الکلمات ویقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوات الحدیث - وفی الحصن فی آداب الدعاء والصلوٰۃ ای ذات الرکوع والسجود والمراد ان تقع الدعاء المطلوب بعدھا فھی من باب تقدیم العمل الصالح والتوسل الخ -

پس ان روایات وعموم ادلہ کے بعد یہ کہنا کہ دعاء بعد نماز عیدین بالتخصیص منقول ہے یا نہیں ایسا ہے جیسا کوئی یہ کہے کہ خاص ظہر کے یا عصر کے بعد یا فلاں خاص نماز کے بعد دعا ثابت ہے یا نہیں - الحاصل جیسا کہ یہ تمام نمازیں اس حکم میں داخل ہیں اسی طرح عیدین کی نمازیں بھی اس میں داخل ہیں فقط

کتاب الجنائز

مسلمان اگر عمر بھر بھی نماز نہ پڑھے تو اُس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے

سوال ۶۴۵ - ایک شخص مرگیا ہے جس نے تمام عمر میں کبھی نماز نہیں پڑھی تھی اس کی نماز جنازہ چالیس قدم بذریعہ رسی کے کھینچکر ایک دوسرے شخص نے پڑھائی اُن لوگوں کے لئے کیا حکم ہے - ؟

الجواب - واقعی رسی میں باندھنے کا بے نمازی مسلمان کے کھینچنے کا شریعت میں حکم نہیں ہے ایسا نہ کرنا چاہیے تھا اُس کے لئے استغفار کرنا چاہیے اور نماز جنازہ بے نمازی مسلمان کی پڑھی چاہیے - لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام - صلوا علی کل بر وفاجر الحدیث - فقط - واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

اگر کسی مصیبت سے بت پرست اپنا بچہ کسی مسلمان کو دیدے اور وہ بچہ مرجائے تو اسکی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

سوال ۶۴۷ - کسی بُت پرست نے بوجہ کسی مصیبت کے اپنے شیر خوار بچہ کو کسی مسلمان کو دیدیا - اب وہ طفل انتقال کر گیا اس کی جنازہ کی نماز پڑھی جاویگی یا نہیں - ؟ اور تجہیز و تکفین مثل مسلمانوں کے ہوگی یا نہ - ؟

الجواب - اُس بچہ پر نماز نہ پڑھی جاویگی اور تجہیز و تکفین مثل مسلمانوں کے نہ کی جاویگی - کما فی الدر المختار کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ای فی احکام الدنیا لا العقبیٰ الخ

قبر میں میت کا منھ کس طرف ہونا چاہیے

سوال ۶۴۸ - میت کا منھ قبر میں قبلہ کی طرف کرنا ضروری ہے یا کہ داہنی کروٹ پر لٹانا سنت ہے - ؟

الجواب - کتب فقہ میں یہ لکھا ہے ویوجّہ الیہا وجوباً یعنی میت کو متوجہ کیا جائے قبلہ کی طرف اور یہ واجب ہے اور شامی میں لکھا ہے لکن صرح فی التحفۃ بانہ سنۃ یعنی تحفہ میں یہ تصریح کی ہے کہ قبلہ کی طرف متوجہ کرنا میت کو سنت ہے - اور در مختار میں ہے وینبغی کونہ علی شقہ الایمن - اور لائق ہے

ہونا میت کا داہنی کروٹ پر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفرلہ

غسال کے پیچھے نماز وغیرہ درست ہونے کی تحقیق

سوال ۶۴۹ ۔ جو شخص غسل میت کا پیشہ کرے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور گواہی دینا کی شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو فتاویٰ خیریہ والے نے جو غاسل میت کی امامت کو مکروہ اور گواہی کو نا معتبر لکھا ہے اُس کا کیا مطلب ہوگا۔؟

الجواب۔ غسل میت پر اُجرت لینے کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے درمختار میں ہے والافضل ان یغسل المیت مجاناً فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ الخ و فیہ تفصیل ذکرہ الشامی و عبارۃ الفتح لا یجوز الاستیجار علیٰ غسل المیت و یجوز علی الحمل والدفن و اجازہ بعضھم فی الغسل ایضاً الخ۔ شامی۔ پس مجوزین قائل جواز امامت بلا کراہت و قبول شہادت ہیں اور غیر مجوزین قائل کراہت امامت و عدم قبول شہادت ہیں۔ پس قول صاحب فتاویٰ خیریہ مبنی قول عدم جواز پر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا جائز نہیں

سوال ۶۵۰ ۔ اگر بوجہ عذر کے میت کو تابوت میں رکھکر گھر میں دفن کرے اور بعد زائل ہونے عذر کے اُس تابوت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ دفن کے بعد میت کو یا اُس کے تابوت کو قبر سے نکالنا درست نہیں ہے۔ ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعہ۔ درمختار فقط

نماز جنازہ میں مقتدیوں کے لئے ثناء و درود پڑھنے کی تحقیق

سوال ۶۵۱ ۔ نماز جنازہ میں امام کے پیچھے ثناء و درود دعا پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہ پڑھے تو کیا حرج ہوگا۔؟

الجواب۔ نماز جنازہ میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے ثناء و درود و دعاء و تکبیر پڑھنا چاہیے۔ درمختار میں ہے کہ ان سب کا پڑھنا سنت ہے اگر نہ پڑھا تو ترک سنت ہوگا اور بعض فقہاء نے دعاء کا پڑھنا فرض فرمایا ہے کذا فی شرح المنیۃ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

میت خنثیٰ مشکل کو غسل مرد دے یا عورت؟

سوال ۶۵۲ ۔ ایک میت کا جس کا ستر مرد اور عورت دونوں کا ہو تو اُس کو غسل مرد دے یا عورت۔؟ **الجواب**۔ اگر میت خنثیٰ مشکل ہے تو اُس کو غسل نہ دیا جاوے گا نہ مرد غسل دے نہ عورت بلکہ تیمم کرا دیا جاوے ویتیمم الخنثی المشکل درمختار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

میت کے پیچھے باجرت معروفہ و مشروط قرآن پڑھنا جائز نہیں

سوال ۶۵۳ ۔ اس طرف رواج عام ہے کہ اگر کوئی شخص مر جاوے تو بعد دفن کے قرآن شریف پڑھاتے ہیں جمعہ تک اور ملا نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قیامت تک حساب منکر و نکیر و ضغطہ قبر رفع ہو جاتا ہے آیا بعد دفن کے قبر پر قرآن پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اُجرت معروفہ یا مشروطہ پر جو قرآن شریف میت کے لئے پڑھواتے ہیں اُس میں محققین نے لکھا ہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔ کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اخذ عوض کے تو میت کو کہاں سے ثواب پہنچیگا۔ البتہ اگر کوئی شخص للہ قرآن شریف کا ثواب میت کو پہنچا دے تو انشاء اللہ تعالیٰ اُسکا ثواب میت کو ملے گا خواہ مکان پر پڑھکر ثواب پہنچا وے یا گھر پر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز الرحمن

| زوج اپنی عورت کو غسل نہیں دیسکتا | **سوال ۶۵۴**۔ بی بی اگر مرجاوے تو خاوند اُس کو غسل دیسکتا ہے

یا نہیں۔ ؟ **الجواب**۔ نہیں دیسکتا و یمنع زوجہا من غسلہا و مسہا لامن النظر الیہا علی الاصح فیہ در مختار۔ ثم اجاب عن غسل علی رض بانہ محمول علی بقاء الزوجیۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز الرحمن

| نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے | **سوال ۶۵۵**۔ (مع جواب دیگر علماء) جنازہ کی نماز مسجد میں حنفیہ کے نزدیک پڑھنا کیسا ہے مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔ بصورت ثانیہ کراہت کی علت کیا ہے اور اگر علت مرتفع ہوجاوے تو کیا حکم ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی یا نہیں۔ اور حضرت ابوبکر و عمر کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی یا نہیں۔ اور اگر جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی جاوے تو درست ہوگی یا نہ۔؟

جواب اقول اول نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت کی علت یہ ہے کہ مسجد فرض نماز اور اُس کے توابع و نوافل کے لئے بنائی جاتی ہے نہ کہ نماز جنازہ کے لئے اس لئے اُسکی اصلی غرض کے خلاف استعمال میں لانا ہی جو جماعت کراہتہ ہے لہٰذا اگر علت رفع ہوجاوے یعنی صرف نماز جنازہ کے لئے کوئی مسجد مخصوص ہو تو اس میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔

قول ثانی۔ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس کی کراہت کی علت یہ ہے کہ مسجد کو پاک و صاف کرے کا حکم ہے اور میت کو مسجد میں لانے سے نجاست گرنے کا احتمال ہے اگر نجاست گری خلاف حکم ہوا جو باعث کراہت ہے لہٰذا اگر علت رفع ہوجاوے یعنی مسجد تلویث ہونے کا احتمال نہیں ہے تو نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا درست ہے۔ قول ثالث۔ جنازہ کی نماز مسجد میں حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور بعض علماء تحریمی کے قائل ہیں۔ اگر نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی جاوے تو بھی درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر دونوں بیٹوں بیضاء کے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نماز بھی پڑھی گئی ہے اور آنحضرت سے صاف آیا ہے کہ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی علیہ۔ یعنی جو شخص نماز جنازہ مسجد میں پڑھے اُس پر گناہ نہیں۔ اور سنن ابی داؤد میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی علیہ یعنی جو نماز پڑھے جنازہ کی مسجد میں پس نہیں ہے کوئی خوف اُوپر اُس کے۔ پس اس حدیث سے اجازت معلوم ہوئی ہے ان تینوں قول میں کونسا صحیح ہے اور جو صحیح نہیں اس

کا مدلل جواب دیں۔؟ **الجواب**۔ صحیح اور مختار عند الحنفیہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کی مسجد جماعت میں مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا خارج عن المسجد ہو۔ کیونکہ علت کراہت کی یہ ہے کہ مسجد فرائض خمسہ کے لئے اور ان کے توابع کے بنائی گئی ہے اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے روایت ابوداؤد و احمد میں سے ہے من صلی علی میت فی المسجد فلاشیٔ لہ اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے فلیس لہ شئی اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ پہلی دو روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ جس نے جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی اس کو کچھ ثواب نہ ہوگا۔ اور ابن شیبہ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی یعنی کامل نماز نہ ہوگی۔ اور ایک روایت ابی اور ابن ماجہ کی یہ ہے فلا اجر لہ یعنی اس کو ثواب کچھ نہ ملے گا بہر حال یہ جملہ روایات ممانعت کی دلائل قویہ ہیں اور صحابہ میں جن کی نماز مسجد میں پڑھی گئی وہ بوجہ کسی خاص ضرورت کے۔ جو شراح نے لکھدیا ہے اُن سے استدلال درست نہیں اور حضرت عائشہ رضؓ نے جب ارادہ سعد بن وقاص کے جنازہ کی نماز کا مسجد میں پڑھنے کا کیا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر انکار کیا۔ چنانچہ صاحب لمعات اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ان عائشۃ لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت ادخلوا بہ المسجد حتی اصلی علیہ فانکر ذلک علیہا الحدیث انکار الصحابۃ والتابعین مع کثرتھم دلیل علی ان الامر استقر لدیہ ذلک علی ترکہ و نسخہ انتہٰی لمعات علی المشکوٰۃ۔ باقی یہ کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں دونوں قول حنفیہ کے ہیں دلائل سے قول کراہت تحریمی کا راجح ہے اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یعنی فرضیہ ساقط ہو جاتی ہے لیکن چونکہ مکروہ و ممنوع ہے لہٰذا ایسا نہ کرنا چاہیے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

نقل عبارت شاہ صاحب حدیث ابی داؤد میں فلاشئی لہ ہے تخریج ہدایہ میں ہے قال الخطیب المحفوظ فلا شیٔ لہ الا سعد ابن عربی وقاص کے واقعہ میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امہات المومنین نے مسجد میں محض دیدار کی ہے مؤطا مالک میں ہے انھا امرت ان یمر علیھا بسعد بن ابی وقاص فی المسجد لتدعو لہ اھ۔ قصۂ سہیل کا جو عہد نبوت میں واقع ہوا ہے ایک ہی واقعہ ہے عمانی المؤطا ممکن ہے کہ منھ کے عذر سے ہوا ہو۔ سنت نہیں اور مصلی جنائز کے عہد نبوت میں مسجد کے جنب میں تھا کماذکر السمہودی۔ وتاریخ میں تطرق احتمال ہوتا ہے شرائع میں ایسا نہیں۔ فقط محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس اول مدرسہ

اگر مسلمان تمام عمر نماز نہ پڑھے تب بھی اُسکی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے

سوال ۶۵۶۔ ایک شخص نماز عمر بھر نہیں پڑھی لبعد مدت دراز کے وہ مرگیا پس اُس شخص کے غسل و جنازہ وغیرہ کی نسبت کیا حکم کیا ہے ہمارے اطراف کے ایک مولوی صاحب نے ذیل کی آیت سے اُس کے غسل و جنازہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ آیا صحیح

ہے یا نہیں ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔

الجواب۔ حدیث شریف میں ہے صلوا علی کل بر و فاجر۔ الحدیث۔ موافق اس حدیث کے ہر ایک مسلمان کی جنازہ کی نماز و غسل ہونا ضروری ہے اور بے نمازی بھی مسلمان ہے اس کے جنازہ کی نماز اور غسل بھی ضروری ہے اور فقہاء رحمہم اللہ نے جن لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے اُن میں بے نمازی کو داخل نہیں فرمایا۔ اور آیت موصوفہ سے استدلال بے نمازی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنے کا محض غلط اور باطل ہے آیت مذکورہ میں کفار و منافق کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنیکا امر فرمایا ہے یا یوں کہو کہ منافقین و کفار کے جنازہ کی نماز سے منع فرمایا ہے مسلمانوں کے جنازہ کی نماز کی ممانعت اس سے سمجھنا سخت غلط بیانی اور دھوکہ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

بدعات مروجہ میت | سوال ۶۵۷- بدعات مروجہ میت کے متعلق کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ اقول و باللہ التوفیق۔ دفن سے میت سے فارغ ہو کر واپسی میں جو اہل میت نے کھانا آنحضرت صلی اللہ کے سامنے رکھا اس کو شرح منیۃ الکبیر میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح و ابو داؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیء بالطعام فوضع بین یدیہ ووضع القوم فاکلوا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال انی اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا الیٰ اخر الحدیث۔

اس روایت کو نقل کر کے صاحب شرح منیہ لکھتے ہیں فھذا یدل علی اباحۃ صنع اھل المیت الطعام والدعوۃ الیہ۔ لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ واقعہ خاص ہے اور اتفاقیہ ہے لیکن جبکہ رسم ہو جاوے۔ اور طرح طرح کی خرابیوں کو مشتمل ہو۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہے تو پھر اس کی ممانعت میں شبہ نہیں۔ علاوہ بریں حدیث جریر کنا نعد الاجتماع الیٰ اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ مقتضی حرمت ہے اور یہ واقعہ خاصہ مقید اباحۃ تو حسب قاعدہ اصول محرم کو ترجیح ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ علم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

میت کو دفن کے بعد نکالنا جائز نہیں | سوال ۶۵۸۔ زید باشندہ بھاگلپور مرد مسلمان اتفاق سے برائے سیر و سیاحت دارجلنگ میں آیا جو غالباً بھاگلپور سے دارجلنگ تک ریل میں فقدار کا رہیں بقضائے الٰہی فوت ہو گیا اس کے باپ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی زید کے باپ نے بھاگلپور سے تار کا جواب دیا کہ اس کو تمام مسلمان مقبرہ میں دفن کردو۔ چنانچہ از روئے شرع شریف مطابق حکم تار اسکی تجہیز و تکفین مسلمانوں کے مقبرہ میں ہو گئی۔ اب آٹھ یا نو روز کے بعد زید کا والد آیا۔ اس نے اپنی خواہش ظاہر کی

کہ مردہ کو قبر سے نکال کر اپنے وطن بھاگلپور لے جاؤں گا چنانچہ گورنمنٹ سے اجازت طلب کی گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ مذہبی معاملہ ہے گورنمنٹ کو کچھ حق نہیں ہے مسلمانوں سے دریافت کرو اس پر ایک درخواست انجمن اسلامیہ میں انھوں نے دی انجمن اسلامیہ کے پیش امام مسجد نے فتویٰ دیا کہ لے جاسکتے ہیں اور مُردہ کو قبر سے نکال سکتے ہیں خود شریک تھے اور عام مسلمانوں کے نام انجمن سے ایک نوٹس جاری ہوا کہ کُل مسلمان اس کار خیر میں شریک ہوں۔ نعش بھاگلپور روانہ ہوگئی۔ چونکہ ہم چند مسلمانوں کو اس نئی بات ہو جانے سے تشفی نہیں ہوئی۔ لہذا بذریعہ استفتاء ہذا دریافت کرتے ہیں کہ جو نئی بات ہوئی کہ جسکو ہم لوگوں نے کبھی دیکھی نہ سُنی اس لئے تشفی نہیں ہوئی تو آیا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا صحابہؓ یا تابعینؒ کے زمانے میں ایسا واقعہ ہوا یا نہیں۔ اور مطابق مذہب حنفیہ مردہ مدفون کو قبر سے نکال لیجانا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ میت کو دفن کرنے کے بعد نکالنا اور کسی دوسری جگہ لے جانا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے واما نقله بعد دفنه مطلقاً۔ قال فی الفتح واتفقت کلمة المشائخ فی امرأة دفن ابنها وهی فی غیر بلدها فلم تصبر وارادت نقله علی انه لا یسعها ذلك الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

مردوں اور عورتوں کو عید سے پہلے یا بعد عید کی نماز کے سنت پڑھنا مکروہ ہے

سوال ۶۵۹۔ مردوں اور عورتوں کو عیدین کی نماز سے پہلے یا بعد میں نفل پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ اور غسل کرنا اور اچھے کپڑے پہننا کیسا ہے؟

الجواب۔ درمختار میں ہے ولا یتنفل قبلها مطلقاً الخ وکذا لا یتنفل بعدها فی مصلاها فانه مکروه عند العامة الخ ترجمہ یہ ہے کہ نہ نفل پڑھے پہلے عیدین کی نماز کے مطلقاً اور اسی طرح بعد نماز عیدین کے عیدگاہ میں کہ یہ اکثر کے نزدیک مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور عورتوں کو سب کو مکروہ ہے اور غسل کرنا اور اچھے کپڑے بدلنا اُس دن سب کو مستحب ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قریہ صغیرہ میں جمعہ ادا نہیں ہوتا

سوال ۶۶۰۔ عند الاحناف وجوب جمعہ کے لئے مصر تو یقیناً شرط ہے لیکن چونکہ تعریفِ مصر میں اختلاف عظیم ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ تعریف معتبر و مفتی بہ کونسی ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے مدلل بیان فرمادیں وہ قریہ جس کی آبادی ۲۰۰ یقیناً ہے اور پانچ مساجد بھی ہیں اور تمام حوائج اہل قریہ بھی دستیاب ہوتی ہیں اور صاحب ہدایہ کی تعریف هذا وعنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم کا بعینہ مصداق ہے اور صاحب شرح وقایہ کی عبارت ہذا ولا یسع اکبر مساجدها اهلها مصر پر بھی انطباق ہے علاوہ بریں چونکہ قریہ مذکورہ میں شریف اہل علم آباد ہیں اُن کی وجہ سے گردونواح کے اہلِ دیہات برائے شرکت جمعہ جمع ہوتے ہیں اور خوب مجمع ہو جاتا ہے لہذا بیان فرمائیے کہ بنابر تعریف صاحبِ ہدایہ و شرح وقایہ جمعہ جائز ہے یا نہیں ثانی شق میں دلیل اعتراض

عن التعریفین وماخذ قول مفتی بہ ضرور تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔؟

الجواب۔ مصر کی یہ تعریف وھو ما لیسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا منقوض ہے صحیح یہ ہے کہ عرفاً وہ بستی شہر یا قصبہ کہلائی جانے کی مستحق ہو اور قریہ کبیرہ جو مثل قصبہ کے ہو۔ اور ضروریات مردماں وہاں ملتی ہوں وہ بھی بحکم مصر ہے شامی میں ہے وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق الیٰ ان قال فیما ذکرنا اشارۃ الیٰ انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر الخ شامی وفی باب العیدین من الدر المختار عن القنیۃ صلاۃ العید فی القریٰ مکروہ تحریماً۔ شامی میں ہے ومثلہ الجمعۃ الخ پس معلوم ہوا کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں ہے حالانکہ تعریف ما لا یسع اکبر مساجدہ الخ بہت سے قریوں پر صادق آتی ہے اس لئے شامی نے اس تعریف کے ذیل میں نقل فرمایا ہے۔ قولہ وما لا یسع ھذا الیصدق علی کثیر من القریٰ الخ۔ اور اس تعریف پر یہ بھی نقض کیا گیا ہے کہ حرمین شریفین کی مسجد حرام ومسجد نبوی اس تعریف سے خارج ہوئی جاتی ہے کیونکہ وہاں ما لا یسع صادق نہیں آتا بلکہ ان مساجد میں وہاں کے رہنے والوں سے بہت زیادہ وسعت ہے کذا فی شرح المنیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قریہ مخصوصہ میں جمعہ کا جائز نہ ہونا جواب سابق سے واضح ہے کیونکہ جس تعریف کی بناء پر اس میں جمعہ کے جواز کا خیال ہوتا تھا جبکہ وہ تعریف ہی منقوض ہوگئی تو جمعہ اس بناء کے رُو سے کیسے صحیح ہوگا اور قریہ مخصوص بلحاظ آبادی قریہ کبیرہ بھی نہیں ہے بلکہ قریہ صغیرہ ہے اس وجہ سے اس میں جمعہ ادا ہونے کے شرائط موجود نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ قریہ کبیرہ ہونا باعتبار کثرت آبادی کے ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عیدگاہ حرام پیسے سے بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

سوال ۶۶۱۔ اگر کسی عیدگاہ کو ہیجڑے نے بنوائی ہو جس کا پیسہ ناچ گانے سے حاصل ہوا ہو اور اس جگہ کو لوگ ہیجڑے کی چھتری کہتے ہوں اس عیدگاہ میں نماز پڑھنی اچھی ہے یا کسی میدان میں۔؟

الجواب۔ نماز عیدین شہر سے باہر جنگل میں یا عیدگاہ میں پڑھنا مسنون ہے اور جس عیدگاہ میں حرام پیسہ لگا ہو۔ اس میں مکروہ ہے اس سے بہتر ہے کہ میدان میں پڑھیں۔ قال فی الدر المختار واما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ وعید ھامسجد فی حق جواز الاقتداء الخ۔ وفی الشامی قال تاج الشریعۃ اما لو انفق فی ذلک مالاً خبیثاً او ما سببہ الخبیث والطیب فیکرہ لان اللہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

بعد صلوٰۃ عیدین مصافحہ کرنا بدعت ہے

سوال ۶۶۲۔ دربارہ مصافحہ بعد الصلوٰۃ۔؟

الجواب۔ لکن قد یقال ان المواظبۃ علیھا بعد الصلوٰۃ خاصۃ قد یودی الجھلۃ الی اعتقاد سنیتھا خصوص

هذه المواضع الی ان قال ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوٰة بکل حال انہ لانها من سنن الروافض الخ- آخر عبارت سے یہ واضح ہوا کہ یہ طریقہ روافض کا ہے اس لئے اس کا التزام نہ کرنا چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

عید کی نماز جنازہ سے پہلے اور خطبہ جنازہ کے بعد ہونا چاہیئے

سوال ۶۶۳- بعد ادائے عید قبل از خطبہ صلوٰۃ جنازہ بکراہت جائز ہے یا بلا کراہت یا خلافِ اولیٰ ہے؟

الجواب- در مختار میں ہے کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سے پہلے ہونی چاہیئے اور جنازہ کی نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہیئے پس مقدم کرنا جنازہ کا خطبہ عیدین پر ضروری ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خطبہ جمعہ کے درمیان وعظ کہنا اُردو فارسی کے اشعار پڑھنا مکروہ ہے

سوال ۶۶۴- خطبہ جمعہ میں اردو فارسی واشعار نظم ونثر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب- خطبہ جمعہ میں اُردو فارسی و نظم ونثر پڑھنا مکروہ و بدعت ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسویٰ ومصفیٰ شرح موطا میں تحقیق فرمایا ہے کہ عربی کا ہونا خطبہ کا سنت مستمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہؓ کا ہے کبھی اس کا خلاف سلف سے نہیں منقول ہوا۔ اور جو عمل مستمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہؓ کا ہو وہ سنت ہے اُس کا خلاف بالضرورت بدعت ہوگا۔ یہ بھی حضرت شاہ صاحب موصوف نے ارقام فرمایا ہے کہ صحابہؓ باوجودیکہ بلاد عجم فارس وغیرہ تشریف لے گئے اور مسائل دینیہ اور احکامِ شریعت ان کو ان کی زبانوں میں تعلیم فرماتے۔ لیکن خطبہ میں کچھ تغیر نہیں کیا اور اس میں رعایت مخاطبین کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ خطبہ وعظ اور نصیحت ہے اُن کی زبانوں میں ترجمہ نہیں کیا۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ قرآن شریف بغرض وعظ وتذکیر نازل ہوا ہے اور قرآن شریف سے تذکیر مقصود ہے لیکن نماز میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنا درست نہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ خطبہ مثل شطر صلوٰۃ کے ہے جیسا کہ شامی میں ہے قوله بل کشطرها ای الثواب هذا تاویل لما ورد بلا اثر من ان الخطبة کشطر الصلوٰة فان مقتضاه انها قامت مقام رکعتین من الظهر کما قامت الجمعة مقام رکعتین منه الخ شامی باب الجمعة وفی بیان الصلوٰة ذکره الدعاء بالعجمیة لان عمر رضی الله عنه نهی عنه رطانة الاعاجم - والرطانة کما فی القاموس الکلام بالعجمیة۔ الغرض روایات فقہیہ سے اور عمل صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ خطبہ میں اردو فارسی نظم ونثر مکروہ اور بدعت ہے اور درمیان خطبہ کے وعظ کہنا بھی ایسا ہی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

کتاب الزکوٰۃ

سادات کو ہر زمانہ میں زکوٰۃ دینا ناجائز ہے

سوال ۶۶۵- سادات کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔

اور امام صاحب کی ظاہر روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے

الجواب۔ ظاہر مذہب اور مفتی بہ مذہب حنفیہ کا یہی ہے کہ سادات کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے درمختار میں ہے ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع قوله اطلاق المنع يعني سواء في ذلك كل الازمان وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند۔

پراوڈنٹ فنڈ کے روپیہ وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ نہیں

سوال ۶۶۶۔ بعض ملازمت ہائے انگلشیہ میں ایک طرز پراوڈنٹ فنڈ کا جاری ہے پراوڈنٹ فنڈ یہ ہے کہ تنخواہ ملازم میں سے ایک مقدار ہر ماہ میں کٹتی رہتی ہے اور وہ روپیہ رقم جمع ہو کر بوقت علیحدگی خود ملازم یا درصورتِ فوت ملازم اُس کے ورثہ کو ملتا ہے اس سوال میں خالص بریلی کالج فنڈ کی بحث ہے جس کے قواعد میں ابتدائً یہ تھا کہ اگر ملازم چاہے تو پانچ فی صدی اپنی تنخواہ میں سے پراوڈنٹ فنڈ میں جمع کرتا ہے لیکن جبکہ بعض ملازمین نے اس قاعدہ پر اعتراض کر کے پوری تنخواہ ماہانہ لینی چاہی تو کمیٹی منتظم کالج نے قاعدہ مذکورہ کے بجائے اجبار کردیا جس سے ہر ملازم کی تنخواہ میں سے ماہانہ رقم وضع ہونے لگی اور اختیار نہیں رہا کہ کبھی وہ حالتِ ملازمت میں بجز صورت علیحدگی یا فوت ہونے کے رقم مجرا کردہ لے سکے۔ یہ رقم مجرا شدہ وقتاً فوقتاً الہ آباد بنک میں ہر ملازم کے نام کے آگے تعداد رقم مجرا شدہ ششماہی اور سالانہ لکھی جانے لگی اور اُس پر منافع دوسرے خانہ میں لکھا جانے لگا۔ اور تیسرے خانہ میں رقم مجرا شدہ کے برابر رقم اور لکھی جانے لگی کمیٹی منتظمہ ملکہ گورنمنٹ کا عطیہ خاص اپنی طرف سے یہ رقم ملازم کالج کے لئے تھی اور رہے یعنی وقت علیحدگی ملازم کے مجموعہ تینوں رقم کا ملنے کا قاعدہ ہوا لیکن رقم مجرا شدہ از تنخواہ کے ملنے کا وقت علیحدگی ہر حال میں وعدہ تھا اور ہے پر اپنی رقم عطیہ کے ملنے کو کمیٹی نے اس بات کے ساتھ مشروط کیا کہ وقت علیحدگی ملازم کے ول کمیٹی کی طرف سے رزیلوشن تجویز ہو گئے۔ آیا اس ملازم کو رقم عطیہ ملے یا نہیں۔ حکم ہونے پر رقم مذکور عطیہ ملازم کو دی جاویگی ورنہ نہیں یہ طریقہ پنشن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو بوقت پیری یا علیحدگی ملازم کو امداد دے سکے اور ساتھ میں ایک نوع دباؤ یا لالچ دلانے کی صورت بھی ہے اور ترغیب پروفیسران ومعلمانِ کالج کے لئے وفاداری گورنمنٹ کی کہ اُن کا روپیہ جزو تنخواہ جو جمع ہو کر زائد رقوم ہو کر ہزاروں تک ہو کر کمیٹی کے اختیار و قبضہ میں رہتا ہے اگر وہ وفادار نہ بنیں تو ان رقوم سے ہاتھ اٹھائیں۔ بالجملہ دوم اگست ۱۹۱۵ء کو ایک پروفیسر کو رقم مبلغ ایک ہزار سات سو چوّن روپیہ چودہ آنے ایک پائی مجموعہ ہر سہ رقمات مذکورہ یعنی رقم مجرا شدہ از تنخواہ مبلغ چھ سو نوّے روپیہ و رقم سود یا منافع مذکورہ تعدادی دوسو اٹھائیس روپیہ دس آنہ آٹھ پائی و رقم عطیہ از جانب کمیٹی مساوی رقم اول تعدادی چھ سو نوّے روپیہ کا

بحمدہ تعالیٰ عطا ہوا۔ اور روپیہ پروفیسر کے ہاتھ میں آگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس رقم پر بعد حولان حول زکوٰۃ اُس کے ذمہ لازم و واجب ہوگی یا صرف زکوٰۃ سنین ماضیہ کی واجب ہے۔؟

الجواب۔ ہر سہ رقم وصول ہو جانے کے بعد حولان حول ہونے کے بعد زکوٰۃ دینا واجب ہوگا سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کسی رقم کی بھی لازم نہ ہوگی۔ رقم منافع و رقم عطیہ پر عدم وجوب زکوٰۃ ظاہر ہے کہ ابھی ملک مزکی میں ہی نہیں آئی اور رقم مجرا شدہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ شان مصادرہ موجود ہے اور اجبار اُس کی دلیل ہے اور معرض سقوط میں ہونا اُس کا مستبعد نہیں۔ ومالا مثل حدیث علیؓ لازکوٰۃ فی مال الضمار (درمختار) قولہ حدیث علی کن ۲اعز اہ فی الھدایۃ الی علی ولیس بمعروف و۲نما ذکرہ سبط ابن الجوزی فی ۲ثار الصاف عن عثمان و۲بن عمر عن ۲فی شرح النقایہ لملا علی قاری ج (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

عشری زمین کی تعریف اور باوجود مالگذاری لینے کے عشر واجب ہے یا نہیں

سوال ۶۶۷۔ زمین عشری کی کیا تعریف ہے اور کیا اپنی طرف سب زمین عشری ہے اور سب کا عشر دینا واجب ہے حالانکہ سرکار بھی مالگذاری لیتی ہے اور جو زمین مہاجن سے مسلمان نے لی ہے اُس کی آمدنی پر بھی عشر دیا جاوے اور عشر مالک کے ذمہ ہے یا کاشتکار کے۔ اگر مالک خود کاشت کرے تو کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ عشری زمین کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین میں عشر واجب ہے وہ عشری ہے جس وقت پورا حال معلوم نہ ہو جیسا کہ اس وقت ہے تو عموماً یہ حکم کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی مملوکہ زمین عشری سمجھی جاتی ہے اور کفار کی مملوکہ اراضی خراجی۔ پس مسلمان کے پاس جو زمین مثلاً معافی کی چلی آتی ہے یا اُس نے کسی مسلمان سے خریدی ہے وہ عشری ہے اور جو زمین کافر سے خریدی ہے وہ خراجی رہے گی اور بعض حضرات نے ایسا بھی لکھا ہے کہ جب سرکار سب زمینوں کا محصول لیتی ہے تو سب خراجی ہی ہیں مگر مقتضائے احتیاط یہی کہ مسلمان اپنی اراضی مملوکہ میں عشر نکالیں۔ زمین اگر اجارہ پر دی گئی تو امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے رقم اجارہ میں سے دسواں حصہ صدقہ کرے اگر مالک خود کاشت کرے تو تمام پیداوار کا دسواں حصہ نکالے۔ محصول سرکاری وغیرہ کچھ وضع نہ ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فدیۂ صوم کا ایک مسئلہ

سوال ۶۶۸۔ فدیۂ صوم میں اگر ماہ یا کم و بیش ایک مسکین کو کھانا دیا جاوے ورلقایا ایک ماہ یا کم و بیش کی قیمت اُسی کو ایک دفعہ ایک دن دیدی جاوے تو جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ کفارہ میں ایک تو محتاج کو ایک دن میں زیادہ دینے سے ایک دن کا فدیہ ادا ہوتا ہے مثلاً قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کو یا روزہ کے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کا حکم تو ان میں اگر ایک فقیر کو ایک دن میں زیادہ مقدار دیگا تو وہ ایک دن کا ہوگا زیادہ محسوب نہ ہوگا اور شیخ فانی جسکو رمضان کے

روزوں کا فدیہ دینا درست ہے اُس میں اگر ایک محتاج کو کئی روز کا فدیہ دیدیوے تو ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے وبلا تعدد فقیر۔ شامی میں ہے قولہ وبلا تعدد فقیر ای بخلاف کفارۃ الیمین للنص فیھا علی التعدد الخ چونکہ آپنے تصریح نہیں فرمائی کہ آپ کی مراد کفارۂ صوم کا ہے جو کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیا جاتا ہے یا جو شخص عاجز روزہ رمضان کے رکھنے سے ہے وہ جو فدیہ ادا کرتا ہے وہ مراد ہے اول اور ثانی کے حکم حکم میں فرق ہے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا یا اناج یا نقد دیوے یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دیوے یہ ضروری ہے ایک مسکین کو ایک دن میں زیادہ دے گا تو ایک دن کا ہی ادا ہوگا۔ الحاصل کفارہ میں تعدد فقرأ کا یا تعدد ایام کا ضروری ہے اور فدیہ میں تعدد فقرأ و تعدد ایام کی ضرورت نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

زمین عشری سے اگر خراج لیا جاوے ظلمًا۔ تو عشر دینا دیانۃً لازم ہے

سوال ۶۶۹- مولانا عبد الحی صاحب در مجموعۂ فتاوی جلد دوم ص۲۱۸ نوشتہ اند کہ ہر کہ در زمین مملوکہ خود باب باران کاشت کرد عشر غلہ بر و واجب الادا است۔ مگر در صورتیکہ خراج زمین مذکورہ بحاکم وقت دادہ شود دراں وقت عشر ساقط است بحکم عبارت رد المحتار وغیرہا لایجتمع العشر مع الخراج انتہی۔ تفصیل این مسئلہ چگونہ است وقولہ لایجتمع العشر مع الخراج چہ معنی دارد۔؟

الجواب۔ معنی قولہ لایجتمع العشر مع الخراج انہ لایوخذ من الارض الخراجیۃ العشر ولا من العشریۃ الخراج ولکن ان اخذ من العشریۃ الخراج فھل یسقط العشر فھو محل تامل۔ پس ظاہر آن است کہ مولانا عبد الحی صاحب مرحوم حکم زمین خراجی نوشتہ اند کہ اگر از زمین خراجی حکام خراج گرفتند ادائے عشر لازم نخواہد شد۔ لیکن اگر از زمین عشری خراج گرفتہ شد ظاہر آن است کہ دیانۃً بذمہ مالک ادائے عشر لازم است۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

کس زمین پر خراج اور کس زمین پر عشر ہے

سوال ۶۷۰- میرے پاس تین قسم کی زمین ہے ان میں سے کونسی زمین پر خراج ہے اور کونسی پر عشر یا کیا۔؟

قسم اول۔ جنگل سرکاری پڑا ہوا تھا سرکار میں درخواست کی گئی وہ مجھے ملی اور میری ملک میں ہے

قسم دوم۔ ایک کافر سے خریدی گئی جو میری ملک ہے قسم سوم۔ سرکاری زمین مثلاً ایک سال یا زیادہ کے لئے زراعت کے واسطے دی جاتی ہے۔؟

الجواب۔ در قسم اول زمین عشر لازم است۔ لان العشر الیق بالمسلم وما(۱) اسلم اھلہ طوعًا او فتح عنوۃً وقسم بین جیشنا(۲) والبصرۃ ایضًا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم (درمختار) قولہ لانہ الیق بالمسلم

ای بما فیہ من معنی العبادۃ رد المحتار و فیہ دیوان المسلم اولذمی سقاھا مرۃ بماء العشر ومرۃ بماء الخراج فالمسلم احق بالعشر والذمی بالخراج الخ و در قسم خراج است او ۲ مشتری مسلم نکد می ارض خراج یجب الخراج الخ در مختار و در قسم سوم عشر در خارج لازم است لانھم صرحوا بان الملک غیر شرط فیہ بل سبب وجوبہ الارض النامیۃ وشرطہ ملک الخارج ای لا ملک الارض کما فی الاراضی الموقوفۃ کذا فی رد المحتار۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

صدقۂ فطر و زکوٰۃ کا ایک مسئلہ | **سوال ۱۷۶** - ایک شخص چند قطعہ زمین کا مالک ہے اُس کی آمدنی اہل و عیال میں صرف کر کے جو کچھ باقی رہتا ہے وہ مقدار نصاب سے کم ہے اور قیمت اُن قطعات کی دس نصاب ہوگی اُس پر قربانی اور صدقۂ فطر دینا واجب ہے یا نہ؟ بر تقدیر عدم وجوب اخذ صدقۂ فطر و دیگر صدقات نافلہ و واجب جائز است یا نہ؟ (۲) کونسی زمین عشری اور کونسی خراجی ہے اگر زمین عشری سے خراج سرکاری لے لیا جاوے تو عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہ۔؟

الجواب - وفی التتارخانیۃ سئل محمد عمن لہ ارض یزرعھا او حانوت یستغلھا او دار غلتھا ثلثۃ آلاف ولا تکفی لنفقتہ و نفقۃ عیالہ سنۃ یحل لہ اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتھا تبلغ الوفاً وعلیہ الفتویٰ وعندھما لایحل پس معلوم شد کہ موافق قول امام محمد کہ مفتی بہ است صدقۂ فطر و قربانی بر و واجب نیست و اخذ زکوٰۃ و صدقۂ فطر وغیرہ او را حلال است واحوط آن است کہ صدقۂ فطر بدہد و قربانی کند و زکوٰۃ و صدقۂ فطر نگیرد۔ (۲) اراضی مملوکہ مسلمانان را کہ حال آنہا معلوم نیست احتیاطاً عشری باید شمرد و عشر از انہا باید داد و از زمین عشری اگر خراج گرفتہ شود عشر ساقط نمی شود فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اراضی دار الحرب کے متعلق مسئلہ | **سوال ۲۷۶** - پنجاب میں موات زمین کا احیاء انگریزوں نے پنجابیوں سے کرایا ہے نہریں انگریزی خرچ سے طیار ہوئی ہیں۔ آباد خود کاشتکار کرتے ہیں بعض کاشتکاروں سے سرکار نے قیمت لے کر زمین اُن کی ملک کر دی ہے بیع ہبہ وغیرہ کا اُن کو اختیار دیدیا ہے محصول معین لیتے اور جن سے قیمت وصول نہیں ہوئی سرکار نے اُن کو موروثی قرار دیا ہے اُن کو بیع وغیرہ کا اختیار نہیں اُن سے محصول زیادہ لیتے ہیں یہ دونوں قسم کی زمین عشری ہے یا خراجی اور اجارہ کی صورت میں عشر مالک پر ہے یا مستاجر پر۔ اور مزارعت کی صورت میں کس پر۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب - اراضی دار الحرب کو علامہ شامی نے عشری اور خراجی ہونے سے خارج کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔ ویحتمل ان یکون احترازاً عما وجد فی دار الحرب فان ارضھا لیست ارض خراج او عشر الخ (شامی باب الرکاز) غالباً اسی بناء پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مالا بد منہ میں اراضی ہندوستان کو

عشری قرار نہیں دیا باقی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ عشر دینا احوط ہے اور زمین عشری کو اگر اجارہ پر دیا جاوے یا مزارعت پر تو اجارہ کی صورت میں امام صاحب موجر پر اور صاحبین متاجر پر عشر واجب فرماتے ہیں والعشر علی الموجر الخ وقالا علی المستاجر۔ وفی الحاوی وبقولہما ناخذ الخ اور مزارعت کی صورت میں عشر دونوں پر بقدر حصہ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

ہندوستان کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی اور عشر اجارہ کی صورت میں متاجر پر ہوتا ہے

سوال ۶۷۳۔ عشری زمین کسے کہتے ہیں اور خراجی زمین کسے کہتے ہیں جو لوگ زمینداروں کو مالگذاری ادا کرتے ہیں ان لوگوں پر کس حساب کے غلہ میں صدقہ واجب ہے۔؟

الجواب۔ شامی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی زمین عشری وخراجی نہیں ہیں اگر احتیاطاً عشر دے تو بہتر ہے اور جو لوگ زمیندار کو مالگذاری ادا کرتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ عشر کس پر واجب ہے امام صاحب زمیندار پر واجب فرماتے ہیں اور صاحبین متاجر پر۔ اور درمختار میں ہے وبقولہما ناخذ اور شامی نے بھی بعد تفصیل وتحقیق کے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے اور مفتی بہ وماخوذ بہ کیا ہے حیث قال فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولہما ذلک۔ زکوۃ وصدقۂ فطر وقیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا فقراء پر لازم ہے اور مسجد اور پل وچاہ وغیرہ میں صرف کرنا ان کا جائز نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم عزیز الرحمن عفی عنہ

کتاب الصوم

اگر روزہ کی نذر مان لی پھر بیمار ہوگیا تو انتظار صحت کرے زندگی میں فدیہ نہ دے مگر وقت موت وصیت لازم ہے

سوال ۶۷۴۔ ہندہ کا شوہر کسی آفت میں مبتلا ہو گیا تھا اس نے چھ مہینے کے روزے پے در پے رکھنے کی نذر مان لی اللہ تعالیٰ نے اسکو شوہر کو نجات بخشدی۔ ہندہ ایضاً نذر میں تاخیر کرتی رہی کہ سخت بیمار ہوگئی۔ اب وہ کیا کرے

الجواب۔ انتظار صحت کا کرے بعد صحت کے روزہ نذر کے رکھے اگر اچھی نہ ہو تو وصیت فدیہ کی کرے کہ اس کے مال میں سے اس کے ورثہ فدیہ ادا کریں اور فدیہ ایک روزہ کا مثل فطرہ کے ہے زندگی میں اس کو فدیہ دینا درست نہیں۔ یعنی اس فدیہ سے روزے ادا نہ ہوں گے تندرست ہو کر پھر روزے رکھنے ہوں گے ورنہ وصیت کرنا لازم ہو گا۔ وقضوا لزوماً ما قدروا بلا فدیۃ ولو ماتوا فیہ بزوال العذر وجبت الوصیۃ الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

اعتکاف عشرۂ اخیر رمضان کا واجب نہیں ہے تو اس کی قضا بھی واجب نہیں ہے

سوال ۶۷۵۔ زید نے رمضان شریف کے آخر عشرہ کا اعتکاف کیا درمیان میں بیمار ہو کر اعتکاف توڑ دیا۔ اب بعد صحت کے اس

اعتکاف کی قضار کرے یا نہیں۔اور روزہ بھی قضا کرے یا نہ۔؟ اور بیماری میں پانچ روزے قضا ہوئے۔ اعتکاف میں وہ روزے ادا ہو سکتے ہیں یا نہ۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقاً فقط علی المذھب قولہ لصحۃ الاول ای المنذر (شامی) فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاھر من المذھب الخ اما النفل فلہ الخروج قولہ اما النفل ای الشامل للسنۃ المؤکدۃ (طحطاوی شامی) الخ ان روایات سے یہ ظاہر ہے کہ اعتکاف عشرۂ اخیر رمضان کی قضار لازم نہیں ہوتی علامہ شامی نے محقق ابن ہمام کا اس میں خلاف بھی نقل کیا ہے لیکن اکثر متون وشروح اسی پر ہیں کہ اعتکاف عشرۂ اخیرہ رمضان واجب نہیں ہے اور قضار سوائے واجب کے لازم نہیں ہوتی اور نفل بھی شروع کرنے سے اگرچہ لازم ہو جاتی ہے مگر اعتکاف میں اُسی قدر واجب ہوگا جو اتل نفل ہے بہر حال مقتضی ان روایات کا یہ ہے کہ اعتکاف کی قضار نہیں اور صرف اُنھیں پانچ روزوں کی قضار لازم ہے جو قضار ہوئے ہیں اور ایک روزہ پہلی تاریخ رمضان کا جو نہیں رکھا گیا اُس کی قضار لازم ہے اور اگر اعتکاف کی بھی قضار کرے تو وہ روزہ رمضان کے جو قضار ہوئے ہیں اس میں وہ اعتکاف بھی ہو سکتا ہے تو گویا اس صورت میں کُل دس روزے رکھے جاویں۔ چھ روزے قضار رمضان کے ہو جاویں گے اور باقی چار روزے اور رکھنے چاہئیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

ہلال رمضان وعیدین کے بارہ میں مختصر تحقیق

سوال ۶۷۶۔ ایک مولوی صاحب کے روبرو چار شہادتوں سے ثابت ہوا کہ پنجشنبہ کو تیسویں رمضان ہے بناءً مولوی صاحب موصوف نے حکم دیا کہ روزِ جمعہ عید فطر کریں اور جن لوگوں نے پنجشنبہ سے ابتداء صوم کی ہے ایک روزہ قضار رکھیں زید نے اس حکم کی مخالفت کی اس صورت میں کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیھا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ الی ان قال وقیل بلا علۃ ای بھلال الصوم والفطر الخ (شامی) جمع عظیم یقع العلم الشرعی وھو غلبۃ الظن بخبرھم وھو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر لعدد علی المذھب وعن الامام انہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظھیر الدین الخ وقال فی الشامی واعتمدہ فی الفتاویٰ الصغریٰ ایضاً وھو قول الطحاوی الخ الغرض شامی نے اس قول کو ترجیح دی ہے حاصل یہ ہے کہ اگر قرائن سے صدق خبر مظنون ہو تو اُس پر بھی عمل کر سکتے ہیں وغلبۃ الظن حجۃ وجبتہ للعمل کما صرحوا بہ شامی وقال قبلہ والظاھر انہ یلزم

اهل القریٰ الصوم لسماع المدافع او رویة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اگر رمضان میں چھ روزے قضا ہوئے اور ان کو شوال میں قضا کئے تو حدیث من صام رمضان واتبعه ستا من شوال الخ کا ثواب حاصل ہوگا یا نہ؟

سوال ۶۷۷۔ ما قولکم فیمن فاته شئ من رمضان و صام ستا من شوال بنیة القضاء والنفل معا فهل یحصل له ثواب الفرض والنفل معا هو المحتمل عند الائمة الشافعیة ام لا فان قلتم نعم فهل یحصل الثواب المذکور فی خبر من صام رمضان واتبعه ستا من شوال الخ ام یحصل اصل السنة فقط وان قلتم لا فهل یحصل الثواب المذکور فی الخبر اذا صامها بنیة قضاء رمضان ام لا کما هو عند الشافعیة بل یحصل عندهم اصل السنة لا غیر۔؟

الجواب۔ ظاهر خبر من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر رواه مسلم ان هذه الستة ینبغی ان یکون غیر رمضان۔ ایضاً لا یصلح فی الفرض نیة النفل ولا یحصل ثواب الست بالقضاء۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اخبار صوم اور افطار کی تحقیق

سوال ۶۷۸۔ خبر افطار ماہ رمضان میں ایا کتاب القاضی کے شرائط ملحوظ ہیں یا نہیں اگر ملحوظ ہیں تو کونسی جزی ہے اور خبر تار کی معتبر ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار واختلاف المطالع الخ غیر معتبر الخ فیلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئك بطریق موجب الخ وقال صاحب رد المختار فی شرح قوله (بطریق موجب) کان یتحمل اثنان الشهادة او یشهدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر الخ فظهر انه لا حاجة الی کتاب القاضی الی القاضی فی اخبار الصوم والافطار وانه لیس بطریق متعین للایجاب۔

خبر تار صوم و افطار میں شرعاً معتبر نہیں ہے لیکن اگر قرائن دیگر بھی موجود ہوں تو مفید عمل ہو سکتی ہے۔ فقط

کفارہ صوم کی چند صورتیں

سوال ۶۷۹۔ کفارہ صوم میں اگر آٹھ دس برس کے بچے بھی کھانا کھانے میں شریک ہو جائیں تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں۔؟ (۲) اگر پندرہ کو ایک روز اور باقی کو دوسرے روز کھلایا جاوے تو جائز ہے یا نہ۔؟ (۳) اگر طعام کی قیمت دی جائے تو نابالغ اور عورت کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔؟ (۴) مدرسہ کا مہتمم کفارہ کا کھانا کھلانے کا وکیل ہو کر طلبہ کی خوراک میں روپیہ کو صرف کر سکتا ہے جو کفارہ ادا ہونے کی غرض سے رکھے ہیں۔؟

الجواب۔ آٹھ دس برس کے بچوں کو جو کہ قریب البلوغ نہ ہوں کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا البتہ اگر ان کو مقدار کفارہ تملیکاً دیدی جاوے۔ مثلاً نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہر ایک بچے کی

بلک کردی جائے تو درست ہے کذا فی الدر المختار و الشامی قال فی الدر المختار ولا یجزی غیر المراھق بل الخ۔ (۲) درست ہے (۳) اس طرح کرسکتا ہے کہ کفارہ کے پورے روپیہ کا کپڑا خرید کر محتاج طلبہ کی بلک کردے یہ درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

فطرہ ایک شخص بچند کس و بالعکس دادن جائز است

سوال ۶۸۰۔ فطرہ یک شخص بچند کس و بالعکس دادن جائز است یا نہ۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار و جاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر و بہ جزم الولوالجیۃ و الخانیۃ و البدائع و المحیط و تبعھم الزیلعی فی الظھار من غیر ذکر خلاف و صححہ فی البرھان فعان ھو المذھب الخ کما جاز دفع صدقتہ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف لعینہ بہ الخ۔ پس معلوم شد کہ فطرہ یک کس بچند کس و بالعکس دادن جائز است فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

روزہ کا حکم نابالغوں کے بارے میں مثل صلوٰۃ کے ہے

سوال ۶۸۱۔ نابالغ طلبہ کو رمضان کے روزے رکھنا بہتر ہے یا اس میں سعی کرنا جبکہ روزہ رکھنے سے ان کو ضعف ہوتا ہو اور وہ تعلیم میں مصروف رہتے ہوں

الجواب۔ درمختار میں ہے وان وجب ضرب ابن عشر علیھا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر قلت والصوم کالصلوٰۃ علی الصحیح کما فی صوم القھستانی معزیا الزاھدی وفی خط الاختیار انہ یومر بالصوم و الصلوٰۃ وینھی عن شرب الخمر لیالف الخیر و یترک الشر الخ اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکوں کا حکم روزے کے بارے میں مانند نماز کے ہے کہ سات برس کی عمر سے نماز روزہ کا حکم کیا جاوے اور دس برس کی عمر میں مار کر نماز روزہ رکھوایا جاوے پس چاہیے کہ رمضان شریف میں بچوں سے تحصیل علم کی محنت کم لی جاوے اسی وجہ سے مدرسہ اسلامیہ میں عموماً رمضان شریف کی تعطیل کردی جاتی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

دو شخص عادل کی گواہی سے رمضان ثابت ہوجائے تو بعد اکمال ثلثین افطار واجب ہوتا ہے

سوال ۶۸۲۔ دو شخص عادل کی شہادت پر روزہ ماہ رمضان کا رکھا گیا بعد تیس روزے کے افطار واجب یا کہ جائز اور یہ عبارت درمختار بعد صوم ثلاثین بقول عدلین حل الفطر۔ حل الفطر کا مفاد وجوب ہے یا کہ جواز۔؟

الجواب۔ جبکہ رمضان شریف کا روزہ عادلین کی شہادت پر رکھا گیا اور تیس تاریخ کو ابر و غبار ہو تو افطار بعد تیس دن کے واجب ہے اور مفاد حل الفطر کا اس صورت میں وجوب ہے قال الشامی و الحاصل انہ اذا غم شوال افطروا اتفاقا اذا ثبت رمضان بشھادۃ عدلین فی النعیم اذا لصحوا الخ درمختار کی اس عبارت سے کچھ پہلے ہے جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما واقع ہے اس پر درمختار نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جاز وجوب کی منافی نہیں ہے کما قولہ جاز م الظاھر ان المراد بالجواز الصحۃ فلا ینافی الوجوب تامل الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

تراویح کی بیس رکعت ہونا باجماع صحابہ ثابت ہے **سوال ۶۷۳** - حدیث صحیح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کے رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے (۲) حضرت عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو کے رکعت تراویح پڑھنے یا پڑھانے کا حکم دیا۔ یعنی انتظام کیا صحیح حدیث کا حوالہ دیں۔ بینوا توجروا۔؟

الجواب - حدیث مرفوع صحیح لذاتہ سے فقط دو امر ثابت ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو تراویح کی ترغیب فرمایا کرتے تھے مگر اس حدیث میں کچھ عدد مذکور نہیں جیسا کہ بخاری میں ہے عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الرمضان من قام ایمانًا واحتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت رمضان کی بابت فرماتے تھے کہ جو شخص فضیلت رمضان کا اذعان اور طلب آخرت کرتے ہوئے قیام رمضان کریگا اس کے سارے گذشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائیگی قیام رمضان سے مراد صلوٰۃ تراویح ہے جیسا کہ علامہ عینی نے کرمانی سے نقل کیا ہے دوئم یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود تین دن صلوٰۃ تراویح کی جماعت کا اہتمام فرمایا حتیٰ کہ لوگوں کو اور گھر والوں کو اور عورتوں کو سب کو جمع فرمایا۔ لیکن تین دن سے زائد آپ نے یہ اہتمام نہ رکھا بلکہ جماعت کی مداومت ترک فرمادی۔ جسکی وجہ خاص ہے عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتے ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتے ذھب شطر اللیل فقلت یارسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلے الامام حتے ینصرف حسب لہ لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتے خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشھور رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ

اس حدیث سے صلوٰۃ تراویح کی سنیت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور جماعت کا ثبوت بھی بوجہ احسن ہوتا ہے اگرچہ آپ نے عذر خاص کی وجہ سے جماعت پر مواظبت ترک فرمادی جو اور احادیث میں صریحاً مذکور ہے مگر اس میں بھی مثل ماسبق رکعات کے عدد کچھ مذکور نہیں ہیں۔ ہاں اس کے لئے اور حدیث حسن لغیرہ اور آثار صحابہ بکثرت موجود ہیں۔ روی ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباسؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صلوٰۃ تراویح آپ نے بیس رکعتیں پڑھی ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ کچھ مضر نہیں کیونکہ اس کے مؤید آثار صحابہ کرام بکثرت موجود ہیں اور یہ حدیث بالفرض چھوڑ بھی دی جائے تو افعال واقوالِ صحابہ کرام آپ کے قول وفعل کے مفسر بن سکتی ہیں اور وہ بکثرت موجود ہیں آثار صحابۂ کرام۔ عن السائب بن یزید انھم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعۃ فی زمان عمر بن الخطابؓ۔ یہ اثر صریحاً اجماع صحابہ پر دال ہے وعن ابی الحسناء عن علی رضی اللہ عنہ امر رجلاً

لیصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وعن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود رضؓ لیصلی الناتی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان لیصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلث من العینی جلد دوم ص ۳۵۷

الحاصل ان تمام آثار سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ تراویح مسنون ہے اور بیس رکعت ہے اور سب سے بڑھکر اور قوی دلیل تو یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بیس رکعت کا حکم دیا تو تمام صحابۂ حاضرین و غائبین نے سکوت کیا کسی سے انکار ثابت نہیں یہ اجماع پر دال ہے۔ اور علیکم لبنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین واصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ پر نظر رکھتے ہوئے کوئی مسلمان بشرط انصاف تراویح کی بیس رکعت کی سنیت کا انکار نہیں کر سکتا پس حق یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح کی مسنون ہیں جیسا کہ ترمذی نے اکثر اہل علم سے حکایت کیا ہے۔ وقال ابن حجر اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ وقال ابن عبد البر وھو قول جمہور العلماء۔ اور وہ آثار جن میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو تراویح پڑھانے کا حکم دیا ہے وہ یہ ہیں۔ عن السائب ابن یزید ان عمر بن الخطاب رضؓ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرین رکعۃ الخ قال ابن عبد البر ھو محمول علی ان الواحدۃ للوتر عینی جلد دوم ص ۳۵۷ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب وتمیم الداری دونوں کو امام بنایا کہ لوگوں کو اکیس رکعت رمضان میں پڑھائیں جس میں بیس تراویح ہیں اور ایک وتر جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ سائب بن یزید کی اس روایت سے تراویح کی بیس رکعتیں ثابت ہو گئیں اور یہ مبحث سے خارج ہے کہ وتر کی رکعتیں ہیں، اور حضرت عمر سے اس کے بارہ میں گیارہ وتیرہ وغیرہ کی بھی روائتیں ہیں جن کو شراح حدیث ابتدائے زمانۂ عمرؓ پر محمول کرتے ہیں جب تک کہ اہتمام وانضباط تراویح کے متعلق نہیں ہوتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

سوال ۶۷۴۔ ایک شہر میں اور نیز اس کے قرب وجوار میں ۲۹ شعبان یوم شنبہ کو نہایت غلیظ ابر تھا اس روز اس شہر میں	ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے اور خط پر عمل تب نہیں ہو سکتا کہ کوئی منکر ہو

اور نیز اس کے قرب وجوار میں چاند نہیں دیکھا گیا اور نہ کہیں سے خبر آئی مجبوراً شعبان کے ۳۰ یوم پورے کر کے اگلے روز یعنی دوشنبہ کو روزہ رکھا گیا رمضان کے ختم سے دو تین دن قبل ایک شہر سے جو ایک مہینہ کے راستے سے زیادہ دور تھا یہ خبر بذریعہ خط آئی کہ یہاں ۲۹ شعبان کو ابر تھا مگر دو شخصوں کی شہادت پر رمضان کی پہلی یکشنبہ کو قرار دی گئی جس کے پاس یہ خط آیا وہ بھی عالم تھے چنانچہ مکتوب الیہ یہ خط لیکر قاضی شہر کے پاس جو کہ عالم دیندار ہیں آیا ہے اور میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی میں پہچانتا ہوں کہ یہ خط اسی شخص کا ہے علاوہ بریں ایک اور جگہ سے آدمی آیا وہ کہتا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی

جگہ منگل کی عید کا اعلان کردیا ہے لہٰذا ہمارے نزدیک یکشنبہ کو پہلی رمضان قرار دینے میں کوئی شک نہیں ہے اس حساب سے آج یوم دوشنبہ کو ۳۰ رمضان ہے عید کی نسبت یہ اعلان دینا کہ چاہے چاند ہو یا نہ ہو کل عید کا دن ہے اور روزہ حرام ہے۔ قاضی صاحب نے قبل اس کے کہ اپنی رائے کا اظہار کریں شہر کے ایک بڑے مشہور عالم سے کہ جو وہاں کے مفتی بھی ہیں اور شہر کے لوگ اُن کو اپنا پیشوا جانتے ہیں مشورہ لیا اور کل کیفیت بیان فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ خبر قابل اعتبار نہیں قاضی صاحب نے بنائے علیہ اول تو علماء حنفیہ کا اس میں بڑا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض کے نزدیک اختلاف غیر معتبر ہے مطلقاً اور بعض کے نزدیک معتبر ہے۔ اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ جن دو مقاموں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ایسے مقاموں میں ایک جگہ کی روایت دوسری جگہ کے لئے ملزم نہ ہوگی اور اس سے کم میں حکم ایک مقام کا دوسرے مقام کے لئے لازم ہوگا چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے اھل بلدۃ اذا رأوا الھلال ھل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلفوا فیہ فبعضھم قالوا لا یلزم ما فی المعتبر فی حق اھل بلدۃ ر و یتھم و فی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع و قال القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف بہ المطالع یلزم و ذکر الجوانی انہ صحیح من مذھب اصحابنا انتھی۔ اور جامع الرموز میں ہے اتل ما یختلف بہ المطالع شھر اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں قولہ کما ذھب اللہ صاحب التجرید و ھو الا شیلان انفصال الھلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت و خروجہ۔ و ھذا مثبت فی علم الا فلاک و الھیئۃ و اقل ما اختلف المطالع مسیر شھر کما فی الجواھر انتھیٰ اور صاحب ہدایہ مختار النوازل میں لکھتے ہیں اھل بلدۃ صاموا تسعۃ و عشرین یوم بالرویۃ و اھل بلدۃ اخریٰ صاموا ثلثین بالرویۃ فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم یختلف المطالع بینھما و اما اذا اختلف لا یجب القضاء انتھی۔ اور جن علماء نے مطلقاً مطالع کو معتبر سمجھا ہے انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے روی کریب ان ام الفضل بعثتہ الی معاویۃ بالشام قال فقدمت الشام و قضیت حاجتھا و استھل علی شھر رمضان و انا بالشام ترئیب الھلال لیلۃ الجمعۃ ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشھر فسئلنی عبد اللہ بن عباس ثم ذکر الھلال متی رأیتم الھلال فقلت رأینا لیلۃ الجمعۃ فقال انت رأیتہ فقلت نعم و رأہ الناس و صاموا و صام معاویۃ فقال لکنا رأیناہ لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین او نراہ فقلت اولا یکتفی برویۃ معاویۃ و صیامہ قال لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رواہ الجماعۃ الا البخاری و ابن ماجۃ منتقی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مصفی شرح مؤطا مطبوعہ فاروقی کے صفحہ ۳۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں **مسئلہ** اگر ہلال در یک شہر دیدہ شد و دیگر شہر تفحص کردند و ندیدند اگر آں شہر قریب است حکم رویۃ الیشاں لازمت است اگر بعید است لازم نیست

بحدیث ابن عباس و بقیاس بر مسئلہ فطر و حج کہ در حیثیت منصوص شدہ و بجائے آن است کہ مراد بعد مسافت قصر است و ایراد کردہ نہ شود کہ مسافت قصر را بامر ہلال ہیچ تعلق نیست - زیرا کہ مشروعیۃ اکتفاء ہر بروئیۃ خود از جہت حرج است در تکلیف ما بلاغ اخبار نہ از جہت اختلاف مطالع و عادت قاضیہ است بلوغ اخبار در مواضع قریبہ پس اگر از آخر شہر یکہ دراں رویت متحقق شد بہر دو مرحلہ گشت حکم آں لازم نیست

پس ان عبارات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اول بہت سے علماء اختلاف مطالع کو معتبر سمجھتے ہیں اور جو علماء اس کے قائل بھی ہیں کہ اہل مشرق کی رویت سے اہل مغرب کے لئے ثابت ہو جاتی ہے وہ بھی خط اور تار کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ الخط یشبہ الخط۔ پس مفتی صاحب نے ان تمام علماء کے اقوال کو پیش نظر رکھکر غور او رخوض کے بعد نہایت نیک نیتی سے یہ رائے دی کہ میرے نزدیک یہ خبریں طریق موجب میں داخل نہیں ہیں - اس پر ایک رئیس صاحب اور اُن کے مؤید علمائے قاضی صاحب پر نہایت زور دیا کہ آپ ہمارے موافق ہو کر اعلان عید پر جو کہ پہلے ہی سے اپنے ہمراہ لکھکر لائے تھے دستخط کر دیجئے قاضی نے فرمایا جبکہ میرا قلب اور اجتہاد اس بیان پر اطمینان نہیں لاتا تو میں کیسے آپ کے موافق ہو کر زبردستی دستخط کر دوں یہ معاملہ دنیوی نہیں ہے جو آپکی خاطر سے آپکے متفق ہو جاؤں قیامت کے روز مجھ سے باز پرس ہو گی اسکا بار میری گردن پر رہیگا جب رئیس اور اُن کے موئدین نے نہایت زور دیا قاضی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ صاحبوں کی رائے ہے تو آپ خود اعلان کر دیں آپ کی مخالفت نہ کروں گا مگر دستخط نہیں کروں گا رئیس اس پر خفا ہوئے - حتیٰ کہ باوجود افطاری کے وقت ہو جانے کے افطاری کے کھانے سے بھی انکار کر دیا - اور قاضی کو منفرت پہچانے کو تیار ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ قاضی کا اپنی تحقیقات اور اجتہاد کے موافق ان حضرات کے نہ ہونا اور ان کا خفا ہونا اور مجبور کرنا اور بغض رکھنا کیا کوئی رئیس یا عالم شہر کے قاضی یا مفتی کو اسکی تحقیقات کے خلاف رائے دینے پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں - ؟

(۲) کیا رمضان و عیدین خط کا بالکل اعتبار نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ کونسی صورتیں اور طریقے ہیں کہ جن سے خط کا اعتبار کیا جا سکتا ہے محض کسی کا یہ کہدینا کہ میں کاتب کے خط کو پہچانتا ہوں کافی ہے یا نہ - ؟ اگر ہے تو کیوں - کیونکہ کلام تو اسی خط میں ہے جو کہ مکتوب الیہ کاتب کے خط کو پہچانتا ہو اور جب پہچانتا ہی نہ ہو گا تو وہاں تشابہ ہی نہ ہو گا۔

الجواب - اقول و باللہ التوفیق - یہ امر ظاہر ہے اور کتب حنفیہ سے ثابت ہے کہ حالت ابر و غبار میں ایک شخص عادل یا مستور کی گواہی سے بھی رمضانیت ثابت ہو جاتی ہے پس دو عادل یا

مستور کی گواہی سے رمضانیت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگئی اور یہی مسلّم ہے کہ صحیح ومختار مذہب کے موافق اختلاف مطالع ہلال صوم وفطر میں معتبر نہیں اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر حکم ثابت ہو جاتا ہے اور جبکہ معتبر و رائج اور ظاہر الروایت ومفتی بہ عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے تو پھر اس میں بحث کرنا ہم مقلدین کے بے موقع ہے کیونکہ فقہاء محققین کی توضیح کے بارہ میں ہمارے لئے کافی حجت ہے۔ درمختار میں ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علیٰ ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ۔ وعلیہ الفتویٰ بحر عن الخلاصۃ ورد المحتار للشامی وظاہر الروایۃ الثانی وھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ متعلق الخطاب عاماً فی حدیث صوموا لرؤیتہ الخ

البتہ اہل مغرب کی رویت اہل مشرق کے لئے ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اہل مشرق کو طریق موجب سے اہل مغرب کی رویت محقق ہو جائے اور طریق موجب کی تشریح رد المحتار میں اس طرح کی گئی ہے کہ دو شاہد اگر دوسرے شہر کی رویت کی بیان کریں یا وہاں کے عالم وقاضی کے حکم کو دو شاہد بیان کریں یا خبر اس شہر کی رویت کی عام مستفید ہو جائے۔ صورت مسئولہ میں بظاہر ان ہر سہ امور میں سے کوئی امر نہیں پایا گیا اس لئے قاضی صاحب کا اس پر حکم رمضانیت نہ کرنا موافق شریعت کے ہے یہ اعتراض ان پر بے موقع ہے اور مجبور کرنا غیر مناسب ہے باقی جن حضرات نے اس خط کو معتبر مان کر اس پر حکم کیا وہ بھی صحیح ہے کیونکہ جن مواقع میں تذویر کا گمان نہ ہو وہاں فقہاء نے خط کو معتبر مانا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ باہمی خط وکتابت میں احتمال تذویر بہت بعید اور ضعیف ہے شامی جلد رابع کتاب القاضی الی القاضی میں اسکی تصریح ہے قال فی الفتح من الشھادات ان خط السمسار والصراف حجۃ للعرف الجاری بہ قال البیری ھذا الذی فی غالب الکتب حتی المجتبیٰ فقال فی الاقرار واما خط البیاع والصراف والسمسار فھو حجۃ وان لم یکن مصدراً معنوناً یعرف ظاہراً بین الناس وکذا ما یکتب الناس فیما بینھم یجب ان یکون حجۃ للعرف الخ۔

اور اس سے پہلے شامی میں یہ بھی ہے کہ خط کا غیر معمول بہ یا غیر معتمد ہونا قضاء کے اعتبار سے ہے یعنی قاضی اس پر حکم نہ کرے گا وقت منازعت۔ نہ یہ کہ مطلقاً خط غیر معتبر ہے وفی الاشباہ لا یعمل بالخط در مختار قال الشامی عبارۃ الاشباہ لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضیین الخ۔ قال البیری المراد من قولہ لا یعتمد ای لا یقضی القاضی بہ عند المنازعۃ لان الخط مما یزور ویفتعل الخ وذکر العلامۃ الحینی فی شرحہ علی الاشباہ ان للشارح العلامۃ الشیخ علاؤ الدین رسالۃ حاصلھا لعل نقلہ فی الشباہ عن ابن سحنۃ وابن حبان جزما بالعمل بل بخط الصراف ونحو لعلۃ الامر عن التزویر کما جزم بہ البزازی والسروجی وقاضی خان۔ الی ان قال جس جگہ تزویر سے امن ہے وہاں خط پر عمل کرنے کو فقہاء نے لکھا ہے پس جس کسی کے نزدیک خط معروف ہو۔ اور تزویر سے مامون۔ وہ اس پر عمل کر سکتا ہے لہذا ان لوگوں

پر بھی کچھ اعتراض نہیں ہے جنھوں نے بوقت مذکورہ خط پر عمل کیا،

(۲) جبکہ یہ امر محقق ہوا کہ بصورت امن عن التزویر خط کا اعتبار ہے اور وہ معمول بہ ہے تو اگر کوئی عالم یا قاضی یہ لکھکر بھیجے کہ میرے سامنے شہادت معتبرہ رویتِ ہلال کے گذری اور میں نے اس کو قبول کرلیا اور اس پر حکم کردیا تو جو لوگ اس خط کو پہچانتے ہو یا قرائن سے معلوم ہو کہ اس کا خط ہے کوئی وجہ تزویر و دھوکہ دہی نہیں ہے تو ان لوگوں کو اس پر عمل کرنا جائز ہے اور گو یا اس عالم نے ان کے سامنے یہ بیان کردیا کہ میں نے ایسا حکم کردیا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

ہلال رمضان کے لئے ایک عادل یا مستور کی خبر کافی ہے اور عیدین کے لئے دو عادل اور فاسق کی شہادت عند وجود قرائن صدق قاضی قبول کرسکتا ہے

سوال ۶۷۵۔ رویتِ ہلال رمضان وشوال وذی الحجہ میں بحالتِ ابر شہادت کے لئے کیسے اشخاص کی ضرورت ہے عادل یا غیر عادل کسی مقام پر عادل گواہ موجود نہ ہوں تو غیر عادل کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں۔ فی زمانہ بوجہ کثرت فسق و فجور کسطرح پر عمل کیا جاوے۔ بحالت ابر اگر چند فاسق رویت کی شہادت دیں تو کیا ان کی شہادت معتبر سمجھی جاویگی ایک شہر کی رویت دو شہر کے واسطے ملزم ہے یا نہیں ؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار وقبل بلا دعویٰ الخ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علے خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقاً وھل له ان یشھد مع علمہ بفسقہ قال البزازی نعم ربما قبلہ الخ وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشھادۃ ولفظ اشھد ثم قال وھلال الضحیٰ وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب الخ۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہلال رمضان کے بارہ میں بصورتِ ابر وغیرہ ایک عادل یا مستور کی گواہی کافی ہے اور عید الفطر و ذی الحجہ میں ہلال کے لئے دو عادل مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں۔ یہ بھی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فاسق بھی گواہی دیدے کیونکہ ممکن ہے کہ قاضی حسب قول امام طحاوی رحمۃ اللہ اسکی شہادت کو مسموع کرے اس سے ثابت ہوا کہ اگر قرائن صدق گواہ قاضی کے نزدیک محقق ہوں تو وہ قاضی فاسق کی گواہی بھی قبول کرسکتا ہے۔ اور اس پر حکم کرسکتا ہے ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں کے لئے بھی لازم ہے جبکہ دوسرے شہر والوں کی رویت اُس شہر والوں کے نزدیک محقق ہو جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

کتاب النکاح والرضاع

جو زیورات شوہر کی طرف سے زوجہ کو ملے وہ اگر مہر میں دیئے تو مہر میں محسوب ہونگے اگر ہدیۃً دیا ہے تو مہر میں شمار نہ ہوگا اگر عاریۃً ہی تو شوہر کی ملک ہے

سوال ۶۷۶۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا پس مہر مقررشدہ میں زیورات

از وقتِ نکاح تا وقتِ طلاق شمار ہوں گے یا نہیں۔ **الجواب**- اگر شوہر نے مہر میں حساب کر کے اور شمار کر کے زیور دیا ہے تو مہر میں محسوب ہوگا۔ اور اگر ہدیۃً وہبۃً دیا ہے تو مہر میں شمار نہ ہوگا اور اگر محض عاریۃً دیا تھا تو وہ زیور شوہر کی ملک ہے اگر وہ چاہے مہر میں محسوب کر سکتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

باپ یا ولی اقرب اگر خبر گیری نہ کریں یا غائب ہوں تو نکاح ولی بعید کر سکتا ہے

سوال ۷۷۶- ایک شخص نے اپنی زوجہ کو مع دو لڑکیوں کے نکالدیا اور بالکل اُن کی خبر کسی قسم کی کرتا۔ جب لڑکیاں جوان ہوگئیں اور باپ نے کچھ توجہ اور خبر گیری نہ کی تو ماں نے مجبور ہو کر نکاح کر دیا۔ اس صورت میں ماں ولی جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ **الجواب**- ولی اقرب اس صورت میں باپ ہے ماں کا درجہ ولایت میں عصبات کے بعد ہے لیکن باپ اگر بالکل خبر گیری نہ کرے اور نکاح اولاد وغیرہ سے بالکل بے خبر رہے اور بے تعلق ہو جائے تو کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایسی حالت میں ولی ابعد کو اختیار نابالغہ کا ہو جاتا ہے درمختار میں ہے ویثبت للابعد من اولیاء النسب التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج الخ- اور غیبۃ ولی اقرب کی صورت میں بھی ولی ابعد کو اختیار نکاح ہو جاتا ہے وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب الخ مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ الخ۔ پس صورت مسئولہ میں جبکہ باپ نے کوئی تعلق لڑکیوں کی خبر گیری اور نکاح وغیرہ سے نہیں رکھا اور کہیں ان کے نکاح کی تجویز نہیں کی تو اس صورت میں ماں کا نکاح کیا ہوا صحیح ہوا۔ اور نیز جبکہ فی الحال وہ لڑکیاں بالغہ ہیں اور اس نکاح کو انہوں نے جائز رکھا تو اگر وہ نکاح موقوف بھی تھا تو لڑکیوں کی اجازت سے صحیح ہو سکتا ہے کما ھو القاعدۃ فی نکاح الفضولی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بالغہ اگر نکاح کی طلب اجازت پر خاموش رہے یا ہنسے تو اُس کی اجازت متصور ہوگی

سوال ۷۷۸- زید کا رشتہ تقریباً چار سال سے عمر کی دختر ہندہ سے جا رہا تھا اور زید اس عرصہ میں مدت تک مع والدہ خود عمر کے مکان پر مقیم رہا جس کی وجہ سے عمر کی دختر ہندہ قبل نکاح زید سے بخوبی واقف ہو چکی تھی۔ زید نے نکاح کا تقاضہ کیا تو عمر نے چند آدمیوں کے سامنے اپنی دختر مسماۃ ہندہ بالغہ کا نکاح زید سے کیا اور قبل از نکاح عمر اپنی دختر ہندہ سے اجازت لینے گیا۔ چنانچہ گھر میں چند عورتوں کے سامنے عمر نے ہندہ سے کہا کہ میں تیرا نکاح فلاں شخص قاری یعنی زید کے ساتھ کرتا ہوں۔ یہ سن کر ہندہ ہنسی اور خاموش ہوگئی اس کے بعد نکاح پڑھا گیا اور چند مہینے زید ہندہ ایک جگہ رہے وغیرہ وغیرہ۔ اب عمر کہتا ہے کہ نکاح ہندہ کا صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ جب میں ہندہ سے اجازت لینے گیا تھا تو زید کا نام نہیں لیا تھا بلکہ بغیر نام ظاہر کئے بیٹی سے دریافت کر لیا تھا پھر بعد نکاح کے جب میں نے گھر میں جا کر زید کا نام ظاہر کیا

اور ہندہ نے سنا تو روئی اور یہ کہا کہ میں زید سے راضی نہیں ہوں۔ مگر میں بوجہ شرم اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے وجہ سے خاموش رہا۔ عمر کے اس کہنے سے اور اس حیلے سے نکاح درست ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ در مختار میں ہے فان استاذنھا ھو ای الولی فسکتت عن رد مختارۃ او ضحکت الخ فھو اذن ان علمت بالزوج الخ۔ پس موافق تفصیل سوال کے ہندہ کو جبکہ یہ معلوم تھا کہ اُس کا نکاح زید کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اُس پر اُس نے اجازت دی یا سکوت کیا یا ہنسی تو نکاح منعقد ہو گیا اور بصورت صحت واقعہ مذکورہ انعقاد نکاح ہندہ و زید میں کچھ شبہ و تردد نہیں۔ عمر والدۂ ہندہ کا حیلۂ مذکورہ پیش کرنا قرائن مذکورہ کی موجودگی میں بالکل کذب اور افترا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں عمر فاسق ہے اور امامت اُس کی مکروہ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

مرضعہ کی تمام اولاد مرضع پر حرام ہے

سوال ۶۷۹۔ زاہد نے بکر کو دودھ پلایا اُس وقت اُس کی گود میں مریم تھی پس بکر اور مریم کا نکاح حرام ہوا۔ مگر زاہد کی دوسری لڑکی عابدہ جو مریم کے بعد پیدا ہوئی اس کا اور بکر کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب۔ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بہن بھائی ہیں پس زاہد کی دختر عابدہ جو مریم کے بعد پیدا ہوئی وہ بھی بکر کی بہن رضاعی ہے اور آیت واخواتکم من الرضاعۃ۔ میں داخل ہے اور نکاح بکر کا اُس سے بھی حرام ہے ولا حل بین الرضیعین وولد مرضعتھا وولد ولدھا لانہ ولد الاخ وقال قبیلہ وان اختلف الزمن والاب وفی الشامی قولہ وان اختلف الزمن الخ کان ارضعت الولد الثانی لبعد الاول بعشرین سنۃ الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

زوجہ کا نفقہ زوجہ کیساتھ سفر میں نہ جانے سے ساقط نہیں ہوتا

سوال ۶۸۰۔ زوجہ اپنے شوہر کے ہمراہ جانے سے سفر میں انکار کرتی ہے اگر شوہر نفقہ بند کر دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب۔ در مختار میں ہے او ابت الذھاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی لزمہ ما ینقلھا فلھا النفقۃ۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے نفقہ نہ دینے میں شوہر گنہگار ہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند۔

رضاع کے متعلق مفصل دو فتوے

سوال ۶۸۱۔ زینب کہتی ہے کہ میری بہن حلیمہ اپنے زمانۂ حمل میں بیمار تھی اور اسی بیماری کی حالت میں اس کے لڑکی سلیمہ پیدا ہوئی چونکہ وہ نہایت کمزور تھی دودھ نہ کھینچ سکتی تھی۔ میری لڑکی اُس سے کئی ماہ قبل پیدا ہو چکی تھی اس لئے کہ دودھ اُتر آنے میں اپنی لڑکی ہندہ سے دو مرتبہ دودھ کھنچوایا تاکہ دودھ اُتر آنے کے بعد سلیمہ جو نہایت کمزور تھی دودھ پی سکے۔ دو ہی مرتبہ سلیمہ کی

دودھ کھچوایا گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ دودھ اُس کے پیٹ کے اندر پہنچا یا نہیں۔ حلیمہ کا دودھ ہندہ کو محض بغرض اُتر آنے دودھ کے دیا گیا ہے رضاعت کی غرض سے نہیں دیا گیا جو رسم رضاعت کا اطلاق ہو سکے۔ کیا اس طریق سے دو مرتبہ دودھ کھینچنے سے ہندہ سلیمہ رضاعی بہنیں ہوئی یا نہیں۔ یہ قول صرف زینب مرضعہ کا ہے اُس کی والدہ بھی اس امر کی شہادت دیتی ہے۔ اور کوئی گواہ اس رضاعت کا نہیں زینب کا شوہر جب ہندہ پیدا ہوئی ہے گھر پر نہ تھا۔ کہتا ہے کہ میں صرف سماعی شہادت اپنی زوجہ سے سُن کر دیتا ہوں۔ آیا دو عورتوں کی شہادت اس بارہ میں کافی ہو سکتی ہے اور کسی امام کے نزدیک چوسنے کی کوئی حد بھی مقرر ہے یا نہیں اور وقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ (یہ جواب مولانا حسین احمد صاحب نے پہانسو سے لکھا ہے) رضاع شرعاً چوسنا پستان عورت کا ہے وقت مخصوص پر۔ درمختار میں ہے۔ مص ثدی ادمیۃ فی وقت مخصوص خواہ وہ چوسنا قلیل ہو یا کثیر۔ ہدایہ میں ہے قلیل الرضاع وکثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ الرضاع یتعلق بہ التحریم۔ مدتِ رضاعت کے اندر عورت نے اگر کسی بچہ کو دودھ پلایا اگرچہ وہ قلیل ہی ہو حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے قلیل کی حد یہ ہے کہ یقینی پیٹ کے اندر دودھ کا جانا معلوم ہوجاوے عالمگیری میں ہے والقلیل مفسر بما یعلم انہ وصل الی الجوف اور اگر شک ہو تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے۔ ویثبت بہ وان قل ان علم وصولہ بجوفہ عن فمہ او انفہ لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے سو اگر لڑکے نے سر پستان مُنھ میں لیا اور معلوم نہ ہوا کہ دودھ حلق میں داخل ہوا یا نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اسواسطے کہ حلت میں مانع میں شک ہے یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت یعنی دودھ کے اندر جانے میں شک ہے تو شک سے یقین زائل نہیں ہوتا ولوالجیہ۔ عالمگیری میں ہے المرأۃ اذا جعلت ثدیہا فی فم الصبی ولم تعرف مص اللبن یعنی القضا لا یثبت الحرمۃ بالشک الخ۔ عورت نے مُنھ میں چھاتی دی اور یقینی طور پر دودھ کا پیٹ میں جانا معلوم نہ ہوا تو بوجہ شک کے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی حرمت کے لئے اتنا پینا ضرور ہے کہ پیٹ میں اُتر جاوے اور اس پر پینے کا اطلاق ہو سکے۔ اگر دودھ کی کوئی چیز پکا کر بچہ کو دیدی تو اس سے تحریم ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اس پر رسم رضاعت کا اطلاق نہیں آتا۔ عالمگیری میں ہے ولو جعل اللبن مخیضا او رائبا او شیرازا او جبنا او اقطا او مصلا فتناولہ الصبی لا یثبت التحریم لان اسم الرضاع لا یقع علیہ۔ کذا فی البدائع الخ۔

صورت مسئولہ میں محض دودھ کا راستہ کھل جانے اور اُتر آنے کی وجہ سے دو مرتبہ چھاتی کا بچہ سے کھچوانا پایا جاتا ہے اور یہ یقینی ثابت نہیں کہ دودھ اس کے پیٹ میں گیا تو ایسی حالت میں حرمت کے لئے کافی

نہیں ہو سکتا اثباتِ رضاعت کے لئے محض عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں تا وقتیکہ ان کے ساتھ ایک مرد نہ ہو اس لئے اس میں ابطال ملک ہے اور وہ نہیں ثابت ہوتا مگر شہادت دو مردوں یا ایک مرد، دو عورتوں سے۔ ہدایہ میں ہے ولا یقبل فی الرضاع شہادۃ النساء متفردات وانما یثبت بشہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین جب اس رضاعت کو زینب کہتی ہے اور کوئی مرد زینب کا شوہر یا لڑکا یا سلیمہ کا باپ بھائی رویت و معائنہ کا گواہ نہیں تو محض ایک عورت یا دو عورت گواہی اس بارہ میں قبول نہیں۔ البتہ ان معاملات میں کہ جن میں مردوں کو اطلاع ممکن نہیں محض عورتوں کی گواہی مقبول ہو سکتی ہے وما سوی ذلک من الحقوق یقبل فیہا شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین سوا٫ کان الحق مالا او غیر مال مثل النکاح والطلاق والوکالۃ والوصیۃ ونحو ذلک کی شرح میں ہے کالعتاق والرجعۃ والنسب وتوابعہا کالاجارۃ والکفالۃ والاجل وشرط الخیار ذکرہ فی مبسوط شیخ الاسلام او ولیقبل فی الولادۃ والبکارۃ والعیوب بنساء فی مواضع لا یطلع علیہ الرجال شہادۃ امرأۃ واحدۃ۔ شہادت کے لئے معائنہ ضرور ہے۔ عالمگیری میں ہے وفیہ ان یکون التحمل بمعائنۃ المشہود بنفسہ لا بغیرہ الخ۔ جب زینب کا شوہر وقت رضاعت موجود نہ تھا اور حلیمہ نے ہندہ سے صرف دو مرتبہ اپنی چھاتی میں دودھ اُتر آنے کیلئے کھچوائی۔ مثل مرضعہ کے دودھ نہ پلایا۔ زینب کے شوہر نے باہر سے آکر خدا جانے کتنے دنوں بعد اس واقعہ کو کس طور سے سُنا ہوگا جس کی وہ اب اٹھارہ برس بعد تسامع کی بنا٫ پر خبر و شہادت دیتا ہے علم و یقین شاہد پر دلالت نہیں کرتا اور نہ یہ واقعہ رضاعت ایسا ہے جو سب لوگوں میں عام شہرت رکھتا ہو جسکی بنا٫ پر شہادت بالتسامع جائز ہو۔ شہادت لغت میں خبر قاطعہ کا نام ہے اور وہ ایسے تسامع سے درجۂ قطعیت کا حاصل نہیں کر سکتی۔ چونکہ لفظ اشہد معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو متضمن ہے اس کے لئے دوسرے الفاظ یقین و علم کے ساتھ شہادت نہیں دیتے۔ گویا شاہد اس طرح گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں مقرر مطلع ہوں اُس پر۔ اور میں اُسکی خبر دیتا ہوں۔ درمختار میں ہے ولا یشہد بما لم یعائنہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیہ۔ اور شاہد قاضی کے سامنے یہ بیان کرے کہ میں گواہی سامع سے دیتا ہوں تو بقول صحیح وہ شہادت مردود ہے اور زینب کا شوہر کہتا ہے کہ میں گواہی تسامع سے دیتا ہوں پس اس صورت میں نصاب شہادت تو کامل نہیں لیکن فقہا٫ فرماتے ہیں کہ خبر رضاعت دینے والا ایک ہو۔ اور اس کے دل میں صدق مخبر وثوق و یقین کے ساتھ جاگزیں ہو تو مستحب ہے اور اولیٰ ہے کہ اس سے بچے لیکن تنزہ و تفلق بوجہ عدم نصابِ شہادت واجب نہیں۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے کہ مذہب حنفیہ کا جو کتب فقہ سے بیان کیا گیا۔ امام شافعی کے مذہب پر تحریم کے لئے کم از کم پانچ

چسکیاں چاہئیں اُن سے دودھ کے پیٹ میں پہنچ جانیکا یقین ہو جاتا ہے اور یہی ظاہر الروایت میں حضرت امام احمد کا مذہب ہے اور ان سے تین کی روایت ہے اسی کو ہمارے مشائخ نے بھی اختیار کیا ہے اور تفاوت سے مروی ہے کہ قیاس بھی یہی ہے اور یہی حضرت زید بن ثابت رضؓ کا قول ہے ابن عبید اور ابو ثور سفیان سے مروی ہے کہ دو چسکیوں سے عدم حرمت حدیث لا تحرم المصۃ والمصتان سے مفہوم ہوتی ہے - حدیث ام الفضل بنت الحارث میں ہے کہ ایک اعرابی آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے - عرض کی یا رسول اللہ میرے ایک بی بی تھی دوسری میں نے اور کی - پہلی بی بی نے کہا میں خیال کرتی ہوں میں نے اس کو دو چسکی دودھ پلایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تحرم الاملاجۃ والاملاجتان ہدایہ میں ہے وقال الشافعی لا یثبت التحریم الا بخمس رضعات بقولہ لا تحرم المصۃ والمصتان ولا الاملاجۃ والاملاجتان - عینی میں زیر قول وقال الشافعی ہے وبہ قال احمد فی ظاہر الروایۃ واسحاق وعن احمد ثلاث وعنہ واحدۃ وقال الرافعی وظاہر المذہب وجہان احدہما کقول ابی حنیفۃ والثانی ثلاث رضعات واختارہ مشائخنا وقال تقتات القیاس بثلاث رضعات وھو قول زید بن ثابت وعنہ فی شرح الاقطع وقال ابن عبید وابو ثور انما تحرم الثلث من مفہوم لا تحرم المصۃ والمصتان ویروی عن عائشۃ انہا قالت لا تحرم الا سبع رضعات وعن حفصۃ لا تحرم الا عشر رضعات تحت قول لا تحرم المصۃ الخ روی ھذا الحدیث مرفوعا فروی قولہ لا تحرم المصۃ والمصتان وروی قولہ ولا الاملاجۃ والاملاجتان من حدیث ام الفضل بنت الحارث قالت دخل اعرابی علی رسول اللہ وھو فی بیتی فقال یا رسول اللہ الخ فقط کتبہ حسین احمد مقیم فی بلدۃ الفہا سو-

الجواب الثانی - (یہ جواب مدرسہ دیوبند کی طرف سے ہے) اقول وباللہ التوفیق حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مدۃ رضاعت میں اگر قلیل بھی کسی عورت کا بھی شکم رضیع میں چلا جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور بظن غالب بچہ کا دودھ پینا معلوم ہو جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہے پس صورت مسئولہ میں جبکہ دودھ حلیمہ کا ہندہ سے کھچایا اور دو مرتبہ پستان حلیمہ کی ہندہ شیر خوار بچے کے منھ میں دی گئی گو غرض اس سے دودھ پلانا نہ تھا صرف کھچا کر پستان حلیمہ کا ہلکا کرنا تھا کہ سلیمہ جو ضعیف ہے دودھ پی سکے - لیکن ظاہر ہے کہ ہندہ نے اس دودھ کو کھینچکر کلی تو کر نہیں دیا ہے بلکہ وہ ہندہ کے پیٹ میں ہی گیا اور جبکہ حلیمہ کے پستان میں دودھ بھرا ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ ہندہ جو چند ماہ کی بچی تھی اس نے بظن غالب دودھ پیا اور ظن غالب کا ہی اعتبار ان امور میں ہے لہذا مذہب حنفیہ کے موافق حرمتِ رضاعت ثابت ہے ویثبت بہ الخ وان قل ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم قال العلامۃ الشامی قولہ فلو التقم تفریع علی التقیید بقولہ ان علم وفی القنیۃ امرءۃ کانت

تعلی ثدیہا صبیۃ و اشتہر ذلک بینہم ثم تقول لم تکن فی ثدی لبن حین القمت ثدی و لم یعلم ذلک الا من جہتہا جاز لا بنہا ان یتزوج بہذہ الصبیۃ الخ شامی۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اگر مرضعہ کے پستان نہ ہو دودھ تو اُس وقت پستان مُنہ میں لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر دودھ پستان میں بھرا ہوا ہو جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے اور بچہ دودھ کھینچنے والا قوی ہو تو دودھ پیٹ میں جانے میں کچھ شبہ نہیں معلوم ہوتا البتہ اگر یہ واقعہ اس طرح دودھ پلانے کا مسلم نہ ہو تو پھر صرف دو عورتوں کی شہادت سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ کما فی الدر المختار والرضاع حجتہ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین الخ قولہ حجتہ ای دلیل اثباتہ وھذا عند الانکار لانہ یثبت بالا قرار مع الاصرار کما مر۔ وفی الشامی قولہ وان قبل اشار بہ الی نفی قول الشافی الخ وروی عن ابن عمر انہ قیل لہ ان ابن الزبیر یقول لاباس بالرضعۃ والرضعتین فقال قضاء اللّٰہ خیر من قضائہ۔ قال تعالیٰ و امہاتکم اللاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ الخ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

سوتیلی ماں کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہو اُس کے ساتھ نکاح جائز ہے

سوال ۶۸۲۔ زید کا باپ مرگیا اُس کی سوتیلی ماں ہندہ نے دوسرا نکاح کرلیا اب ہندہ کی لڑکی پیدا ہوئی اُس لڑکی سے زید نکاح کرلیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ زید کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے جو کہ دوسرے شوہر سے پیدا ہوئی ہے شرعاً صحیح ہے کیونکہ محرمات میں اور قاعدہ حرمت میں وہ داخل نہیں ہے بلکہ واحل لکم ما وراء ذلکم میں داخل ہے کیونکہ ہندہ کی یہ دختر نہ زید کی اخیافی بہن ہے نہ علاتی یعنی نہ ماں شریک بہن ہے نہ باپ شریک بہن ہے اور حقیقی بہن نہ ہونا اظہر ہے بلکہ یہ لڑکی زید سے محض اجنبیہ ہے لہذا حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے فقط

واللّٰہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

کافرہ عورت سے نکاح کا شرعی طریقہ

سوال ۶۸۳۔ احوال یہ ہے کہ یہاں سب لوگ ہندو رہتے ہیں کوئی مسلمان نہیں ہے چالیس چالیس میل تک سب لوگ کافر رہتے ہیں ہم نے دوکان کی ہے عرصہ دو سال کا ہوا ایک عورت ہماری دوکان میں رہنا چاہتی ہے اور ہمارے بھائی نے اس کو ایک روز مکان پر رکھ لیا ہے گناہ زنا کا ہوا یا نہ ہوا۔ اور نکاح اس کا کس طرح کرنا ہے یا کہ بلا نکاح۔ کیونکہ کافر ہے اور اب دین میں آگئی ہے۔؟ **الجواب**۔ جو کافر عورت مسلمان ہوجاوے اور وہ کسی کافر کے نکاح میں ہو اُس سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو تین حیض کے بعد نکاح کرے تاکہ شوہر اول سے فرقت ہوجاوے ولو اسلم احدھما ای احد المجوسیین الخ ثم لم تبن حتی تحیض ثلثا الخ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

اگر عورت بوقت اجازت ولی ساکت ہوئی یا روئی بلاآواز یا خلوت برضا یا تمکین زوج وطی پر تو یہ رضا ہے

سوال ۶۸۳- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بمذہب حنفیہ کہ ایک عورت مسمیٰ ہندہ کا نکاح اُس کے خاندانی بزرگ نے ایک قریب رشتہ دار لڑکے کے ساتھ تجویز کیا اور حسب رسم و عادت جب گواہ ہندہ سے اجازت لینے کو گھر میں آئے تو اُس نے کچھ جواب نہیں دیا اور صرف سکوت ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ناپسندی کی وجہ سے رونا شروع کیا اور بہت عرصہ رونے کے بعد خاموش اور مغموم رہی اور تاہنوز اس چیز سے نہایت ناخوش بلکہ منکر ہے (کہتی ہے) کہ میرا نکاح شرعاً نہیں ہوا۔ چند ماہ کے بعد حسب مراسم جب رخصت کا وقت ہوا تو وہ اپنے شوہر کے یہاں نہایت غمگیدگی حالت میں روتی ہوئی ماں باپ کی مجبوری سے بھیجی گئی وہاں سے آنے کے بعد اب کسی طرح شوہر کے یہاں جانے پر راضی نہیں۔ اس اپنے خیال کو تحریراً و تقریباً باوقاتِ مختلفہ ظاہر کر چکی ہے ہندہ ایک بالغ خواندہ اور شریف الخاندان عورت ہے شرعاً اُس کے خیال میں کیا حکم ہے

الجواب- ولی یا اُس کے وکیل کی اجازت لینے کے وقت اگر لڑکی بالغہ خاموش رہے یا بلا آواز روئی تو شرعاً یہ اجازت سمجھی جاتی ہے نکاح ہو جاتا ہے اور اسی طرح رخصت ہونیکے بعد اگر شوہر سے وطی و خلوۃ برضامندی زوجہ ہو تو یہ بھی علامت اجازت نکاح کی ہے اس سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے جیسا کہ در مختار میں ہے فان استاذنہا الولی او وکیلہ الخ سکتت الخ او بکت بلا صوت الخ فہو اذن۔ وفیہ ایضاً وتمکینہا من الوطی و خلوۃ بہا برضاہا۔ حاصل یہ ہے کہ دل کی ناراضی اور ناخوشی کو نہیں دیکھا جاتا اگر بظاہر اُس نے وقت اجازت طلب کرنے کے انکار نہیں کیا اور سکوت کیا یا بدون آواز کے روئی تو یہ اجازت سمجھی جاتی ہے اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے اور بعد نکاح کے ناراضی اور ناخوشی ظاہر کرنا مفید نہیں ہے فقط واللہ اعلم۔

خنثی اور عنین کا مفصل حکم در بارہ نکاح

سوال ۶۸۴- ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اُس کے والدین نے ایک مرد خنثی سے جس کا عضو تناسل بہت صغیر ہے اور اُس کی جڑ میں ایک سوراخ ہے اُس میں سے پیشاب آتا ہے بعد بلوغ لڑکی کے یہ بات معلوم ہوئی اس صورت میں اگر وہ لڑکے دوسرے شخص سے عقد کرنا چاہے تو بلا طلاق کر سکتے ہیں یا نہ؟

الجواب- اگر وہ شخص جس سے نکاح اُس لڑکی نابالغہ کا کیا گیا ہے خنثی مشکل ہے اُس کا مرد اور عورت ہونا متحقق نہیں ہے تو وہ نکاح موقوف رہتا ہے بعد میں اگر متحقق ہو جاوے کہ مرد ہی تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اگر متحقق ہو جاوے کہ عورت ہے تو نکاح باطل ہے کیونکہ عورت کا نکاح عورت سے صحیح نہیں ہے اور خنثی مشکل وہ ہے کہ اُس کی دونوں علامتیں ہوں مرد کی بھی اور عورت کی بھی یا کوئی بھی نہ ہو اور اگر اخیر تک بھی اشکال باقی رہے کہ نہ اُس کا مرد ہونا معلوم ہو۔ نہ عورت ہونا تو نکاح باطل ہو جاتا ہے صورت مسئولہ میں سائل نے یہ لکھا ہے کہ عضو تناسل اُس کا بہت صغیر ہے اور اُس

کی جڑ میں سوراخ ہے کہ اُس سے پیشاب آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ خنثیٰ نہیں ہے بلکہ رجل ہے لیکن نامرد اور عنین ہے اُس میں حنفیہ نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے پھر اگر عضو تناسل شوہر کا اس قدر صغیر ہے کہ مثل گھنڈی کے ہے کہ ادخال اُس کا فرج زوجہ میں ممکن نہیں ہے تو حکم اُس کا مجبوب یعنی مقطوع الذکر کا سا ہے کہ عورت کی طلب پر قاضی اُن میں فوراً تفریق کرادیگا۔ اور جو ایسا نہیں بلکہ عنین ہے تو ایک سال کی مہلت شوہر کو بغرض علاج دی جاتی ہے اُس کے بعد اگر عورت طلب کرے قاضی تفریق کرادیگا مگر اس زمانہ میں جبکہ قاضی نہیں تو حکمِ مُسلَّم فریقین یہ کام کرے گا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گذرنے عدت کے اگر خلوت ہو چکی ہے دوسرا نکاح عورت کا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنی مطلقہ عورت سے نکاح کا حکم | **سوال ۶۸۵**۔ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو چند بار طلاق دے یعنی تین دفعہ سے زیادہ یہ کہدے کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو اب پھر اُس عورت سے بغیر حلالہ کے وہ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں اور اب اُس کی مطلقہ سے اُسکو تعلق زوجیت کا باقی رہا یا نہیں۔ اور حلالہ کی شکل کیا ہے ایسا جس سے اُس کا نکاح کرایا جاوے پہلے اُس سے شرط کرلی جاوے کہ نکاح کے بعد تو طلاق دیدینا اور صحبت نہ کرنا یا نابالغ سے اُس کا نکاح کرادیا جاوے اور وہ نابالغ طلاق دیدے تب اُس سے پھر نکاح کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ بدون حلالہ کے اُس عورت مطلقہ ثلثہ سے شوہر اوّل کا نکاح درست نہیں ہے اور حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا شرط ہے نابالغ غیر قادر علی الجماع سے حلالہ نہیں ہو سکتا اور پھر نابالغ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ مراہق یعنی قریب البلوغ اگر نکاح کرکے وطی کرے اور بعد بلوغ کے طلاق دے تو صحیح ہے اور شرط طلاق کی شوہر ثانی سے نہ کرنی چاہیئے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ بعد نکاح وہ خود طلاق دیدیوے اُس وقت بعد گذرنے عدت کے شوہرِ اوّل نکاح کرسکتا ہے درمختار میں ہے۔ وکرہ التزوج تحریماً لحدیث لعن اللہ المحلِّل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان الشرط فلا یجبر علی الطلاق اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد الاصلاح درمختار قولہ بشرط التحلیل تاویل للحدیث بحمل اللعن علی ذلک انتہیٰ شامی فقط

بچے کے حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی | **سوال ۶۸۶**۔ بکر کی ماں نے زید کو جب وہ ایک سال کا تھا اپنا پستان زید کے منھ میں دیا جب زید نے پستان چوسا تو بکر کی ماں کے پستان میں جلن معلوم ہوئی اُس نے زید کو علیحدہ کرکے پستان کو دبایا تو اندر سے پانی نکلا اس پانی کا زید کے حلق میں جانے نہ جانے کا بکر کی ماں کو کچھ علم نہیں ہے اس صورت میں بکر کی ماں زید کی

رضاعی ماں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ زید کی لڑکی کا نکاح بکر سے جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ باب الرضاع درمختار میں ہے ہو مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آئسۃ الخ اور عالمگیری میں یہ ہے دخل فی فم الصبی من الثدی مائع لونہ اصفر تثبت حرمۃ الرضاع لانہ لبن تغیر لونہ الخ اور شامی میں ہے وفی القنیۃ امرأۃ کانت تعطی ثدیہا صبیۃ واشتہر ذلک بینہم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتہا ثدیی ولم یعلم ذلک الا من جہتہا جاز لابنہا ان یتزوج بہذہ الصبیۃ اھ ط وفی الفتح لو ادخلت الحلمۃ فی فی الصبی وشکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمۃ بالشک الخ روایۃ قنیہ و فتح القدیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ میری پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا اور بچے کے حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں زید کی دختر کا نکاح بکر سے درست ہے فقط واللہ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

بالغہ کا نکاح بغیر مرضی ولی کے غیر کفو میں درست نہیں۔ اور کفو میں درست ہو جاتا ہے

سوال ۶۸۷۔ ایک لڑکی بعمر پندرہ سالہ بموجودگی باپ بلا مرضی باپ کے خود اپنا عقد کرسکتی ہے یا نہ؟ اور بالغہ وباکرہ کا حکم ایک ہے یا نہ۔؟

(۲) لڑکی پندرہ سالہ وطن چھوڑ کر دوسری جگہ جاکر نکاح کرے بلا اطلاع باپ کے یہ نکاح جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ مذہب حنفیہ میں بالغہ اپنا نکاح اپنی رضا اور خوشی سے کرسکتی ہے خواہ وہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیب اور پندرہ برس کی عمر جب پوری ہو جاوے حکم بلوغ کا ہو جاتا ہے لیکن جواز نکاح کے لئے یہ شرط ہے کہ کفو میں وہ عورت اپنا نکاح کرے اگر غیر کفو میں نکاح کرے گی نکاح باطل ہوگا کما فی الدرالمختار۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی الخ (۲) اگر کفو میں نکاح کرے صحیح ہو جاتا ہے فقط

مہر مثل کی باپ عورتوں کے مانند جو اس کی بہن اور جمال وغیرہ میں مثل ہو اور اس میں علاتی بہن اور حقیقی بہن برابر ہیں

سوال ۶۸۸۔ ایک عورت کا نکاح مہر مثل پر ہوا بعد چند روز کے میاں بیوی میں مہر کے متعلق اختلاف ہوا بیوی کا یہ قول ہے کہ میرا مہر مثل میری ماں اور حقیقی بہن کے برابر یعنی جتنا ان کا تھا اتنا ہی میرا ہے بخلاف خاوند کے وہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ تمہارا مہر تمہاری سوتیلی بہنوں کے برابر ہے اب عند الشرع کس کا قول معتبر ہے اور خاوند کو کون مہر ادا کرنا ہوگا اور وقت نکاح کے بجز مہر مثل کے کوئی تفصیل نہیں کی گئی تھی۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے ومہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا من قوم ابیہا لا امہا الخ سنا وجمالا الخ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ باپ کے اقربا میں جو عورت اس کے مثل ہو عمر اور صورت اور دینداری وغیرہ میں اس کے مہر کو دیکھنا چاہیے وہی مہر مثل ہے اور یہ بھی اس عبارت میں مذکور ہے کہ ماں اور اس کے قبیلہ کے مہر کا اعتبار نہیں ہے اور شامی سے معلوم ہوتا ہے

کہ حقیقی بہن اور علاتی بہن میں کچھ فرق نہیں ہے اُن میں جو اُس کے مماثل ہو عمر صورت وغیرہ میں جو اُس کا مہر ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

حجتہ رضاع مثل حجتہ مال ہے اور صورت مسئولہ میں رضاع ثابت نہیں ہوتی

سوال ۶۸۹۔ ایک بھائی کی لڑکی اور اُس کی بہن کا لڑکا ہے یہ ظاہر ہے کہ ان کا نکاح جائز ہے اس میں یہ بات ہے کہ بہن کا انتقال ہوگیا ہے۔ پرورش کے لئے وہی بچہ اُس عورت کو سونپا گیا کہ جسکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز اور اُنیس سال سے بیوہ تھی اُس شخص کی لڑکی والا اور اُسکی بہن لڑکا والی کی بھی والدہ تھی بچہ کو دودھ مختلف عورتیں جنکو رشتہ اور کنبہ سے کچھ تعلق نہیں تھا پلاتی رہیں۔ اب نکاح کی بات سن کر اُس بیوہ عورت نے ظاہر کیا ہے کہ یہ بچے میرے پستان چوسا کرتا تھا اگرچہ دودھ نہیں آتا تھا مگر پانی نکلتا تھا اور یہ بیوہ مرضعہ ان کا نکاح ہونا نہیں چاہتی اور صرف اُسی عورت کا یہ قول ہے اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہ؟

الجواب۔ درمختار میں ہے: والرضاع حجتہ حجتہ المال وھی شھادۃ عدلین او عدل وعدلتین وفیہ ایضاً ولو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لم یحرم الخ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہے اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے اُس کے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ پس اُن دونوں میں نکاح جائز ہے یعنی بھائی کی لڑکی اور بہن کے لڑکے کا نکاح باہم درست ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

۳ ربیع الاول ۳۳ھ

نکاح کے وقت اگر عورت معلوم عند الشہداء ہو تو باپ کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہے

سوال ۶۹۰۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ زید سے اس کے ایک لڑکا عمرو اور دو لڑکیاں سلمہ و عائشہ پیدا ہوئیں۔ پھر زید کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ہندہ نے دوسرے شوہر بکر سے عقد نکاح کرلیا۔ بکر سے دو لڑکیاں جمیلہ و حبیبہ پیدا ہوئیں اور بکر بھی فوت ہوگیا اس کے بعد ہندہ مع ہر دو لڑکیوں جمیلہ و حبیبہ کے اپنے فرزند عمرو کے پاس آگئی کچھ عرصہ بعد ہندہ نے اپنی لڑکی جمیلہ کی شادی کردی۔ پھر خود ہندہ وفات پاگئی۔ دوسری لڑکی حبیبہ کی شادی اُس کے سوتیلے بھائی عمرو نے خالد سے کردی۔ بروقت نکاح عمرو نے بوجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید بتلایا حبیبہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی۔ شہداء نکاح میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہ تھی اُس کے باپ کا نام بکر ہے اور عمرو محض اپنی والدہ کا دوسرا شوہر چھپانے کی غرض سے بجائے حبیبہ کے باپ کے اپنے باپ کا نام بتارہا ہے اور ناکح یعنی خالد کو اس قصہ کا مطلق علم نہ تھا حبیبہ بعد نکاح دو سال

زندہ رہ کر ایک لڑکی فاطمہ بنت خالد چھوڑ کر مرگئی۔ اب یہ سوال ہے کہ یہ نکاح جس میں دیدہ و دانستہ منکوحہ کی ولایت اُس کی غیر حاضری میں غلط بتلائی گئی شرعاً جائز ہوا یا نہیں۔ دوسرے حبیبہ کا مہر جو دو ہزار مقرر ہوا تھا اور وہی اُس کا ترکہ ہے شرعاً کس طرح تقسیم ہو گا اُس کا شوہر خالد، دختر فاطمہ، حقیقی بہن جمیلہ، عمرو سوتیلا بھائی، دو بہن سوتیلی سلمہ و عائشہ زندہ ہیں ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا۔؟

الجواب۔ چونکہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا ہے اس لئے نکاح صحیح ہو گیا جیسا کہ شامی میں ولا المنکوحۃ کی شرح میں لکھا ہے فلوزوج بنتہ منہ ولہ بنتان لایصح الا اذا کانت احدھما متزوجۃ فینصرف الی الفارغۃ النح وفی معناہ مااذا کانت احدا ھما معہ علیہ النح قلت وظاہرہ انھا لوجرت مقدمات الخطبۃ علی معینۃ وتمیزت عند الشہود ایضاً۔ یصح العقد و ھی واقعۃ الفتویٰ لان المقصود نفی الجہالۃ وذلک حاصل بتعینہا عند العاقدین والشہود وان لم یصرح باسمھا کما اذا کانت احدا ھما متزوجۃ ویؤیدہ ما یاتی من انھا لو کانت غائبۃ وزوجھا وکیلھا فان عرفھا الشہود وعلموا انہ اراد ھا کفی ذکر اسمھا والالابد من ذکر الاباب والجد ایضاً النح۔
اور اس صورت میں ترکہ حبیبہ کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چار سہام ہو کر ایک حصہ اُس کے شوہر کو اور دو سہام اُس کی دختر کو اور ایک حصہ حقیقی بہن جمیلہ کو ملے گا۔ سوتیلا بھائی اور بہن محروم ہیں فقط۔

نامرد سے خلوت کے بعد پورا مہر واجب ہو جاتا ہے

سوال ۶۹۱ - ایک لڑکے اور لڑکی نابالغ کا عقد چھ سال ہوئے ہوا تھا لڑکی اس وقت بالغ ہے لڑکے کی نسبت مشہور ہے کہ وہ نامرد اور معذور ہے کوئی کام نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں طلاق اور خرچ اور نان نفقہ و مہر کے بارہ میں شریعت کا کیا حکم ہے اس عرصہ میں لڑکی اپنی سسرال میں بھی رہی ہے اگر مرد طلاق دیدے تو مہر ادا کرنا ہو گا یا نہیں اور نفقہ چھ سال کا ادا کرے گا یا نہیں۔؟ الجواب۔ بدون طلاق کے عورت اُس کے نکاح سے علیحدہ نہیں ہو سکتی اور اگر خلوۃ ہونے کے بعد شوہر طلاق دیوے گا تو مہر پورا لازم ہو گا۔ والخلوۃ النح کالوطی فیما یجئی ولو کان الزوج مجبوباً او عنیناً او خصیاً النح در مختار) اور نفقہ گذشتہ زمانے کا ساقط ہو جاوے گا والنفقۃ لاتصیر دیناً الا بالقضاء او الرضاء النح در مختار

رضاع کے بارہ میں مفصل فتویٰ

سوال ۶۹۲ - حسرت فاطمہ نے دوست محمد و اصغر علی و دختر فاطمہ کی والدہ یعنی اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے یعنی اصغر علی کے دودھ میں شرکت کی ہے تو اب دوست محمد کا نکاح حسرت فاطمہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور داؤد بیگ کی ایک لڑکی ایک لڑکا ہے۔ حسرت فاطمہ محمد بیگ۔ تو دختر فاطمہ جو احمد بیگ کی لڑکی ہے اُس کا نکاح محمد بیگ سے جو داؤد بیگ کا لڑکا ہے

ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بعض مولوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں نکاح جائز ہیں۔ ؟

الجواب۔ حسرت فاطمہ نے جبکہ اپنی خالہ کا دودھ مدۃ رضاعت میں پیا تو وہ مرضعہ حسرت فاطمہ کی والدہ رضاعی ہوگئی اور مرضعہ کی تمام اولاد حسرت فاطمہ کے بہن بھائی رضاعی ہوگئے یعنی جیسے اصغر علی جس کی ساتھ حسرت فاطمہ نے دودھ پیا ہے حسرت فاطمہ کا بھائی رضاعی ہے اسی طرح دوست محمد اور دختر فاطمہ بھی حسرت فاطمہ کے بھائی بہن رضاعی ہیں پس حسرت فاطمہ کا نکاح دوست محمد سے درست نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے اور درمختار میں ہے ولا حل بین الرضیعۃ و ولد مرضعتها الخ وفیہ قبیلہ ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاباب الخ شامی میں ہے قولہ وان اختلف الزمن کان ارضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنۃ مثلاً وکان کل منهما فی مدۃ الرضاع الخ شامی البتہ دختر فاطمہ کا نکاح محمد بیگ سے صحیح ہے اور شاید اس سے شبہ اُن مولوی صاحبوں کو ہوا ہو درمختار میں ہے وتحل اخت اخیہ رضاعاً الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

بالغہ کا نکاح بدون اجازت صحیح ہے۔ اور اجنبی کی اجازت لینے پر اسکی تصریح شرط ہے

سوال ۶۹۳۔ ایک عورت نے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کیلئے اپنے قریب رشتہ دار کو بلاکر اپنے یہاں اسے نکاح کی غرض سے رکھا۔ عورت مذکور مرض الموت میں مبتلا ہوکر فوت ہوئی۔ اور مرتے وقت وصیت کرگئی کہ میری لڑکی کا نکاح اسی شخص سے کرنا (جس کو اُس نے بلایا تھا) اور اگر نہ کیا تو قیامت میں دامنگیر ہوں گی۔ لڑکی بھی اس پر راضی تھی۔ اُس عورت کے مرجانے کے بعد دوسرے لوگوں نے زبردستی اُس کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا۔ اب یہ لڑکی کئی مرتبہ بھاگ کر اپنے وطن میں آئی۔ اور تیسری مرتبہ اُس شخص کے یہاں آگئی جسکو اُسکی ماں نے بغرض نکاح اپنے یہاں بلاکر رکھا تھا۔ سو اب یہ لڑکی اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص جس سے نکاح کردیا تھا طلاق کیسے دے سکتا ہے

الجواب۔ بدون اجازت بالغہ کے اُس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور اجنبیوں غیر اولیاء کے اجازت لینے پر سکوت بالغہ کا بھی کافی نہیں ہے پس اگر نکاح مذکورہ بلا اجازت بالغہ کے ہوا اور وہ اُس نکاح سے راضی نہیں ہوئی تو نکاح مذکور صحیح نہیں ہے پس طلاق کی ضرورت نہیں ہے دوسری جگہ جس شخص سے اُسکی رضا ہے نکاح کرسکتی ہے قال فی الدرالمختار ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح الخ وفیہ فان استاذنها غیر الاقرب فلا عبرۃ لسکوتها بل لا بد من القول کالثیب الخ وفیہ فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

ناشزہ عورت کا حق ساقط ہوتا ہے شب باشی کا

سوال ۶۹۴۔ زید کے دو زوجہ ہیں۔ ایک زوجہ کا نام ساجدہ ہے دوسری کا عابدہ۔ زید ساجدہ کے مکان میں شب باشی کرتا ہے اور عابدہ کے پاس

نہیں رہتا اور وجہ علیحدگی عابدہ سے یہ ہے کہ وہ اپنی باری نہ سوت کو بخشتی ہے نہ اجازت ساجدہ کے پاس شب باشی کی دیتی ہے۔ اور اپنے پاس بھی شب باشی کو منع کرتی ہے۔ زوج سے علیحدہ رہنا چاہتی ہے اب زید کیا کرے کہ مواخذہ سے بری ہو۔ اگر عابدہ زید سے یہ کہدیوے کسی ترکیب سے کہ ساجدہ کے پاس رہا کرو تو زید کے لئے کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ ایسی حالت میں عابدہ ناشزہ ہے اور ناشزہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے کذا فی الشامی واما الناشزة فلا ینبغی التردد فی سقوطہ لھا الخ۔ پس اس صورت میں عابدہ کی باری میں ساجدہ کے پاس رہنا درست ہے اور جبکہ عابدہ کسی ترکیب سے یہ کہدیوے کہ ساجدہ کے پاس رہا کرو تو پھر ساجدہ کے پاس رہنے میں کچھ گناہ نہیں ہے کذا فی الدر المختار والشامی فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

شک میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال ۶۹۷۔ زید نے دو یا پونے دو سال کی عمر میں اپنی دادی کا پستان چوسنا شروع کیا اور دو تین سال تک ہر روز چوستا رہا۔ اُس کی دادی کی عمر اس وقت ستر اسی سال کی تھی اُسکی پستانوں میں کسی نے اُس وقت دودھ نکلتا نہیں دیکھا اور نہ اُس نے کسی کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ میری پستان میں اُس وقت دودھ تھا اب دادی کا انتقال ہو گیا ورنہ اس سے صاف طور سے معلوم کر لیا جاتا اس صورت میں زید اپنی حقیقی چچا کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اگر دادی سے دریافت کیا جاتا اور وہ کہتی کہ میرے پستان میں اُس وقت دودھ نہ تھا تو اُس کا قول معتبر ہوتا لیکن جبکہ اُس کا انکار ثابت نہیں اور پستان کا برابر مُنہ میں لینا اور چوسنا متحقق ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اپنے چچا کی لڑکی سے جو کہ اُس کی رضاعی بھتیجی ہے نکاح نہ کرے لیکن قاعدہ کے موافق چونکہ دودھ پینے دیکھنے کا اور دودھ اُترنے اور پستان سے نکلنے کا کوئی گواہ نہیں ہے اور رضاعت بدون دو گواہ کے ثابت نہیں ہوتی اسوجہ سے زید اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے حکم ایسا ہی ہے اور احتیاط اول صورت میں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

مہر مؤجل کے متعلق فتویٰ

سوال ۶۹۸۔ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا اور مہر مؤجل قرار پایا لیکن یا تو قاضی کی غلطی سے یا ہندہ کے باپ کی سازش سے رجسٹر قاضی میں مہر مؤجل تحریر نہیں ہوا۔ ہندہ لاولد ہے اور اُس کا باپ بہت مقروض ہے اُس نے ہندہ کو اپنے قبضہ میں کر کے ہندہ کے نصف دین کا دعویٰ عدالت میں کر دیا ہے اس صورت میں مہر مؤجل کا اعتبار ہے یا کیا؟ جبکہ عرف یہاں کا یہ ہے کہ اگر دین مہر بلا صراحۃ ہوتا ہے تو تا قیام نکاح و تا حیات زوجین زوجہ کو کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ رواج کا عدم و وجود اُس وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ عدالت میں کوئی مقدمہ

گیا ہو اور ناکامی ہوئی ہو اور بلا عدالت کی تجویز کے رواج کا پتہ نہیں چلتا۔؟

الجواب۔ اعتبار اُسی کا ہے جو کچھ دربارۂ مہر قرار پایا تھا پس جبکہ مہر مؤجل قرار پایا تھا تو مؤجل ہی لازم ہے اور مہر مؤجل کا مطالبہ بعد طلاق کے یا موت کے ہو سکتا ہے عرف یہی ہے فقط واللہ اعلم۔ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

حرمت مصاہرۃ کے لئے لڑکے کیلئے کم از کم ۱۲ سال اور لڑکی کیلئے ۹ سال کی عمر ہونی ضروری ہے

سوال ۶۹۹۔ ایک لڑکے نے جس کی عمر گیارہ سال تھی۔ ایک عورت کے گوشوارہ میں دست اندازی کی۔ اور اس اثناء میں اُس لڑکے کو انتشار ہوا اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں؟ اور اس لڑکے کا نکاح اُس عورت کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ شامی میں ہے فتحصل من ھذا انہ لا بد فی کل منہما من سنین المراھقۃ و اقلہ للانثی تسع وللذکر اثنی عشر لان ذلک اقل مدۃ یمکن فیہا البلوغ کما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام الخ باب المحرمات ص۳۶۲ جلد۲۔ و فی الدر المختار فی باب بلوغ الغلام وادنی مدتہ لہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ھو المختار الخ فان راھقا بان بلغا ھذا السن الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں جبکہ عمر لڑکے کی گیارہ سال کی تھی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ اور اُس عورت کی دختر سے نکاح کرنا اُس کو درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

رضاعت کے متعلق فتویٰ

سوال ۷۰۰۔ دو سال ہوئے کہ زید کا عقد ہندہ سے ہوا تھا۔ اور اب معلوم ہوا کہ زید کی حقیقی ہمشیرہ نے زید کی منکوحہ کو یعنی ہندہ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا تو اب کیا کرنا چاہیے۔؟

الجواب۔ اگر یہ محقق ہو گیا ہے اور دو عادل گواہوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ زید کی ہمشیرہ نے ہندہ مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے تو زید کو چاہیے کہ ہندہ سے علیحدگی کرے اور متارکت کر دے قال فی الدر المختار والرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل و عدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد الخ قال فی الشامی ملا بد من القضاء ای ان لم توجد المتارکۃ۔ فقط

مہر مؤجل میں اعتبار عرف کا ہے

سوال ۷۰۱۔ عرصہ تخمیناً اٹھارہ سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور اس درمیان میں ایک بچہ بھی ہندہ کے بطن سے پیدا ہو کر فوت ہو گیا۔ اب ہندہ بالکل لاولد ہے اور ہندہ کا باپ علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہے اور حد درجہ کا مقروض ہے اب کچھ عرصہ سے اُس نے ہندہ کو اپنے قابو میں کر کے ہندہ کے نصف مہر کا دعویٰ عدالت میں اس بیان سے دائر کیا کہ ہندہ کا مہر بلا صراحت معجل و مؤجل ہے زید نے ہندہ کے اخراجات کے واسطے بیس روپیہ ماہانہ اور ایک مکان کا بھی تا حیات ہندہ کے انتظام کر دیا تھا اور فریقین کے خاندان یعنی امروہہ کے سادات اہل سنت میں اگر

مہر بلا صراحت مقرر ہوا ہے تو عورت کو بدون طلاق یا موت کے کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ رواج کا عدم ووجود اُس وقت معلوم ہو سکتا ہے جبکہ عدالت میں کوئی مقدمہ دائر ہو۔ اور ناکامی ہو بلا عدالت کی تجویز کے کسی رواج کا پتہ نہیں چل سکتا ہے اب سوالات حسب ذیل ہیں۔ ؟

(۲) اگر مہر بلا صراحۃ ثابت ہو تو اندریں حالات کہ اگر عورت لاولد ہو اور اُس کا باپ عیاش ہو۔ اور فضول خرچ اور مقروض ہو۔ اور شوہر نے اُسکی سکونت اور خورد نوش کا بھی انتظام کر دیا ہو۔ اور کسی خاص رواج کا بھی ثبوت نہ ہو تو زوجہ شرعاً بحیات زوجین کس قدر پانے کی مستحق ہے یعنی نصف کی وہ دعوے دار ہے یا خمس وربع کی۔ ؟ (۳) اگر مدعیہ کی طرف سے اُس کے دعوے کے موافق مہر کا بلا صراحت مقرر ہونا ثابت نہ ہو سکے اور زیدی کا قول کہ مہر مؤجل قرار پایا تھا تسلیم کر لیا جاوے تو ہندہ کس وقت مہر پانے کی مستحق ہے۔ ؟ (۴) اور اگر مہر تو بلا صراحت ثابت ہو مگر یہ بھی ثابت ہو کہ امروہہ کے اہل سنت سادات میں اگر مہر بلا صراحت مقرر ہوتا ہے تو بحالت حیات زوجین زوجہ کو کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے تو شرعاً ہندہ کو اس وقت کوئی جزو مل سکتا ہے یا نہیں۔ ؟ (۵) ہندہ کے باپ کا یہ قول کہ ثبوت رواج کے واسطے عدالت کی تجویز ضروری ہے صحیح ہے یا نہیں اور ثبوت رواج کے واسطے کسی حاکم یا قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ مہر موجل ہونا اگر ثابت ہو جاوے تو ہندہ مہر کا مطالبہ شوہر کے مرنے پر یا طلاق دینے پر کر سکتے ہیں۔ کما فی العالمگیریہ وھذا الان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق او الموات الخ باب المہر (ترجمہ) اور یہ اس لئے کہ غایۃ اور مدۃ معلوم ہے اور وہ طلاق ہے یا موت الخ اور درمختار میں ہے الا التاجیل للطلاق او موت فیصح للعرف الخ ص۳۵۹ شامی جلد ۲ (ترجمہ) مگر مدۃ مہر کی بوقت طلاق کے یا موت کے صحیح ہے عرف کی وجہ سے۔ (۲) اگر مہر کے معجل ومؤجل ہونے کی کچھ تصریح نہ ہو۔ اور عورت کا دعویٰ عدم تصریح کا ثابت ہو جاوے تو عرف کے موافق حکم ہوگا۔ اور جبکہ مدار عرف پر اور رواج پر ہے تو عرف ورواج وہاں کا دیکھنا چاہیے کہ عام طور سے جبکہ مہر مطلق ہو اور کچھ تصریح نہ ہو کس وقت مہر دیا جاتا ہے قال فتح القدیر بل المعتبر فی المسکوت العرف الخ ص۲۹۷ ۲۔ یعنی بلکہ معتبر اُس مہر میں جس میں کچھ تصریح نہ ہو عرف ورواج اُس شہر کا ہے۔ (۳) جبکہ مہر میں کچھ تصریح اور قید نہ ہو۔ اور عرف ورواج وہاں کا یہی کہ تا قیام نکاح و تا حیاتِ زوجین مہر نہیں دیا جاتا۔ تو اسی کے موافق عملدرآمد ہوگا۔ اور ہندہ کو کوئی جزو مہر کا اس وقت نہیں مل سکتا جیسا کہ فتح القدیر کی عبارتِ مذکورہ میں گذرا۔ اور نیز فتح القدیر صفحہ مذکورہ میں قاضیخان سے منقول ہے فان لم یبینوا قدر المعجل ینظر الی المرأۃ والی المھر انہ کم یکون المعجل لمثل

ھذہ کالمرءۃ من مثل ھذہ المھر فیعجل ذلک ولا یتقدر بالربع والخمس بل یعتبر المتعارف فان الثابت عرفا کالثابت شرطا الخ - پس اگر بیان نہ کریں مقدار معجل کی تو عورت کو اور اُس کے مہر کو دیکھا جاویگا۔ کہ ایسی عورت کے لئے ایسے مہر میں سے کس قدر مہر معجل ہوتا ہے - اُسی قدر اُس کو فی الحال دیا جاویگا۔ چوتھائی اور پانچویں حصہ کی کچھ تعیین اور تحدید نہیں ہے بلکہ متعارف کا اعتبار ہے اس لئے کہ جو امر عرف سے ثابت ہو وہ ایسا ہے جیسا کہ شرط سے ثابت ہو۔ (۴) ثبوت عرف ورواج کے لئے کسی فیصلہ کی اور عدالت کی تجویز کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اُس شہر کا عرف ورواج وہاں کے واقعات سے معلوم ہوسکتا ہے ہندہ کے باپ کا قول اس بارہ میں صحیح نہیں ہے جیسا کہ عبارت قاضیخان مذکورہ ینظر الی المرأۃ والی المھر سے واضح ہے فقط واللہ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے

سوال ۷۰۲ - شخصے زوجۂ خود راسہ طلاق داد بعدہ قبل از تحلیل نکاح منعقد ساخت ومقاربت وقربان بایام بوجود رسید دریں صورت نکاح شرعاً صحیح شد یانہ ومہر لازم است یانہ -؟

الجواب - دریں صورت نکاح صحیح نہ شد ومہر مثل در نکاح فاسد لازم می شود بعد دخول وصحبت قال فی الدر رویجب مھر المثل فی نکاح فاسد الخ بالوطی الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

حلالہ میں زوج کا قول معتبر ہے وطی میں اور نکاح کے صحیح ہونے میں

سوال ۷۰۳ زید نے اپنی عورت کو طلاق بائنہ دی اور عدت گذرنے کے بعد عورت کا نکاح زید کے بھائی سے کرادیا اور زید کے بھائی کو سمجھا دیا کہ نیت طلاق نہ کرنا - اور یہ عورت تمہاری زوجہ ہوچکی - دو چار روز کے بعد اُس نے طلاق دیدی تو بعد عدت شوہر اوّل سے نکاح کی تجویز ہوئی تو کیا حلالہ میں وطی محلل کی ضروری ہے یا نہیں -؟ اگر وطی نہ ہوئی ہو تو حلالہ صحیح ہے یا نہ -؟ اور اُس میں قول کس کا معتبر ہوگا -؟

الجواب - شوہر ثانی کا وطی کرنا حلالہ میں ضروری ہے بدون وطی وجماع شوہر ثانی کے مطلقہ ثلٰثہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہ ہوگی اور قول دربارۂ وطی عورت کا معتبر ہے قال الزوج الثانی کان النکاح فاسداً او لم ادخل بھا وکذبتہ فالقول لھا (درمختار) وکذا فی البحر وعبارۃ البزازیۃ ادعت ان الثانی جامعھا وانکر الجماع حلت للاول وعلی القلب لا شامی جلد ۲ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

خط کے ذریعہ نکاح منعقد ہونے کا بیان

سوال ۷۰۴ - مثلاً ایک عورت نے ایک شخص کو خط لکھا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں اتنے مہر پر آپ منظور کریں اور اُدھر سے اس شخص نے اُس کے جواب میں لکھا کہ مجھے منظور ہے اور وہ شخص دو شخصوں کے سامنے پڑھکر اور اس کا جواب بھی ان کو سنا کر لکھدیا - توکیا یہ نکاح ہوگیا - ؟ اگر اس عورت نے خفیہ بلا دو گواہ شرعی کے یہ خط لکھا ہو تو کیا جب بھی نکاح ہو جاویگا۔

یا اُدھر سے بھی دو گواہ شرعی ہونے کی ضرورت ہوگی اور ان دونوں خطوں پر دونوں فریق کے گواہان کے دستخط بھی ہونے چاہئیں یا نہیں۔؟

الجواب۔ شامی میں خط پر جواز نکاح کی یہ صورت لکھی ہے کہ مثلاً مرد عورت کو خط لکھے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور عورت دو گواہوں کو بلا کر اُن کے سامنے اس خط کو پڑھے اور یہ کہدے کہ میں نے اپنا نکاح اُس سے کیا الخ اس صورت کے موافق یہ بھی جائز ہے کہ عورت مرد کو خط لکھے اور مرد دو گواہوں کے سامنے اُس کا خط پڑھے۔ اور یہ کہدے کہ میں نے اُس عورت سے نکاح کیا۔ غرض یہ کہ اگر دو گواہوں کے سامنے شوہر نے اُس خط کو پڑھا اور قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

مطلقہ ثلثہ کا خاوند یا عورت اگر مرتد ہو جائیں تو بعد تجدید اسلام کے حلالہ ضروری ہے ص۸۲۹

سوال ۷۰۵۔ ایک شخص سُنی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی بعد اُس کے ایسی صورت کا متلاشی ہوا کہ اپنے نکاح میں وہ بلا حلالہ آسکے۔ مفتیوں نے اس کو انکاری جواب دیا۔ شیعوں نے اُس کو بہکایا کہ ہمارے مذہب میں بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے شیعہ ہو جاؤ۔ چنانچہ دونوں شیعہ ہوگئے اور اس عورت مطلقہ کو اپنے نکاح میں لیا اُس شخص کی والدہ نے اُس سے گفتگو اور ملنا جلنا چھوڑ دیا اب وہ شخص اس امر کا خواستگار ہے کہ میں سنی ہو جاؤں گا بشرطیکہ یہ عورت نکاح میں باقی رہے۔ اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ جبکہ اکثر علماء کے نزدیک شیعہ کافر ہیں۔ تو اب سنی ہو جانے کی صورت میں وہ عورت بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے؟ اور اسلام یہدم ما کان قبلہ کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب قال فی الشامی ای لو طلقھا ثنتین وھی امۃ ثم ملکھا او ثلاثا وھی حرۃ فارتدت ولحقت بدار الحرب ثم سبیت وملکھا لا یحل لہ وطؤھا بملک الیمین حتی یزوجھا فیدخل بھا الزوج ثم یطلقھا الخ۔ پس اگر تسلیم کرلیا جاوے کہ رافضی ہونا ارتداد ہے تب بھی بعد سنی ہونے کے حلالہ کی ضرورت ہے بدون حلالہ کے مطلقہ ثلثہ اپنے شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

زوجہ کو خاوند کے مجنون ہو جانے سے اختیار فسخ نہیں

سوال ۷۰۶۔ ایک عورت اٹھارہ سالہ کا نکاح ایک اٹھارہ سالہ مرد سے ہوا۔ اس کے بعد مرد پاگل ہوگیا چھ سال ہوگئے کہ اس کو مطلق ہوش نہیں بالکل دیوانہ ہے مرد عورت دونوں کے کوئی جائداد نہیں ان کا کوئی ولی نہیں۔ عورت اپنے نفقہ کے لئے سخت مضطر ہے ص۸۳۵ اس حالت میں عورت کیا کرے اگر کوئی شرعی مخلص اُس کے لئے ہو تو بحوالہ کتاب بیان فرما کر اجر جزیل حاصل کریں۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب فی الآخر ولو فاحشا کجنون و جذام وبرص ورتق وقرن وخالف الائمۃ الثلاثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح وفی الشامی

فی العبارۃ خلل الخ و الظاہر ان اصلہا و خالف الائمۃ الثلاثۃ فی الخمسۃ مطلقا و محمد فی الثلاثۃ الاول لو بالزوج کما یفہم من البحر وغیرہ وفیہ ایضا قولہ و لو قضی بالرد صح ای لو قضی بہ حاکم یراہ فافاد انہ مما یسوغ فیہ الاجتہاد الخ وفیہ ایضا قبیلہ و قد تحصل فی الفتح بردما استدل بہ الائمۃ الثلاثۃ و محمد بما لا مزید علیہ الخ (شامی جلد ثانی ص ۵۹۷)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ حنفی کو صورت واقعہ میں تفریق کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اور یہ کہ راجح مذہب شیخین کا ہے البتہ اگر قاضی شافعی المذہب وغیرہ تفریق کا حکم کردے تو علیحدگی ہو جاویگی فقط

ایک شخص متولی ایجاب و قبول کرسکتا ہے نکاح میں

سوال ۷۰۷ - زید ایک نابالغ لڑکے اور لڑکی کی نکاح میں جانبین کی طرف سے وکیل نکاح مقرر ہوا ہے اگر وہ بحالت وکالت دونوں کی طرف سے ایجاب و قبول کرے اور پھر لڑکے اور لڑکی کو قبولیت نہ کرا دے تو نکاح درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب - نکاح اس صورت میں صحیح ہو گیا کما فی الدر المختار و یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور کان ولیا او وکیلا من الجانبین الخ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

زوجہ کے بیٹے کی بیوی اسی طرح بھتیجہ کی بیوی بعد طلاق یا موت کے حلال ہے

سوال ۷۰۸ - دو بھائی حقیقی تھے زید و عمر۔ عمر جو بڑا بھائی تھا اُس کا نکاح مسماۃ زینب سے ہوا اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا عمر کا انتقال ہو گیا۔ بعد گذر جانے عدۃ کے مسماۃ زینب کا نکاح اُس کے چھوٹے بھائی زید سے کر دیا گیا اُس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ عمر کے لڑکے کا نام بکر تھا اور زید کے لڑکے کا نام خالد۔ اس کے بعد ان دونوں بھائی بکر اور خالد کا نکاح ایسی عورتوں سے ہوا جو دونوں حقیقی بہنیں تھی۔ سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں اگر عمر کے لڑکے بکر کی زوجہ کی بوجہ سے بوجہ طلاق یا اُس کے انتقال کے نکاح سے علیحدہ ہو جاوے تو اُس کے چچا یعنی عمر کے چھوٹے بھائی زید سے بکر کی زوجہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب - قال فی الدر المختار فجاز الجمع بین امرأۃ و بنت زوجہا او امرأۃ ابنہا۔ پس عبارت منقولہ سے ظاہر ہوا کہ اگر زوجہ زید یعنی زینب بھی زید کے نکاح میں موجود ہو تب بھی زید اپنی زوجہ کے پسر اور اپنے بھتیجہ بکر کی زوجہ سے بعد طلاق یا موت بکر نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر زینب موجود نہ ہو تو جواز نکاح میں کچھ تردد ہی نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

موطوئہ اب رضاعی سے نکاح حرام ہے

سوال ۷۰۹ - موطوئہ اب رضاعی حلال است یا حرام۔ فتویٰ علمائی احناف چہ طور است۔؟

الجواب - قال فی رد المحتار قولہ ما یحرم من النسب معناہ ان الحرمۃ

بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب فتشمل زوجة الابن والاباء من الرضاع لتحاحرام بسبب النسب هكذ السبب الرضاع وهو قول اکثر اهل العلم کذا فی المبسوط (بحر) الخ وفی الهدایة وحرمة ابیه وامرأة ابنه من الرضاع لا یجوز ان یتزوجها کما لا یجوز ذلك من النسب لما رویناه وذکر الاصلاب فی النص لاسقاط اعتبار التبنی علی ما بیناه الخ وهکذا فی اکثر الکتب۔ پس معلوم شد کہ موطوءہ اب رضاعی نکاح وبا وحرام است وکتب فقہیہ معتبرہ بحرمتش شاہد اند وہمیں است قول اکثر فقہاء ہمین است ومقتضائے نص قطعی وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ ہم ہمیں است۔ پس ظاہر است کہ ہمیں راجح است وفتویٰ ہم بران است فقط۔

سوال ۱۰۷۰۔ بصورت تسمیہ مہر عند النکاح قبل خلوت اگر زوج فوت ہو جاوے تو فقہ کی کتابوں سے کل مہر کا واجب الاداء ہونا معلوم ہوتا ہے	موت احدالزوجین کی صورت میں پورا مہر لازم ہونا باجماع ثابت ہے

فالمسمی عند الوطی او موت احدهما سواء کان الموت قبل خلوة او بعدها۔ لیکن اس حکم کا ثبوت کہاں سے ہے آیۃ قرآنی یا حدیث سے۔؟ **الجواب**۔ موت احدالزوجین کی صورت میں پورا مہر لازم ہونا باجماع ثابت ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ ولا اختلاف لاحد فی هذا۔ اور وہ حدیث جو عدم تسمیہ مہر وموت قبل دخول کی صورت میں پورا مہر لازم ہونے میں وارد ہے اس اجماع کی دلیل ہے وہ حدیث یہ ہے وعن علقمة عن ابن مسعودؓ انه سئل عن رجل تزوج امرأة ولم یفرض لها شیئا ولم یدخل بها حتی مات فقال ابن مسعودؓ لها مثل صداق نسائها لا وکس ولا شطط وعلیها العدة ولها المیراث فقام معقل بن سنان الاشجعی فقال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بروع بنت واشق امرأة منا بمثل ما قضیت ففرح بها ابن مسعودؓ۔ (رواه ابوداؤد والنسائی والدارمی مشکوۃ شریف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز الرحمٰن

سوال ۱۰۷۱۔ حلیلہ اب وابن رضاعی کو فقہاء حرام تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے اور صاحب فتح القدیر	حرمت حلیلہ اب رضاعی وابن رضاعی میں اکثر فقہاء کا قول ابن الہمام رحمہ سے راجح اور احوط ہے

اس کے خلاف تحریر فرماتے ہیں چنانچہ فتح القدیر میں ہے ومقتضی الحدیث ان ما کانت اما من الرضاعة او بنتا او اختا او بنت اخ الخ تحرم فاثبات تحریم کل من الاب والابن من الرضاعة قول بلا دلیل بل للدلیل یفید حلهما وهو قید حلیلة الاصلاب فی الآیة۔؟

الجواب۔ قوله ما یحرم من النسب) معناه ان الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب فتشمل زوجة الابن والاب من الرضاع لانها حرام بسبب النسب فکذا بسبب الرضاع وهو قول اکثر اهل العلم کذا فی المبسوط (بحر) وقد استشکل فی الفتح الاستدلال علی تحریمها بالحدیث لان حرمتها بسبب الصهریة لا النسب الخ (شامی)

اس عبارت اور نیز تمام کتب فقہ کی عبارات سے حرمت حلیلہ اب و ابن رضاعی کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور مقتضائے نص قرآنی وَلَا تَنکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُمْ الآیۃ۔ بھی یہی ہے باقی امام ابن الہمام کا استدلال بالحدیث میں استشکال فرمانا از قبیل ابحاث محققین ہے جو بعض دلائل میں وہ فرمایا کرتے ہیں اس سے اصل مسئلہ کا ابطال لازم نہیں آتا۔ علاوہ بریں جبکہ قول اکثر اہل علم کا یہی ہے۔ اور فقہاء نے عموماً محرمات نسبیہ وصہریہ کو رضاعاً حرام فرمایا ہے. تو اس صورت میں احوط و ارجح باب حرمت میں قول اکثر فقہاء ہے۔ قال فی الدر المختار وحرم الکل مما مر تحریمہ نسبا ومصاھرۃ رضاعاً فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز الرحمن۔

سوال ۷۱۲ | دار الحرب میں لعان نہیں ہوتا | ۔ ایک شخص کسی شہر میں ملازم تھا اور اپنی زوجہ کو برابر خرچ روانہ کرتا رہا یہاں اس کی زوجہ نے دوسرے مرد سے زنا کرایا۔ لڑکا پیدا ہوا۔ اب وہ نوکری چھوڑ کر گھر آیا ہے۔ اب کس طرح اپنی عورت کو ہمراہ رکھے۔ اور نسب اس لڑکے کا اس سے ثابت ہے یا گیا۔؟

الجواب۔ قال فی رد المحتار حیث قسم الفراش علی اربع مراتب۔ وقوی وھو فراش المنکوحۃ ومعتدۃ الرجعی فانہ فیہ لا ینتفی الا باللعان الخ اقول ومن شرائط اللعان کون القذف فی دار الاسلام کما فی الدر المختار فمن قذف بصریح الزنا فی دار الاسلام قولہ فی دار الاسلام اخرج دار الحرب لانقطاع الولایۃ الخ (شامی) وفی الدر المختار وقد اکتفوا بقیام الفراش۔ بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت لستۃ اشھر منذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ او استخداماً فتح الخ۔ پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نسب لڑکے کا شوہر سے ثابت رہے گا اگر شوہر یہ کہے کہ میرا نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

سوال ۷۱۳ | نکاح سے پہلے تعلیق بغیر اضافۃ الیہا کے لغو ہے | ۔ ایک شخص نے موافق رسم قبیلہ کے وقت نکاح کے یہ لکھدیا کہ اگر میں زوجہ کو گھر سے نکالوں، یا سخت گالیاں دوں، یا ماروں یا نفقہ میں تنگی کروں۔ تو میری طرف سے اس عورت کو تین طلاق ہیں مجمع عام میں ان شرائط کا اقرار کیا بعد نکاح کے امور مذکورہ میں سے کوئی امر وقوع میں آگیا تو موافق شرط کے اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔؟

الجواب۔ اگر نکاح سے پہلے یہ شرط لکھی ہے تو وہ لغو ہے اس کا کچھ اثر بعد نکاح کے نہ ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں ہے شرط الملک او الاضافۃ الیہ (در مختار) اور اگر بعد نکاح کے یہ شرائط لکھی ہیں تو بوقت وجود شرط تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہو جاویں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

سوال ۷۱۴ | نابالغہ جس صورت میں اپنا نکاح بعد البلوغ فسخ کر سکتی ہو وہ بغیر قضاء قاضی نہیں ہو سکتا | ۔ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی بکر نے زید کے ساتھ کردیا۔ جب ہندہ کو اول حیض آیا تو ہندہ نے

گواہوں کے روبرو نکاح کو فسخ کردیا اور خالد سے نکاح ثانی کرلیا۔ کیا فسخ نکاح ہندہ کا جبکہ قاضی بھی ہمارے ملک میں موجود نہیں اور حکم بھی نکاح کو فسخ کرسکتا ہے یا کیا اور زوج اول ہندہ کا عالم کے روبرو نہیں آتا نہ ہندہ زوج اول کو قبول کرتی ہے اور اس وقت کے مولویان قاضی کے قائم مقام ہوسکتے ہیں یا نہ۔؟ اور جبکہ زوج اول حاضر نہیں ہوتا تو اس صورت میں فسخ نکاح کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار و لکن لہما ای لصغیر و صغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء قولہ بشرط القضاء لان فی اصلہ ضعفاً فیتوقف علیہ کالرجوع فی الھبۃ و فی ایمانہ الی ان الزوج لو کان غائباً لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب (بحر شامی ج ۲ ص ۳۱۸)

اس عبارت سے جملہ امور مستفسرہ کا جواب حاصل ہوگیا کہ اس فسخ نکاح کے لئے قضاء قاضی شرط ہے اور بصورت نہ ہونے قاضی کے حکم مسلم فریقین بھی شوہر کی موجودگی میں فسخ کرسکتا ہے اور مولویان موجودین قائم مقام قاضی کے نہیں ہیں اور نہ بدون تسلیم فریقین حَکَم مقرر ہوسکتا ہے اور نہ اُس کا حکم نافذ ہوسکتا ہے اور شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں بھی حکم فسخ نکاح کا نہیں ہوسکتا۔ الحاصل صورت مسئولہ میں پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ اور دوسرا نکاح باطل ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

نام غلط بتانے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال ۷۱۵۔ اگر نکاح خواں نے نام رفیتن کا نہ لیا اور وقت نکاح بجائے رفیتن و فاتن کہا اور نکاح رفیتن کے مکان پر منعقد ہوا اور وفاتن نامی کوئی عورت اُس مکان میں موجود نہیں۔ اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاویگا یا نہیں۔؟ ۱۳۴۶ھ

الجواب۔ غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ وکذا لو غلط فی اسم بنتہ الا اذا کانت حاضرۃ و اشار الیہا فیصح (در مختار) و فی الشامی و کذا قال فیہا لو غلط فی اسمہا الخ۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ غلط نام لینے سے نکاح مذکور نہیں ہوا۔ یعنی رفیتن کا نکاح نہیں ہوا البتہ اگر وہ سامنے ہوتی اور اشارہ بوقت نکاح اُسکی طرف ہوتا۔ مثلاً اس طرح کہ اس عورت کا جو سامنے بیٹھی ہے تیرا نکاح کیا گیا اور نام اُس کا غلط لیا تو نکاح ہوجاتا ہے لیکن اگر منکوحہ سامنے نہ ہو۔ بلکہ اندر گھر کے ہو۔ اور نام غلط لیا گیا تو نکاح نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

نابالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح ہے

سوال ۷۱۶۔ زینب بالغہ نے بغیر اذن ولی الجد کے بموجودگی حقیقی دادی و عدم موجودگی ماں کے بحضور شاہدین عمر سے کرلیا اور ولی الجد و ماں اس نکاح سے راضی ہیں اگر یہ نکاح صحیح ہے تو حدیث لا نکاح الا بولی کا کیا مطلب ہے اور اس کا کیا جواب ہوگا۔؟

الجواب۔ بالغہ کا نکاح بلا اذن ولی کفو میں صحیح ہے اور غیر کفو میں صحیح نہیں علی المذہب المختار۔ ۱۳۴۵ھ

اور یہی محمل ہے حدیث لا نکاح الا بولی کا اُن فقہا کے نزدیک جو غیر کفو میں نکاح کو صحیح نہیں کہتے اور جو صحیح موقوف علی اجازۃ الولی کہتے ہیں اُن کے نزدیک محمول ہے۔ نفی کمال پر۔ اور مطلب یہ ہے کہ بدون ولی کے اجازت کے جو نکاح ہوگا وہ قریب ہے کہ ٹوٹ جاوے یعنی ولی اگر چاہے اُس کو فسخ کر سکتا ہے اور شامی نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حدیث مذکور کے معارض ہے دوسری حدیث الایم احق بنفسہا من ولیہا (رواہ مسلم) اور یہ قوی ہے اس حدیث "لا نکاح الا بولی" سے اس لئے راجح ہے اُس پر۔ الحاصل صورت مذکورہ میں اگر نکاح زینب بالغہ نے کفو میں بموجودگی شاہدین کے کیا ہے تو منعقد ہو گیا۔ فقط کتبہ عزیز الرحمٰن عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

اِمْدَادُ الْمُفْتِیْنْ

حصۂ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سود اور ترکِ نماز دونوں میں کونسا گناہ زیادہ ہے | **سوال ۲۱۴** - زید کا قول ہے کہ بے نمازی کا گناہ زیادہ بڑا ہے اور عمرو کا قول ہے کہ سود کھانے والے کا گناہ زیادہ بڑا ہے شرعاً کس کا قول صحیح ہے اور بے نماز کے جنازہ کی نماز پڑھائی جائے گی یا نہیں۔ ؟ **الجواب** ترکِ نماز اور سود کھانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں بعض حیثیات سے ترک نماز بڑھا ہوا ہے اور بعض حیثیات سے سود کھانا۔ اس اعتبار سے کہ نماز حق اللہ اور سود حق العباد میں داخل ہے سود بڑھا ہوا ہے اور حدیث میں ہے جو گوشت انسان کے بدن میں مال حرام سے پیدا ہوا ہو وہ جنت میں نہیں جا سکتا اور اس اعتبار سے کہ نماز تمام اعمال و عبادات کی اصل ہے اور حدیث میں ہے کہ جس نے نماز کو ڈھایا اُس نے اپنے دین کو ڈھادیا۔ اس اعتبار سے ترک نماز بڑھا ہوا ہے اور بہر حال دوزخ میں پہنچانے کے لئے دونوں کافی ہیں اور مثل مشہور ہے "آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ و چہ یک بالشت" لیکن نماز جنازہ بے نماز اور سود خوار دونوں پر پڑھی جانی چاہیے کیونکہ یہ دونوں اگر چہ انتہائی فاسق ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں اور حدیث میں ہے صلوا علی کل بر و فاجر فقط واللہ اعلم۔

بیوی کے نام زمین خریدی تو مالک بیوی ہے یا شوہر؟ | **سوال ۲۱۳** - زید نے کسی وجہ سے زمانہ ملازمت میں اپنے روپیہ سے اپنی بی بی کے نام ایک احاطہ اراضی افتادہ مبلغ دو سو روپیہ میں خریدا۔ اور

اپنے روپیہ سے اُس پر مکان تعمیر کرایا۔ بی بی کا انتقال ہوا۔ اُس کے جانشین ایک پسر۔ ایک دختر اور شوہر ہوئے مکان زمانۂ وفات بی بی سے شوہر کے قبضہ میں ہے زید نے پسر و دختر کی شادی کردی۔ لڑکے کو دوسرا مکان دیدیا۔ ایسی صورت میں اس مکان کا مالک تنہا زید ہوگا یا ترکۂ بی بی متصور ہوکر اس کے ورثاء مالک ہوں گے۔؟ **الجواب**۔ صورتِ مذکورہ میں جس وقت زمین بیوی کے نام خریدی گئی اگر شوہر کی نیت یہ تھی کہ بیوی کو یہ زمین ہبہ کرتا ہوں۔ اور پھر بیوی کو اُس پر قبضۂ مالکانہ بھی دیدیا ہو۔ تب تو یہ زمین بیوی متوفیہ کے ورثہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی اور مکان کی تعمیر زید کی ملک رہے گی اور اگر زید کی نیت ہبہ کرنے کی نہ تھی اور نہ ایسے الفاظ کہے تھے کہ (میں نے تجھے دیدی ہے) بلکہ محض کسی مصلحت سے کاغذات سرکاری میں بیوی کے نام اندراج کرادیا تھا تو اس سے بیوی مالک نہیں ہوئی بلکہ شوہر ہی مالک رہا اور اب صرف شوہر ہی کا حق ہے بیوی کے ورثاء کو اس میں حصہ نہ ملے گا۔ صرح بہ فی الفتاوی الا سعد فقط

سنتوں کی نیت کس طرح کرے **سوال ۱۴۸**۔ سنتوں کی نیت بعبارتِ ذیل کرنا کیسا ہے امام مسجد منع کرتے ہیں۔ نیت کرتا ہوں نماز کی واسطے اللہ تعالیٰ کے دو رکعت نماز سنت رسول وقت فجر مُنھ میرا طرف کعبہ کے اللہ اکبر۔ اور امام مذکور بعبارتِ ذیل نیت کرنا بتلاتے ہیں نیت کرتا ہوں نماز کی واسطے اللہ تعالیٰ کے دو رکعت سنت منھ میرا طرف کعبہ کے اللہ اکبر۔ اور نماز جمعہ کی نیت اس طرح بتلاتے ہیں دو رکعت نماز فرض وقت ظہر واسطے جمعہ کے الخ؟ **الجواب**۔ اصل اس معاملہ میں یہ ہے کہ نیت درحقیقت ایک فعلِ قلب ہے جو دل ہی سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اگر کوئی دل میں نیت نماز کرے اور زبان سے کچھ بھی نہ کہے تب بھی نماز ہو جاتی ہے اور اگر دل سے نیت نہ کی اور زبان پر عبارت مندرجۂ سوال سے بھی زیادہ مفصل عبارت پڑھ دی تب بھی نماز نہ ہوگی صرح بہ فی عامۃ کتب الفقہ۔

البتہ عوام کے لئے بہتر یہ ہے کہ اول نیت کے ساتھ زبان سے بھی مختصر الفاظ کہہ لے۔ صرح بہ فی الھدایہ لیکن لمبی عبارتیں نیت کے وقت پڑھنا مکروہ ہے اسی لئے بہتر اور افضل طریقہ نیت کا یہ ہے کہ دل سے نیت کرے کہ میں دو رکعتیں سنتِ فجر پڑھتا ہوں اور زبان سے اسقدر کہہ لے سنتِ فجر۔ ایسے ہی فرضِ فجر۔ وہ طویل عبارتیں جو سوال میں درج ہیں دونوں خلافِ اَولیٰ ہیں اور سنت کے ساتھ لفظ رسول کا بڑھانا بہتر تو نہیں لیکن اگر کوئی بڑھاوے تو کوئی ناجائز بھی نہیں کیونکہ غرض اس جملے سے باتفاق یہ ہوتی ہے کہ یہ سنتیں نص قرآن سے اگرچہ ثابت نہیں مگر طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے پڑھتا ہوں اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور منع کرنے والوں نے شاید اس خطرے سے منع کیا ہوگا کہ لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ فرض تو ہم اللہ کے لئے پڑھتے ہیں اور سنتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے

اور یہ کھلا شرک ہے کیونکہ نمازیں دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ فرض کا ثبوت نص قطعی غیر متعارض فیہ سے ہے اور سنتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان سے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

کسی امیدوار ممبری کو چندہ مسجد کی شرط پر ووٹ دینا | **سوال ۱۷۵** - زید محض رئیس ہونے کی بنا پر اپنے شہر کی مجلس نمائندگان کارپوریشن یا میونسپل بورڈ کی رکنیت کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور جب رائے دہندگان اس کی قابلیت واہلیت کی بنا پر پس پیش کرتے ہیں تو وہ کسی مسجد کی تعمیر کی اعانت کا وعدہ کرتا ہے اور چند رائے دہندگان کو اطمینان دلاتا ہے کہ اگر وہ رکنیت ممبری میں کثرتِ آراء سے کامیاب ہوگیا تو مسجد کی امداد کرے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زید سے جب چندہ رائے دہندگان سودا کرتے ہیں کہ اگر فلاں جگہ کی مسجد یا یتیم خانہ میں چندہ دو تو ہم تمہارے حق میں رائے دیں گے اور زید ووٹ اور ممبری کے لالچ سے مسجد یا یتیم خانہ میں ایک رقم دیتا ہے یا دینا قبول کرلیتا ہے کیا دونوں صورتوں میں زید کا فعل ثواب میں داخل ہوگا۔؟ **الجواب** - اگر واقعات مندرجہ سوال صحیح ہیں تو عام حالات پر نظر کرتے ہوئے ایسا چندہ دینے سے چندہ دینے والے کو کچھ ثواب نہ ہوگا اور چندہ لینے والے اگر اس بہانہ سے چندہ وصول کرلیں اور رائے خلاف دیانت نہ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر دیانۃً اس شخص کو ممبری کے قابل نہ سمجھتے ہوں محض چندہ کے لئے رائے دیں تو یہ چندہ بھی رشوت ہو جائے گا جو جائز نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد شفیع غفرلہٗ

دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا | **سوال ۱۷۶** - ایک شخص لاہور میں ملازم ہیں ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا جسکو عرصہ تین سال کا ہوگیا ہے بیوی نے وصیت کی تھی کہ مجھے اپنے وطن ضلع جالندھر میں بعد مرگ دفن کیا جائے لیکن بعض علماء کی رائے سے مرحومہ کو لاہور ہی میں دفن کیا گیا تھا اب اس شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس مرحومہ کی خاک استخوان کو جمع کر کے اور کسی صندوق وغیرہ میں رکھکر اسے اپنے وطنِ اصلی میں پہنچا کر دفن کیا جائے کیا شرعاً یہ جائز ہے۔؟

الجواب - قال فی العالمگیریہ و یستحب للقتیل والمیت دفنہ فی مکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم وان نقل قبل الدفن الی قدر میل او میلین فلا باس کذا فی الخلاصۃ وکذا لو مات فی غیر بلدہ یستحب ترکہ فان نقل الی مصر آخر لا باس بہ ولا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ کذا فی فتاوی قاضی خان جنائز عالمگیری مصری ص۱۵۶ ج اول۔ قاضی خان کے الفاظِ مذکورہ لا ینبغی سے معلوم ہوا کہ

میت اگر کسی غیر وطن میں مرجائے اور دفن کردیا جائے تو وہاں سے نکالنا مکروہ ہے اور پھر خلاصۂ عبارت سے ثابت ہوا کہ مسافتِ طویلہ پر لے جانا دوسری کراہت ہے اس لئے ایسا کرنا مناسب نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہٗ محمد شفیع غفرلہٗ۔ الجواب صحیح محمد اعزاز علی عفی عنہ۔

دیدینے کے لفظ سے نکاح بشرطِ نیت منعقد ہوجاتا ہے

سوال ۱۴۷۔ رحم علی نے اپنی لڑکی روبرو گواہان و مجلس مسمی جہاں داد کو ان الفاظ میں دی میں نے اپنی بیٹی مسماۃ بہشتاں جہاں داد کو دیدی ہے اور جہاں داد کے والد غلام علی نے بایں الفاظ قبول کی میں نے رحم علی کی بیٹی مسماۃ بہشتاں اپنے لڑکے کی زوجیت کے واسطے قبول کی۔ چونکہ لڑکی نابالغ تھی اس لئے مزید رسومات ادا نہ کی گئی۔ اب تقریباً پانچ سال کے بعد جب لڑکی بالغ ہوئی تو باپ نے لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کی ساتھ کردیا۔ اگر پہلا نکاح ہوگیا تھا تو دوسرا نکاح پڑھانے والے ناکح اور منکوحہ کے والدین اور گواہان کے لئے کیا سزا ہے۔؟ **الجواب۔** اگر بیان مندرجہ سوال صحیح ہے تو صورتِ مسئولہ میں مسماۃ بہشتاں کا نکاح جہاں داد کے ساتھ صحیح اور لازم ہوگیا بشرطیکہ الفاظِ مذکورہ سے نیت نکاح کی گئی ہو بعد بلوغ بھی ان کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ کیونکہ جانبین سے والد کا کیا ہوا نکاح ہے صرح بہ فی الھدایۃ والدر المختار وغیرہ اور (دینے) کے الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اگر شرط نکاح متحقق ہوں لما فی الدر المختار انما یصح النکاح بلفظ تزویج ونکاح لانھما صریح وما عداھما کنایۃ الی قولہ کھبۃ وتملیک وصدقۃ الی بشرط نیۃ او قرینۃ وفھم الشھود المقصود۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ الفاظ مندرجۂ سوال (جہاں داد کو دیدی ہے) اگر ان الفاظ سے نکاح کی نیت کی گئی تھی یا قرینہ اس کا موجود تھا اور گواہوں نے بھی یہی مقصود ان الفاظ سے سمجھا تھا تو نکاح ثابت و لازم ہوگیا البتہ اگر الفاظ مذکورہ سے نیتِ نکاح نہیں کی گئی۔ یا گواہوں نے ان الفاظ سے نکاح نہ سمجھا تو یہ نکاح منعقد نہ ہوا پس صورتِ اُولیٰ میں نکاح ثانی شرعاً باطل ہوگا اور اس کے پڑھنے والے اور پڑھانے والے اور گواہ سب کے سب گنہگار ہوں گے اگر ان کو پہلے واقعہ کا علم ہو۔ اور صورتِ ثانیہ میں نکاح ثانی صحیح ہوگا کسی کو کچھ گناہ نہ ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہٗ محمد شفیع غفرلہٗ

بعد انعقاد نکاح مرضعہ نے رضاعت کی شہادت دی تو وہ تنہا معتبر نہیں

سوال ۱۴۸۔ ساجدہ ماجدہ دو بہنیں ہیں، ساجدہ کے لڑکی اور ماجدہ کے لڑکا ہے ساجدہ نے اسی لڑکی کا دودھ ماجدہ کے لڑکے کو پلایا۔ پندرہ برس ہوتے ہیں کہ ان دونوں کا نکاح نابالغی میں ساجدہ ماجدہ نے کردیا۔ ماجدہ

کا لڑکا اس زمانہ تک ساجدہ کی لڑکی کے ساتھ رہا اور حقوق شوہری بھی ادا کرتا رہا۔ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جو مرگئی اب جبکہ ماجدہ کا لڑکا جوان ہوا۔ اور ساجدہ نے دودھ پلانے کا اقرار بھی کیا ساجدہ کی لڑکی ماجدہ کے لڑکے سے چھ ماہ بڑی ہے یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ نان نفقہ اُس پر واجب ہے یا نہیں۔ ؟

نکاح کرنے والے گنہگار ہیں یا نہیں۔ ؟ **الجواب**۔ صورت مسئولہ میں ساجدہ کی لڑکی ماجدہ کے لڑکے کے لئے باعتبار رضاعت کے بہن ہوگئی اور رضاعی بہن بھائی کا نکاح ایسا ہی حرام ہے جیسے نسبی کا۔ ویحرم من الرضاع مایحرم من النسب البتہ یہ سب اُس وقت ہے کہ جب حجت شرعیہ یعنی دو مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے دودھ پینا ثابت ہو جائے۔ تنہا ساجدہ کے اقرار سے حرمت ثابت نہ ہوگی اور نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اور اگر حجت شرعیہ سے رضاعت ثابت ہوگئی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ فوراً علیحدگی واجب ہے اور جن لوگوں نے باوجود علم واقعہ کے نکاح کیا وہ سخت گنہگار ہیں۔ اور جب نکاح ہی صحیح نہیں تو نان نفقہ واجب نہیں۔ بلکہ اس کو فوراً علیحدہ کر دینا واجب ہے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ

ایک نکاح پر دس ماہ گذر جانے کے بعد کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے	**سوال ۱۹۴۹**۔ ایک شخص نے اپنی لڑکی بانو کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا جب وہ عورت اپنے خاوند زید کے ساتھ

دس ماہ مرد آباد رہ چکی۔ اور اس عرصہ میں عمرو اپنی والدہ کی فوتیدگی پر گھر آیا۔ اور خیرات کر کے باوجود دیکھنے آبادی زید و بیوی کے واپس سفر میں چلا گیا۔ بعد اُس کے گیارھویں ماہ آیا۔ اور عید الاضحیٰ کے روز بعد نماز عید عمرو نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ میرا نکاح تیری لڑکی کے ساتھ جب تیری اذن سے ہو چکا ہے تو تو نے امام مسجد ہو کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کیوں پڑھا دیا۔ میرے ساتھ شرعی فیصلہ کر۔

جب لڑکی کا باپ شرعی فیصلہ پر آمادہ ہوا تو عمرو پھر سفر میں چلا گیا دو ماہ گذار کر پھر گھر آیا۔ اور شرعی فیصلے کے لئے لڑکی کے باپ کو بلایا اور دو گواہ بھی تیار ہوئے کہ ہمارے روبرو لڑکی مذکورہ کا ایجاب و قبول لڑکی کے باپ نے عمرو کو کرا دیا تھا پہلے زید سے۔ حالانکہ یہ گواہ زید کے نکاح میں شامل رہے ایک نے اُن میں سے وکیل لڑکی کا ہو کر اجازت لے کر مجلس میں زید کے ساتھ نکاح پڑھا تھا۔ اور ایک سال تک خاموش آبادی دیکھتے رہے اور زید کے نکاح میں بھی شامل رہے۔ ۱ کیا مدعی عمرو کا خاموش رہنا عرصہ دراز تک باوجود علم نکاح ثانی اور تصرف مالکانہ ناکح ثانی کے دعویٰ کو مسترد کرتا ہے یا نہ۔ اور گواہان کی گواہی کو باوجود وکالت نکاح ثانی کے اور علم تصرف کے ناکح ثانی کے اتنے عرصہ خاموش رہنا اور گواہی کو زبان پر نہ لانا۔ گواہی کو بھی مسترد کرتا ہے یا نہیں۔ ۲ میعاد شہادت حسبہ کی کیا ہے

اور کیا محکم بلاوجہ تاخیر حکم میں ایک ہفتہ گذار کر حکم دیوے تو حکم مسترد ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور صورت بالا میں مدعی اور گواہان گواہی کو جائز رکھکر حکم نکاح اول کا دے سکتا ہے یا نہیں ۔ ؟ کیا لڑکی کا باپ بعد مسترد ہونے دعوے عمرو اور شہادت گواہان کے امامت سے معزول ہو سکتا ہے یا نہیں ۔ ؟

الجواب ۔ جواب دوسری جگہ کا لکھا ہوا ہے دیوبند سے تصدیق کی گئی اقول وباللہ التوفیق اگر واقعی صورت مرقومہ استفتائیہ صحیح ہے تو دعویٰ مدعی کا شرعًا مردود ہوگا ۔ کیونکہ عرصہ دراز ناکح ثانی کو بضع میں تصرف مالکانہ کرتا دیکھتا رہا اور بغیر مانع کے ساکت رہا ۔ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار متی ثبت ان المخصم عاین ذا الید یتصرف فی المتنازع فیہ تصرف الملاك وھو ساکت عن المعارضۃ من غیر مانع کان ذلك من الدعوی ۔ انتھیٰ ۔ اور گواہوں کا اتنے روز خاموش رہنا اور ثانی نکاح میں گواہ اور وکیل بن کر نکاح کرا دینا اور عورت کے بضع میں ناکح ثانی کو سال بھر تصرف مالکانہ کرتے دیکھنا اور شہادت کو زبان تک نہ لانا شہادت کو مسترد کر دیتا ہے درمختار شامی صـ ۴ کتاب الشہادۃ ویجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالیٰ وھی کثیرۃ عدمنھا فی الاشباہ اربعۃ عشر قال ومتی اخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد ۔ والعذر کمرض او بعد مسافۃ او خوف طریق ۔ میعاد شہادت حسبہ کی اصح روایت میں ایک ماہ ہے شامی صفحہ ۱۰۲ اعلم ان التقادم عند الامام مفوض الی رای القاضی فی کل عصر لکن الاصح عن محمد انہ مقدر بشہر وھو مروی عنھما ایضًا ۔ جب دعویٰ عمر کا اور گواہان کی گواہی شرعًا مردود ہے تو کسی بے علم کا دعویٰ مدعی عمرو کا سنکر اور گواہان کی گواہی لے کر حکم صحت نکاح اول کا دینا محض اتباع نفس ہے کیونکہ مقلد بغیر قول مفتی بہ کے فتویٰ نہیں دے سکتا شامی صـ ۳۶ ج ۴ ۔ بل المقلد متی خالف معتمد مذھبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ھو المختار للفتویٰ ۔ اور قاضی حکم میں بلاوجہ اگر تاخیر کرے تو فاسق ہو جاتا ہے فی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الخ شامی صـ ۳۰۳ ج ۴ ۔ وفی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزر ویعزل ۔ یعنی قاضی اگر حکم میں بلاوجہ تاخیر کرے تو گنہگار ہوتا ہے تعزیر کیا جاوے اور معزول کیا جاوے ۔ جب قاضی کا یہ حکم ہے تو ایسے بے عمل کو جسکو قواعد شرعیہ سے بالکل واقفی نہیں حق فتویٰ دینے کا کب حاصل ہے درمختار والفاسق لا یصلح مفتیًا ۔ بعد مردود ہونے دعویٰ مدعی اور گواہی گواہان کے لڑکی کے باپ کی امامت میں کوئی نقص شرعی نہیں تاکہ اس کو معزول کیا جاوے ۔ لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ بعد اظہار حق ہذا کے جو شخص بلاوجہ لڑکی کے باپ کو ملامت کرے اور عمرو اور گواہان مردود الشہادۃ کی پاسداری کرے اس پر تعزیر شرعی قائم ہوگی ۔ ھذا ما علیہ الاحناف رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ احمد الدین ۔ الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

نابالغ بچے اگر مردوں کی صف میں کھڑے ہوں تو اُنکی نماز بھی مکروہ ہوگی

سوال ۴۲۰ ۔ نابالغ لڑکے جماعت میں شریک ہوجاتے ہیں تو اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب ۔ اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی مالک الاشعری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقام الرجال یلونہ واقام الصبیان خلف ذٰلک من شرح الھدایۃ للعینی و فی البحر اتی الصبی الواحد لایکون منفرداً من الرجال بل یدخل فی صفھم و ان محل ھذا الترتیب انما ھو عند حضور جمع من الرجال وجمع الصبیان فحینئذ توخر الصبیان ۔ بحر ص۳۷۵ ج اول ۔ عبارات مذکورہ اور عام کتب فقہ کی عبارات مشہورہ سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکوں کا مردوں کی صف میں کھڑا کرنا خلافِ سنت ہے خواہ نمازِ جمعہ ہو یا دوسری نمازیں ۔ نمازِ جمعہ میں جس شخص کے پاس لڑکے کھڑے ہوں اُس کو چاہیے کہ اُنھیں پیچھے ہٹائے ۔ یا صف سے علیحدہ کسی جگہ کھڑا کر دے ورنہ نماز مکروہ ہوگی فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

سمت قبلہ کی تحقیق

سوال ۴۲۱ ۔ شہر مرگوئی میں قبلہ کے بارے میں دو فرقے ہیں بعض مسجدیں شمال کی طرف جھکی ہوئی ہیں کمپاس کے حساب سے دس پندرہ ڈگری کا فرق ہے بعض مسجدیں جنوب کی طرف کسی قدر جھکی ہوئی ہیں کمپاس کے حساب سے دس پندرہ ڈگری کا فرق ہے اور قبرستان میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لئے ایک نئی مسجد بنائی گئی ہے وہ قطب نما کے حساب سے بالکل ٹھیک مغرب یعنی قبلہ کی طرف ہے اس کے بعد فرض کفایہ ادا کرنے کا پُرانا نماز گاہ توڑ کر ایک نیا بنایا ہے وہ کسی قدر ٹیڑھا ہوگیا ہے اگر کسی مسلمان کے انتقال کی خبر ہم کو ملتی ہے تو ہم لوگ جنازہ کی ساتھ جاکر پُرانی نماز گاہ ہو یا نئی ہم فرض کفایہ ادا کرتے ہیں۔ پہلے فرقے والے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے قبلہ کا کچھ ٹھکانہ نہیں یہ دو قبلے والے ہیں اور ان کے ایمان کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی درست نہیں؟ (۲) ایسا کہنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے؟ (۳) کیا پرانی نماز گاہ میں نماز ہوجائے گی یا توڑ کر نیا بنانا ہوگا۔ کیا صفیں ٹیڑھی اور جنازہ ٹیڑھا رکھکر پڑھنا ہوگا۔؟ (۴) کیا ہم دہلی بمبئی، دیوبند، سہارنپور کے بزرگوں کے فتاویٰ پر عمل کرسکتے ہیں اور احیاء العلوم میں جو کعبۃ اللہ کا نقشہ درج ہے اُسی کے مطابق عمل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (۵) احیاء العلوم کے مصنف شافعی ہیں تو قبلہ کے بارے میں ہم اس پر عمل کرسکتے ہیں قبلہ کے بارے میں کوئی اور کتاب بھی ہے یا نہیں۔؟ (۶) کیا ہم اہل مشرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں کا قبلہ ایک ہی ہے۔؟

الجواب ۔ اصل اس معاملہ میں یہی ہے کہ ہم اہلِ مشرق کے لئے سمتِ مغرب قبلہ ہے اگر تھوڑا سا فرق بھی ہوجائے تو قبلہ کی سمت صادق آجاتی ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ مذکورہ سوال کے بیانات سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے وہ سب فتاویٰ صحیح ہیں لہٰذا آپ لوگ دونوں محلوں کی میّت میں اور نماز جنازہ میں بلاشبہ شریک ہو سکتے ہیں اور دونوں جگہوں میں نماز جنازہ درست و صحیح ہے (۲) جو لوگ صورتِ مذکورہ کی وجہ سے آپ کو دو قبلہ والا وغیرہ کہتے ہیں وہ گنہگار ہیں حدیث میں ہے سباب المسلم فسوق نیز من قال هلك الناس فهو اهلك۔

(۳) نماز تو بلاشبہ ہو جائے گی لیکن اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو جائے کہ شہر کی عام مساجد و نماز گاہوں وغیرہ سے اس کا رُخ کچھ پھرا ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ رفع فتنہ کے لئے اُس میں صفوں کے نشانات عام مساجد کے رُخ کے موافق قائم کر دیئے جاویں اور اُسی کے موافق نماز پڑھی جائے کیونکہ اُس میں باہمی اختلافات بھی قطع ہو جائیں گے اور اقرب الی عین القبلہ بھی ہونے کی توقع ہے اور مسلمانوں کے آپس سے رفع فتنہ اور قطع اختلاف نہایت ضروری ہے بڑے ثواب کا کام ہے البتہ اس نماز گاہ کی تعمیر کو گرانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس میں بلا ضرورت اضاعتِ مال ہے۔

(۴) فتاویٰ مذکورہ صحیح ہیں اور احیاء العلوم کا کلام بھی اُن کے خلاف نہیں ہے اس لئے اس پر عمل کر سکتے ہیں (۵) احیاء العلوم کے مصنف شافعی ہیں۔ لیکن اس مسئلے میں اُن کا حنفیہ سے کوئی خاص خلاف نہیں۔ اس لئے اُن کے قول کو لینا بھی گویا حنفیہ ہی کے قول کا لینا ہے اس لئے جائز ہے فتاوے شامی مسمّٰی بہ ردالمختار فی شرح الدر المختار میں بھی نقشہ دے کر بہت واضح طور پر اس مسئلہ کو سمجھایا ہے۔ اگر احیاء العلوم کے ماننے میں شبہ ہے تو شامی حنفی فتاویٰ کی معتبر کتاب ہے اس میں دیکھ لیا جائے۔

(۶) قبلہ سب کا ایک ہی ہے البتہ تعیینِ سمت کے بعض جزئیات میں خفیف سا اختلاف ہے فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہ

اسپرٹ شراب کے حکم میں ہے مگر چولھے میں جلانے کی اجازت ہے

سوال ۔ ۴۲۲ ۔ اسپرٹ شراب ہے یا نہیں۔؟ اسکو چولھے میں جلانا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب ۔ اسپرٹ شراب ہی کے حکم میں ہے اور نجس ہے قال الشامی فی کتاب الطهارة و ما يستقطر من دردی الخمر فنجس حرام۔ لیکن بضرورت چولھے میں فقہائے متاخرین نے اجازت دی ہے فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

مشترک زمین کو بغیر تقسیم کئے کوئی شریک مسجد و مقبرہ کیلئے وقف نہیں کر سکتا

سوال ۴۲۳ ۔ ایک زمین کے سات مالکوں میں سے پانچ شرکا نے اپنے ونیز غیر موجودہ دو شرکا کی جانب سے ایک زمین کو بغرض تعمیر مزار ایک بزرگ مرحوم کے ونیز تعمیر خانقاہ و دیگر عمارات متعلقہ مزار وقف زبانی کیا اور اس وقف کا

متولی بھی مقرر کر دیا اور اس اعلان کے مطابق مزار تیار ہوا۔ اس کے گرد چہار دیواری بنی اور مراسم قل وعرس وغیرہ انجام پاتے ہیں اور اس عمل درآمد کے خلاف کبھی ہر دو شرکار غیر حاضر نے اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اسے بنظر پسندیدگی دیکھتے آئے مگر چار پانچ برس کے بعد جملہ ساتوں شرکار نے اس زمین کا وقف تحریری لکھا اور خلاف اغراض وشرائط و منشاء وقف زبانی اس پچھلے وقف تحریری میں شرائط رکھی اب سوال یہ ہے:۔ (۱) کیا وقف زبانی ازقسم مشاع ہے اور ناجائز ہے (۲) کیا باوجود تسلیم ورغماء بالسکوت ہر دو شرکار غیر حاضر کے ونیز باوجود عملدرآمد بھی وقف ناجائز ہوا۔ (۳) اور اگر وقف ناجائز ہوا تو مدفین بر بنار وقف زبانی عمل میں آئی ہے وہ شرعاً جائز ہوئی یا نہیں۔ اگر ناجائز ہے تو اسکے متعلق کیا صورت اختیار کی جائے۔

الجواب ۔ قال فی البحر من الوقف فقد علمت انہ قول محمدؒ فلا یجوز وقف المشاع وقال ابو یوسف ھو جائز الی قولہ والخلاف فیما یحتمل القسمۃ اما مالا یحتمل القسمۃ فھو جائز اتفاقاً اعتباراً عند محمدؒ مالھبۃ والصدقۃ المنفذۃ الا فی المسجد و المقبرۃ فانہ لا یتم مع الشیوع فیما لا یحتمل القسمۃ عند ابی یوسفؒ ایضاً لان بقاء الشرکۃ یمنع الخلوص للّٰہ تعالیٰ ولان المھایاۃ فی ھذا فی غایۃ القبح بان یقبر فیھا الموتی سنۃً و تزرع سنۃً و یصلی للّٰہ فیہ فی وقت ویتخذ اصطبلاً فی وقت بخلاف الوقف لامکان الاستغلال والحاصل ان وقف المشاع مسجداً و مقبرۃً غیر جائز مطلقاً اتفاقاً انتہی بحر الرائق ص ۱۹۰ ج ۵ ۔ عبارت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ مقبرہ اور مسجد کا وقف مشاع ومشترک ہونے کی حالت میں مطلقاً باتفاق ائمہ حنفیہ درست نہیں اور دو شریکوں کا سکوت کرنا شرعاً وقف کرنے کے حکم میں نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اشباہ ونظائر میں لکھا ہے لاینسب الی ساکت قول والذی نحن فیہ لیس من المستثنیات التی ذکرہ من ھذہ القاعدۃ ھناک۔ پس صورت مذکورہ میں مقبرہ کا وقف ابتداءً مشاع ہوا جو باتفاق درست نہ تھا۔ لہذا یہ زمین اس وقت ساتوں شریکوں کی ملک تھی۔ لیکن جبکہ ساتوں شریکوں نے مل کر تحریری وقف نامہ لکھا اس وقت سے وہ کل زمین وقف ہوگئی۔ اور جو شرطیں اسوقت لکھی گئی وہی شرطیں معتبر ہوں گی فقط محمد شفیع غفرلہ

خیار بلوغ کی ایک صورت

سوال ۴۲۴ ۔ ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی اس کے ماموں نے کر دیا بمجرد آثار بلوغ ہندہ نے مردوں اور عورتوں کو گواہ کر کے کہا کہ مجھے وہ نکاح جو فلاں کے ساتھ میری طفولیت میں ماموں نے کیا تھا مجھے نامنظور ہے اور یہ پارچہ خون آلودہ میرے پاس موجود ہے اسکو عورتیں دیکھ لیویں۔ بعد ازاں بعدالت پہنچکر تنسیخ نکاح کی درخواست پیش کی بعد ازاں ایک اور شخص کے ساتھ نکاح عام مجلس میں بخوشی ورضاء ورغبت والدہ کے مشورہ سے نکاح باقاعدہ کیا جو درج رجسٹر ہوا

چند یوم کے بعد ہندہ غیر شخص کے ساتھ مفرور ہو کر چلی گئی جب پکڑی گئی تو عدالت میں آکر کہا کہ میں پہلا نکاح فسخ کرانا نہیں چاہتی کیا پہلا نکاح بحال ہے یا نہ۔ اور دوسرا نکاح جو عام مجلس میں درج رجسٹر سرکاری ہوا یہ جائز ہوا یا نہیں کہ ابھی حکم عدالت سے تنسیخ کا نہ ملا تھا۔ عدالت جو حکم نہ دے، تو کیا شرعاً پہلا نکاح اُس کے انکار پر رد ہو سکتا ہے یا نہ۔ اور نکاح ثانی جو اُسکی خوشی سے پڑھا گیا ہے یہ جائز ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ صورت مذکورہ میں ہندہ کو فسخ نکاح کا اختیار تھا جسکی موافق اُس نے بفور بلوغ درخواست فسخ نکاح عدالت میں پیش کردی۔ اس درخواست کی وجہ سے اُس کا حق فسخ محفوظ تو ہو گیا لیکن محض درخواست دینے یا خود بخود فسخ کر دینے سے نکاح فسخ نہیں ہوا بلکہ فسخ نکاح حکم حاکم پر موقوف رہا۔ مگر عبارتِ سوال میں بیان کیا گیا ہے کہ حاکم نے حکم ابھی تک نہیں دیا تھا کہ اس حکم سے پہلے ہی دوسرا نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا بلکہ پہلا نکاح بدستور قائم ہے اور اب دوبارہ آکر جبکہ عورت نے اپنے حق فسخ کو صراحۃً باطل کردیا یعنی یہ کہدیا کہ میں نکاح ثانی باطل کرانا نہیں چاہتی تو اب پہلا نکاح ہی لازم ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ فسخ نکاح کے لئے حکم حاکم شرط ہے اُس کے بغیر نکاح فسخ نہیں ہوا۔ اور نہ نکاح ثانی صحیح ہوا۔ لما فی الدر المختار ولہما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ الی قولہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر انتہی قال الشامی فان اختیار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء الخ شامی باب الولی ص ۳۱۵ ج ۲۔ فقط کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

تمباکو پان میں کھانے کا حکم | **سوال ۴۲۵**۔ تمباکو کھانا جائز ہے یا حرام پان مُنھ میں ہوتے ہوئے درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔؟ ۲۸۰۸

الجواب۔ تمباکو کھانا بلا تامل جائز ہے، اور تمباکو مُنھ میں ہوتے ہوئے درود شریف اور قرآن شریف وغیرہ پڑھنا بھی جائز ہے کذا قال مولانا المحقق عبدالحی لکھنوی فی مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم ص ۳۹۵

حرمت مصاہرت کی ایک صورت | **سوال ۴۲۶**۔ عورت بیان کرتی ہے کہ میں اکیلی مکان میں تھی میرے سُسر نے آکر مجھکو زیورات وغیرہ کا لالچ دیکر ہمبستری کی خواہش کی اور میرا ہاتھ پکڑ کر ۲۸۱۱ شہوت سے پُر ہو کر کواڑ بند کرنے میں چلا کر ہاتھ چھڑا کر کواڑ کھول کر باہر نکل آئی۔ تو عورت اپنے شوہر پر حلال ہے یا نہیں۔ اور کس کا قول معتبر ہوگا۔ عورت کا یا سُسر کا۔؟

الجواب۔ صرف ہاتھ پکڑنے سے جبکہ موٹے کپڑے درمیان میں حائل ہوں حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اگر اس سے زائد کوئی بات ہوئی ہے تو یہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی بشرطیکہ خاوند بھی اس کی تصدیق کرے۔ لما فی محرمات الخلاصۃ عن امالی ابی یوسف ان کذا بھا

الزوج لایفرق بینھما ولو سمع قبحا انہ عن شھوۃ و قعت الفرقۃ بینھما خلاصۃ الفتاوی صفحہ ۲۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد شفیع غفرلہ۔

چچا کے انتقال کے بعد چچی سے نکاح جائز ہے

سوال ۴۲۷۔ دسوندہی کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ کا نکاح بعد عدۃ کے دسوندہی کے بھتیجہ مغلو سے کردیا اس سے پہلے مغلو کے باپ سے تجویز تھی مگر اس نے کہا کہ میں بوڑھا ہوں اس لئے میرے لڑکے مغلو سے شادی کردو۔ اب بعض جاہل عورت کے دل میں شبہ ڈالتے ہیں کہ چچی تو ماں برابر ہوتی ہے اور دوسرے اس بیوہ کو باپ سے مانگی تھی اس لحاظ سے ماں ہی ہوگئی لہذا صورت مسئولہ میں نکاح جائز ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ یہ محض جاہلانہ خیالات ہیں شریعت میں ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ مسماۃ کا نکاح مغلو کی ساتھ بلاشبہ صحیح ہوگیا چچا کے انتقال کے بعد چچی سے نکاح شرعاً حلال ہے جو حرام سمجھے گنہگار ہے اسی طرح محض باپ سے گفتگو نے نکاح ہو جانے کی بنا پر بیٹے کے لئے عورت حرام نہیں ہوئی اور نہ کسی قسم کا شبہ حرمت کا پیدا ہوتا ہے۔ مسماۃ بے فکر ہوکر اپنے خاوند کے ساتھ رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا کس حد تک ضروری ہے اور صفِ اول کی تعریف

سوال ۴۲۸۔ امام کا محراب میں تنہا کھڑا ہونا کیسا ہے عامۂ کتب فقہ میں مطلقاً مکروہ لکھا ہے اور شرح وقایہ میں ہے و قیام الامام فی طاق المسجد ای فی المحراب بان یکون المحراب کبیراً الخ۔ کبیراً کی قید احترازی ہے یا واقعی اگر قید احترازی ہو اور قیام امام محراب صغیر میں مکروہ نہ ہو تو محراب کبیر کی کیا حد ہے۔؟ (۲) یہاں پر ایک مسجد ہے کہ اگر امام کے قدمین خارج محراب ہوں اور سجدہ محراب ہی میں ہو تو بھی صفِ اول سیدھی نہیں ہوتی کیونکہ محراب سے تھوڑی فاصلہ پر ستون ہیں پس جو مقتدی ستون کے محاذات میں ہوتا ہے اس کو اور مقتدیوں سے کچھ آگے بڑھنا پڑتا ہے بغیر اس کے اس کو رکوع کرنا مشکل ہوتا ہے اور اگر محراب چھوڑ کر وسط مسجد میں کھڑا ہو تو صف بالکل سیدھی ہوتی ہے اور مسجد میں گنجائش بھی ہے تو کیا امام کو محراب میں کھڑا کرنا ضروری ہو خواہ صف ٹیڑھی ہو جائے۔؟ (۳) صفِ اول میں اُس جگہ کا نام ہے جو مغربی دیوار سے متصل ہو یا اُن مقتدیوں کی صف ہے جو امام کے متصل صف میں ہوں (۴) مسجد مذکور کی ہیئت ایسی ہے کہ نقطاس کے سامنے پونے تین ہاتھ چھوڑ کر سامنے کی دیوار قائم ہے اور ایسا محض خوبی کے لئے کیا گیا دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوتی ہے اور وہ حصہ جو سامنے کی دیوار کے آگے ہے یہاں کے عرف میں برآمدہ مسجد کے نام سے معروف ہے یہ حصہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں اس برآمدہ میں حجرہ

بنا کر کسی کو رہنا جائز ہے یا نہیں بانی مسجد نے مسجد ہی کی نیت سے بنایا ہے۔؟

الجواب۔ شارح وقایہ کی غرض اس عبارت سے یہ نہیں کہ وہ محراب صغیر اور کبیر کے حکم میں فقہی طور پر کوئی فرق ایسا کرنا چاہتے ہیں جیسے مسجد صغیر و کبیر میں بعض احکام فقہیہ متفاوت ہیں بلکہ در حقیقت شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس جگہ محض صورت مسئولہ کا واضح کرنا اور ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے جو صورت مسئلہ کے تصور میں عرف قدیم کے اعتبار سے پیدا ہو سکتا تھا وہ یہ کہ سلف صالح رحمہم اللہ کے عہد میں مساجد کی محاریب اس قدر وسیع و فراخ نہ ہوتی تھی کہ ان میں کوئی آدمی کھڑا بھی ہو سکے چہ جائیکہ پورا سجدہ رکوع وغیرہ وہاں کر سکے بلکہ محراب کی صورت زمانہ سلف میں صرف یہ تھی اگر وسط مسجد میں کوئی نشان دروازہ کی شکل کا یا اور کسی قسم کا بنا دیا جاتا تھا تاکہ وسط کا امتیاز پورا ہو جائے اس میں امام کا کھڑا ہونا متصور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ نماز پڑھنا اس لئے حکم کراہۃ الصلوٰۃ فی الطاق کی تصویر میں یہ اشکال بناءً علی الرسم القدیم عاید ہوا کہ یہ صورت تو متصور ہی نہیں۔ کراہت یا عدم کراہت کی بحث کیسی اس کا حل شارح نے اس طرح فرمایا بان یکون المحراب کبیرا" یقوم فیہ البتہ اس کے بعد وحدہ کی قید قید احترازی بیان حکم کے لئے ہے اور دلیل اس رسم قدیم کی شیخ جلال الدین سیوطیؒ کا مستقل رسالہ ہے مسمیٰ اعلام الارانیب فی بدعۃ المحاریب" جس میں ثابت کیا ہے کہ یہ طریقہ مروجہ زمانہ سلف میں نہ تھا (۲) امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا کوئی سنت نہیں بلکہ سنت صرف یہ ہے کہ وسط صف میں کھڑا ہو۔ اور چونکہ محراب وسط میں مسجد ہی بنائی جاتی ہے اس لئے عموماً محراب میں کھڑے ہونے سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے لیکن اگر محراب میں کھڑے ہونے سے کوئی دوسری سنت فوت ہونے لگے مثلاً تسویۂ صف وغیرہ میں تو پھر محراب میں کھڑا ہونا نہ چاہیئے بلکہ محراب سے باہر ایسی جگہ کھڑا ہو جائے کہ صف سیدھی ہو جائے البتہ اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ امام وسطِ صف میں رہے کذا فی عامۃ کتب الفقہ۔ (۳) یہ اختلاف صفِ اول کا جدار غربی کے متصل یا امام کے متصل ہونے کے متعلق ہمارے دیار کی عام مسجدوں میں تو متصور نہیں کیونکہ محراب کے اندر امام ہی کھڑا ہوتا ہے قدمین باہر رہتے ہیں اور صفوف سب مسجد کے اندر ہوتی ہیں تو جو صف جدار غربی کے متصل ہوگی وہی امام کے متصل ہوگی اُسی کو عرف اور شرع میں صف اول کہا جائے گا۔ حضرات فقہاء۔ شامی اور صاحب بحر وغیرہ نے جو اس بارہ میں اختلاف نقل فرمایا ہے وہ ایک خاص صورت پر مبنی ہے جو عموماً ہمارے دیار میں نہیں وہ یہ کہ محراب اس قدر وسیع ہو کہ اُس میں امام آگے کھڑا ہو اور اس کے پیچھے چند آدمیوں کی چھوٹی سی صف محراب کے اندر ہی ہو جائے

اس قسم کی محراب کا نام عرف قدیم میں مقصورہ ہے اور پھر بڑی صف مسجد کے اندر جدار غربی کے متصل ہوتی تھی تو اس میں اختلاف واقع ہوا کہ صفِ اول اس خاص صورت میں وہ چھوٹی صف ہوگی جو امام کے متصل مقصورہ کے اندر رہے یا بڑی صف جو جدار غربی کے متصل مسجد میں ہے اس اختلاف میں فقیہ ابو اللیث کا فتویٰ یہ ہے کہ بڑی صف کو صفِ اول کہا جائے گا علامہ شامی کے طرز کلام سے اس کی تائید معلوم ہوتی ہے بہر حال ہمارے یہاں تو جو صف امام کے پیچھے متصلاً ہوتی ہے وہی صفِ اول ہے خواہ جدار غربی کے متصل ہو جیسا کہ امام کے محراب میں کھڑا ہونے کی صورت میں ہوگا یا جدار غربی سے فاصلہ پر ہو جیسا کہ امام محراب چھوڑ کر اندرونِ مسجد کھڑا ہو۔ (۴) اس معاملہ میں نیت بانی ہی معتبر ہوتی ہے جبکہ بانی نے اس جگہ کو بہ نیت مسجد بنایا ہے تو وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہوگئی اُس کا تغیر کسی طرح کسی وقت جائز نہیں اُس میں نہ رہائش کا حجرہ بنا سکتے ہیں نہ کوئی اور مکان۔ اگرچہ وہ مصالح مسجد ہی کے متعلق ہو۔ البتہ مسجد کے بوریئے رکھنے کے لئے کوئی جگہ مسجد کے اندر علیحدہ کر سکتے ہیں جبکہ نمازیوں پر تنگی نہ ہو۔ صرح بہ فی العالمگیریہ من الوقف و احکام المسجد والشامی وصاحب البحر من احکام المسجد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

شوہر سے بوقت نکاح شرط کی کہ تم نماز نہ پڑھو گے تو مجھ دوسرے شخص سے نکاح کا حق ہوگا

سوال ۲۹۰ ۔ ایک عورت کا نکاح مشروط ایک مرد سے ہوا اس شرط پر کہ عورت کی جانب سے یہ شرط ہوئی کہ تم کو نماز پڑھنا ہوگا اگر تم نماز نہیں پڑھو گے تو میری خوشی ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح کروں یا نہیں اب عرصہ تین برس کا گذرا اس تین برس میں دو بچے بھی ہوئے عورت اور اُس کا باپ شوہر سے بار بار کہتے ہیں کہ تم نماز سیکھو وہ نہ سنتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے اب یہ عورت تنگ ہو کر باپ کے یہاں آگئی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس عورت کا نکاح دوسرے مرد نمازی کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ عورت کے یہ الفاظ کہ میری خوشی ہے کہ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کروں یا نہیں۔ اگرچہ ان لفظوں میں طلاق کا اس کے اختیار میں ہونا مصرح نہیں لیکن بطور اقتضاء النص کے مقدر ماننا ضروری ہے ورنہ کلام کی صحت کی کوئی صورت نہیں جیسے کنایہ اعتدی اور ابتغی الازواج وغیرہ میں صحت کلام کے لئے لفظ طلاق بطور اقتضاء النص مقدر مانا جاتا ہے اس لئے کلام مذکور کی صحت اس طرح ہوئی اگر تم نماز نہیں پڑھو گے تو میری خوشی ہے کہ میں اپنے اوپر طلاق واقع کر کے دوسرے مرد سے نکاح کروں یہ الفاظ ہمارے عرف میں اختیار ہی کے مرادف سمجھے جاتے ہیں اس لئے شرط مذکور پر عورت کا اختیار طلاق حاصل ہوگیا اور جبکہ مرد نماز نہیں پڑھتا تو عورت کو حق حاصل ہے کہ اپنے اوپر طلاق واقع کرلے اور عدت

طلاق تین حیض گذر جانے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرلے قال فی الدر المختار نکحھا علی ان امرھا بیدھا صح قال الشامی مقید بما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت الخ شامی صفحہ ۶۶۷ ج ۲۔

تنبیہ۔ یہ سب حکم اُس وقت ہے جبکہ خاص عقد نکاح میں ایجاب وقبول کے اندر یہ شرط لگائی گئی ہو یا بعد نکاح کے یہ شرطیں عورت نے پیش کی ہوں اور مرد نے قبول کرلیا ہو اور اگر عقد نکاح سے پہلے یہ شرط لگائی ہو اور نکاح کی طرف اضافت بھی نہ کی ہو تو ان شرطوں کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہ۔

زوجہ کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح فاسد ہے یا باطل اور ثبوت نسب ووجوب مہر کا حکم۔

سوال ۴۳۰۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور کچھ مدت کے بعد مسماۃ حمیدہ حقیقی بہن ہندہ سے نکاح کیا یہ اخیر نکاح باطل ہے یا فاسد ہے فتاوے عالمگیری میں اس نکاح کو فاسد قرار دیا ہے وان تزوجھا فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد الخ ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد ویعتبر مدۃ النسب من وقت الدخول عند محمد وعلیہ الفتوی۔ یہ فتویٰ صحیح ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ یہ نکاح فاسد ہی ہے اور حسب قاعدہ نکاح فاسد سے نسب ثابت ہوجائیگا اور مہر بھی واجب ہوگا۔ عالمگیری کی عبارت صحیح اور مفتی بہ ہے عالمگیری نے خود محرمات کے باب میں بھی عبارت مندرجہ سوال کے بعد اس کی تصریح کردی ہے ولفظھا ان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر ویجب الاقل من المسمی ومن مھر المثل وعلیھا العدۃ ویثبت النسب انتھی عالمگیری مصری صفحہ ۲۶۰ جلد اول۔

اور شامی نے نکاح فاسد کے بیان میں صفحہ ۳۵۹ جلد ۲ میں نکاح فاسد کی مثال نکاح بلا شہود پیش کرنے کے بعد فرمایا ہے ومثلہ تزوج الاختین معا ونکاح الاخت فی عدۃ الاخت۔ البتہ فصل محرمات میں شامی نے دونوں لفظ استعمال کئے ہیں ایک جگہ باطل اور دوسری جگہ ایک ہی عبارت میں فاسد فرمایا ہے پہلے فرماتے ہیں فالباطل نکاح کل منھما اور اُس کے آگے فرماتے ہیں۔ ویجب بکل الاقل من المسمی ومن مھر المثل کما ھو حکم النکاح الفاسد۔ شامی الفصل المحرمات صفحہ ۲۹۴ ج ۲ مصری۔

اسی طرح بحر الرائق میں بعینہ یہی دونوں قسم کے الفاظ مذکور ہیں۔ بحر الرائق فصل المحرمات صفحہ ۱۰۳ ج ۳۔

لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ نکاح فاسد ہے جیسا کہ عالمگیری اور شامی بحث النکاح الفاسد کی تصریح سے ثابت ہوا دوسرے مواضع میں جو باطل کا لفظ بولا گیا تو اس بنا پر کہ بعض حضرات کے نزدیک نکاح باطل اور فاسد میں کوئی فرق نہیں اور یا توسعاً فاسد پر باطل کا لفظ اطلاق کردیا گیا کیونکہ قرائن سیاق

وسباق سے اُس کی توضیح دشوار نہ تھی فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہ۔

پاسپورٹ کی ضرورت سے تصویر کھچوانا یا فوٹو لینا جائز ہے

سوال (۴۳۱) ۔ در سلطنت ایرانیہ ہیچ کس داخل نمی شود مگر آنکہ پاسپورٹ ہمراہ داشتہ باشد و در پاسپورٹ لازم است کہ عکس صاحب پاسپورٹ ہم باشد لہٰذا اینکہ گیرندہ پاسپورٹ عکس خود را کشیدہ نیارد قواصل پاسپورٹ نمی دہد۔ آیا بہ سبب مرتب شدن قانون ایرانیہ و لاچاری گیرندہ پاسپورٹ اجازت می رسد کہ عکس خود را بکشد یا نہ؟

الجواب ۔ اصل درین مسئلہ این است کہ کشیدن تصویر و ساختن آن بآلات فوٹو وغیرہ مطلقاً ناجائز است۔ صرح بہ العلامۃ العینی رح فی شرح البخاری باد ضم دائمہ ۔ وہیچ چیز ازاں مستثنیٰ نہ ساختند۔ البتہ علامہ شامی در مکروہات صلوٰۃ از رد المحتار روایتے از قہستانی آوردند عبارتش این است۔ وبانی غیر ذی الروح لا یکرہ قال القہستانی وفیہ اشعار بانہ لا تکرہ صورۃ الراس وفیہ خلاف کما فی اتخاذھا کذا فی المحیط شامی مصری ص ۴۳۶ ج اول۔ ازیں عبارت معلوم شد کہ کشیدن تصویر چہرہ یا سر یا مانند آں مختلف فیہ است کہ بعض حضرات فقہاء تجویز کردہ اند۔ اگرچہ تحقیق درین باب نیز جانب عدم جواز است کہ صاحب بدائع بآں تصریح کردہ اند و روایات حدیث نیز بر عدم جواز صراحۃً وارد شدہ اند۔ مگر در مسئلہ پاسپورٹ کہ مسلمان بسوی آں محتاج است و بدون کشیدن تصویر و قبول کردنش صورتے نہ بندد و بناچار و مجبور اگر بر قول ضعیف عمل کردہ شود جائز باشد یعنی تصویر نصف اعلیٰ کہ آں را در انگریزی بسٹ می نامند کشیدہ کنانند۔ مرجو از حضرت حق جل شانہ آن است کہ انشاء اللہ تعالیٰ مواخذہ نخواہد شد بازہم مسلم را باید کہ درہچو مسائل خود را متہم داشتہ رد باستغفار آرد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

ایک مسجد کا زائد مال دوسری مسجد پر خرچ کرنا

سوال (۴۳۲) ۔ یک مسجدے عظیم است کہ آمدنی وقف او از حد زیادہ است حتی کہ در بینک سرکاری یک رقم کثیر است و از حاجت مسجد زائد است و دیگر مسجد ہائے خراب ویراں افتادہ اند آیا از رقم مذکور دیگر مساجد و ضرورت مسلمین رفع کردہ و صرف کردہ شود یا نہ؟

الجواب ۔ اگر ازیں مسجد ایں قدر زائد است کہ در زمان آئندہ نیز حاجت بسوئے او افتادن متصور و مظنون نیست۔ و در صورت جمع بودن این رقم احتمال اضاعت است جائز باشد کہ در دیگر مساجد کہ محتاج تعمیر وغیرہ باشد صرف کردہ شود۔ لیکن بجز مساجد و دیگر مصارف مسلمین و ضروریات عامہ مثل مدارس وغیرہ خرچ کردن دراں صورت نیز جائز نہ باشد کذا یستفاد من وقف الشامی والبحر وحواشی البحر للشامی۔ مسئلہ وقف فی العالمگیریۃ والاشباہ والنظائر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

طلاق میں شہادت بلا دعویٰ کے بھی مقبول و مسموع ہے

سوال (۴۳۳) ۔ عبد المجید نے اپنی عورت کو لڑائی

جھگڑے میں باآواز بلند طلاق دی جسکو چند لوگوں نے سُنا وہ سب لوگ خدا اور رسول کا درمیان دیکر بیان کرتے ہیں۔ بیانات منسلک استفتار ہیں آیا عورت پر طلاق پڑ گئی یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ بیاناتِ مذکورہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں خاوند طلاق کا اقرار نہیں کرتا اور عورت بھی اس کی مدعی نہیں۔ البتہ تینوں گواہوں کے بیان سے تین طلاق کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہے تو اگرچہ یہاں پر عورت مدعی طلاق نہیں لیکن شہادات مذکورہ شرعاً سُنی جاسکتی ہیں اور اُن کا اعتبار کیا جاسکتا ہے کیونکہ طلاق ونکاح کے بارہ میں جو شہادات ہیں وہ شہادت حسبہ ہوتی ہیں جن میں دعوے کی ضرورت نہیں۔ کما فی الاشباہ والنظایر من الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات تقبل الشہادۃ حسبۃ بلا دعوٰی فی طلاق المرأۃ وعتق الامۃ والوقف۔ اشباہ مصری ص۲۸۵ ج اول۔

الغرض گواہان مذکورہ کی گواہی اگر حسب قواعد شرعیہ سُنی جائے تو معتبر ہوسکتی ہے اور اس کی بناء پر طلاقِ ثلٰثہ صورتِ مسئولہ میں واقع ہوسکتی ہیں لیکن تحریری شہادت جس طرح کہ یہاں بھیجی گئی ہے یہ طریقہ شہادت سُننے کا نہیں بلکہ صورت اس کی یہ ہے کہ یا تو کسی مسلمان حاکم کے سامنے شہادت گذاری جائے اور یا دیندار مسلمانوں کی پنچائت قائم کی جائے جس میں کوئی عالم معاملہ فہم بھی شامل ہو۔ اور پھر پنچائت کے صدر کے سامنے گواہانِ مذکورہ سے با قاعدہ گواہی دلوائی جائے۔ اگر یہ لوگ حسب قواعد شرعیہ قابلِ شہادت ہوں گے تو سرپنچ ان کی گواہی سنکر حکم طلاق دے سکتا ہے فقط واللہ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفرلہٗ۔

گرم گرم کھانا خلاف اولیٰ ہے اور چائے اس سے مستثنیٰ ہے

سوال ۴۳۴ھ۔ گرما گرم کھانا اور پینا یہ دوزخیوں کا کھانا اور پینا ہے یہ فرمودہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں۔ اس کی سند کس حدیث میں ہے اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں کو گرم کھانا کھانا اور گرم چائے پینا شرعاً ناجائز ہے۔ ؟

الجواب۔ حدیث میں ہے ابردوا بالطعام فان الحار لا برکۃ فیہ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہت گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی اس لئے خلاف اولیٰ ہے مگر ناجائز نہیں کہہ سکتے اور چائے یا اور ایسی ہی چیزیں جن سے مقصود ہی گرمی حاصل کرنا ہے اس سے مستثنیٰ ہیں بلکہ درحقیقت اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہی نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

ایک ہندو نے بایں شرط مسجد بنوائی کہ اُس پر اوم۔ اللہ اکبر کا کتبہ لگایا جاوے ؟

سوال ۵ ۳ ۴ھ۔ ایک ہندو آریہ نے اپنا مکان مسجد بنانے کے لئے چند شرائط کے ساتھ وقف کیا منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسجد کی دیوار پر ایک پتھر نصب ہوگا جس پر عبارت ذیل کندہ ہوگی۔

اوم۔ اللہ اکبر۔ یہ عبادت خانہ وقف کردہ حکیم ہیمراج آریہ میانوالی ستمبر ۱۹۸۸ء

یہ وقف صحیح ہے یا نہیں اور اس پر مسجد بن سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب - قال الشامی عن البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا وعندھم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس بخلاف الوقف علی بیعۃ فانہ قربۃ عندھم فقط او علی حج او عمرۃ فانہ قربۃ عندنا فقط شامی اول کتاب الوقف فی العالمگیریۃ من الوقف الباب الاول ولو جعل ذمی دارہ مسجداً للمسلمین وبناہ کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلوٰۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواہر الاخلاطی ص۲۹۰ ج ۲ مصری۔ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ وقف اس شرط کے ساتھ صحیح ہو سکتا ہے کہ کسی ایسے کام کیلئے وقف کرے جو ہمارے مذہب میں اور اُس کافر کے مذہب میں بھی ثواب ہو۔ مسجد بنانا ظاہر ہے کہ صرف ہمارے مذہب میں ثواب ہے آریہ مذہب میں مسجد بنانا کوئی ثواب نہیں اس لئے اُس آریہ کا یہ وقف ہی صحیح نہیں اور نہ اُس پر مسجد بنانا صحیح ہے۔ البتہ اگر وہ آریہ یہ جگہ مسلمانوں کو دیدے (جیسا کہ تملیک نامہ کے الفاظ دیکھنے سے یہی ثابت بھی ہوتا ہے کہ اُس نے اس جگہ کا مسلمانانِ بابدہ کو مالک بنا کر اس کا اختیار دیا ہے کہ اس پر مسجد بنالیں) اور پھر مسلمان اپنی طرف سے وقف کریں تو مسجد بنانا صحیح درست ہو جائے گا۔ اور اُس وقت اس مضمون کا کتبہ لکھدینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ زمین فلاں آریہ نے مسلمانوں کو مسجد بنانے کے لئے دی۔ لیکن لفظ اوم اُس پر ہرگز نہ لکھا جائے کیونکہ یہ لفظ اگر یہ معنی کے اعتبار سے کوئی خرابی نہ رکھتا ہو۔ مگر لفظوں میں شعار ہنود ہے جس سے بچنا ہر مسلمان کو ضروری ہے بالخصوص مسجد کے معاملہ میں فقط محمد شفیع غفرلہٗ۔

جواب صحیح ہے اور صورتِ مسئولہ میں مسجد شرعی نہیں ہو سکتی اور یہ کتبہ شرعاً ناجائز ہے اور اہل اسلام کو اس قسم کی ذلت سے بچنا ضروری ہے خام مسجد بنا لینا اس سے بہتر ہے مسجد کے کتبہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھنے کو اگر وہ آریہ گوارہ کرے تو مسلمان اُس سے روپیہ اور زمین لے کر مسجد بنادیں

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ اصغر حسین عفی عنہ۔

آخری جمعہ کے لئے دہلی کا سفر کرنا درست نہیں

سوال ۴۳۶ - ایک مولوی صاحب حدیث شد رحال کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں کہ جو لوگ رمضان المبارک میں الوداع کے جمعہ کی نیت سے دہلی وغیرہ سفر کرکے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے چونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مساجد کی طرف آیا یہ درست ہے یا نہیں مسجد کی طرف سوائے تین مساجد کے سفر کرکے جانا ناجائز ہے۔؟

الجواب - اگر اس قصد سے کہ فلاں جگہ کی مسجد میں ثواب زیادہ ہوگا سفر کرکے جائے تو سوائے مساجد ثلثہ کے ایسا کرنا واقعی جائز نہیں اور حدیث مندرجۂ سوال اس کے ثبوت کے لئے صحیح ہے۔

بالخصوص جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے دہلی وغیرہ جانا یہ تو بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اول تو جمعۃ الوداع کو ایسی اہمیت دینا جو دوسرے جمعات میں نہ سمجھی جاوے یہ ایک خود ساختہ خیال اور بدعت ہے ثانیاً اس کام کے لئے سفر کرنا فضول خرچی ہے ثالثاً حدیث لاتشد الرجال الخ کے خلاف ہے رابعاً بسا اوقات روزہ میں بھی سفر کی وجہ سے خلل آتا ہے وغیرذلک فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

صدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا مکروہ ہے | **سوال ۴۳۷** - صدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب - اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔ قال الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی فی الخانیۃ جاز و یکرہ وعند الشافعی واحدی الروایتین عن ابی یوسف لایجوز تاترخانیہ وتقدم عن الحاوی لان الفتوی علی قول ابی یوسف رح شامی باب صدقۃ الفطر ص ۸۳ ج ۲۔

صاحب نصاب کو صدقۂ فطر دینا جائز نہیں | **سوال ۴۳۸** - صاحب نصاب کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب - صاحب نصاب کو دینا جائز نہیں اور اگر دیتے وقت اس کا صاحب نصاب ہونا معلوم نہ تھا تو ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

ہنود کا روپیہ مسجد میں کس طرح لگ سکتا ہے | **سوال ۴۳۹** - ہنود کا روپیہ مسجد پر لگانا جائز ہے یا نہیں

الجواب - اس شرط سے جائز ہے کہ اس روپیہ کا مالک مسلمانوں کو بنا دے اور پھر مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں لگائیں بطور وقف کے اُن کا روپیہ مسجد میں نہیں لیا جاسکتا۔ ھذا ھو حاصل ما فی وقف الذمی من الشامی وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

مسجد کی وقف زمین میں میت کو دفن کر دیا گیا تو اس کا کیا حکم ہے | **سوال ۴۴۰** - زید نے اپنے بھائی کی لاش ایسی موقوفہ مزروعہ اراضی میں جو کسی مقدس آستانہ اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ نہ تدفین موتیٰ کے لئے اور نہ کبھی کسی کی لاش اس میں دفن کی گئی۔ بغیر اجازت متولی کے دفن کی (۱) کیا حقوق تولیت سے شرعاً باہر ہے کہ زید کی اس کارروائی کو وہ قبول فرمائیں یا سکوت اختیار فرمائیں (۲) بہرحال قبر مذکور کا احترام مثل احترام دیگر قبور مومنین واجب ہوگا یا نہیں (۳) عدالت میں تخلیۂ ارض یا تسویۂ قبر کا استغاثہ زید پر کرنا متولی کے لئے واجب ہے یا نہیں۔؟ (۴) اگر صورت ۳ میں فساد بین المسلمین کا خطرہ ہو تو شرعاً کون صورت مستحسن ہوگی۔؟ (۵) تسویہ کی صورت معین ہونے کی تقدیر پر اگر سردست رفع فساد کے خیال سے اغماض کیا جائے پھر بعد چندے مناسب وقت میں ہموار کرا کے مثل اراضی مزروعہ اس زمین سے نفع حاصل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب - متولی وقف کے ذمہ شرائط واقف کی پابندی ضروری ہے جو کام شرائط واقف کے خلاف ہو۔ اگرچہ وہ فی نفسہ ثواب کا کام ہو بلکہ فرض اور واجب بھی ہو۔ تب بھی متولی کو حق نہیں کہ شرائط واقف کے خلاف زمین

موقوفہ کو اُس میں خرچ کرے۔ لہٰذا اُس زمین میں جو مسجد یا کسی جائز کارِ ثواب کے لئے آمدنی حاصل کرنے کے واسطے وقف ہو۔ متولی کو حق نہیں ہے کہ کسی شخص کے لئے قبر بنانے کی اجازت دیدے۔ صرح بہ عامۃ کتب الفقہ والفتاویٰ من الشامیۃ والعالمگیریۃ (۲) قبر کا احترام اور حکم عام امور میں عام قبروں کی طرح ہوگا البتہ صرف اتنا فرق ہوگا کہ متولی کو حق ہوگا کہ اس لاش کو احترام کے ساتھ یہاں سے نکلوا کر دوسری جگہ احترام کے ساتھ دفن کرادے۔ کما ھو حکم الارض المغصوبۃ صرح بہ فی عالمگیریۃ من الوقف (۳) اگر آپس کی رضا اور مصالحت سے کام نہ ہو سکے تو تولیت پر استغاثہ کرنا لازم ہے (۴-۵) اگر افساد بین المسلمین کا قوی خطرہ ہو تو تخلیہ و تسویہ دونوں کو ترک کردینا بھی جائز ہوگا اور اگر تسویہ میں خطرہ نہ ہو تو اس کو اختیار کرلیا جائے اور جو اس میں بھی خطرہ ہو تو یہی مناسب ہے کہ اتنے ایام تک چھوڑ دیا جائے کہ خطرہ باقی نہ رہے۔ پھر آہستہ آہستہ برابر کردیا جائے کیونکہ فتنہ افساد بین المسلمین بہت سے مفاسد و معاصی پر مشتمل ہوجاتا ہے اُس کے لئے دوسرے ادنیٰ گناہوں کو برداشت کیا جاسکتا ہے اذا ابتلی المرأ ببلیتین فلیختر اھونھا۔ شرعی وعقلی قانون ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

جو مسجد محض ضد اور اختلاف کے لئے بنائی جاوے وہ مسجد ضرار کے مشابہ ہے مگر بحکم مسجد ہے

سوال ۱۴۱۴ - ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ہذہ المسئلۃ کہ در قریہ الوک دیار ممکان امید علی سرکار از زمان قدیم مسجدے است و اہل آن قریہ بالاتفاق یک دیگر علی الدوام دراں مسجد نماز بجماعت گذاردہ می آید۔ اتفاقاً میاں امید علی سرکار و عبد اللہ سرکار کہ یکے از دو شاہمان قریہ است بوجہ امور دنیوی تنازع افتاد لہٰذا عبد اللہ سرکار مع چند کس از باشندگان ہماں قریہ جماعت دیگر مقرر کردہ مسجد جدید بنا نمودہ نماز می گذارد و ہر دو مسجد بالکل متقارب اند اکنوں بباعث بناء مسجد جدید در جماعت مسجد قدیم ضرور شدید و خلاف عظیم افتادہ است پس از اہل شرع پرسیدہ می شود کہ مسجد جدید کہ باعث تفریق الجماعت موجب اضرار و تخریب مسجد قدیم و علت نفاق بین المسلمین است بحکم مسجد ضرار خواہد شد یا نہ و در مسجد ضرار ادائے نماز جائز است یا نہ۔ بعض علماء گویند۔ چونکہ مقصود از بناء مسجد جدید تفریق الجماعت اضرار و تخریب مسجد قدیم و نفاق بین المسلمین است لہٰذا بحکم مسجد ضرار خواہد شد۔ چنانچہ از دلائل مرقومۂ ذیل مصرح می گردد۔ در تفسیر کشاف می نویسد۔ کل مسجد بنی مباھاۃ او ریاء او سمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ تعالیٰ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد الضرار وفیہ الیضاً عن عطاء لما فتح اللہ الامصار علی ید عمر رضی اللہ تعالیٰ امر المسلمین ان یبنوا المساجد و ان لایتخذ وافی المدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ وھکذا فی المدارک تحت قولہ تعالیٰ مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المسلمین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ

یشهد انهم الکاذبون - در مسجد ضرار ادائے نماز جائز نیست یعنی ممنوع است - چنانچہ قولہ تعالیٰ بر ممانعت ادا نماز در مسجد ضرار مستدل است - لا تقم فیه ابداً قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما لا تصل فیه منع الله تعالیٰ نبیه صلی اللہ علیه وسلم ان یصلی فی مسجد الضرار الخ من مجموعة الفتاوے مولانا عبد الحی رحمهم اللہ تعالیٰ - هکذا حکم الکتاب - اللہ اعلم بالصدق والصواب

الجواب - یہ دوسری مسجد جدید تمام احکام میں مسجد ہی ہے اُس میں نماز پڑھنا بلا تأمل جائز ہے - اور جس طرح دوسری مساجد واجب التعظیم ہیں اسی طرح اس کی بھی حرمت و عظمت رکھنا ضروری ہے دوسری مسجدوں میں اور اس میں کوئی فرق احکام میں نہیں ہاں البتہ اگر اس کے بنانے والے کی نیت تفریق جماعتِ مسلمین ہے تو بنانے والوں کو ثواب مسجد بنانے کا نہ ہوگا - لیکن محض اتنی بات سے اس کو مسجد ضرار نہیں کہہ سکتے - غایت یہ ہے کہ مسجد ضرار کے مشابہ کہا جائے اور مشابہت صرف اس میں ہوگی کہ بانی کی نیت ثواب کی نہیں اور مستحق ثواب نہیں - باقی احکام مسجدیت میں مسجد ضرار کے حکم میں ہرگز نہیں - کیونکہ مسجد ضرار کی تعریف خود قرآن مجید میں چار قیدوں کے ساتھ مذکور ہے اول مسلمانوں کی جماعت کو ضرر پہنچانا دوسرے کفر کی حمایت کرنا تیسرے مسلمانوں میں تفریق ڈالنا - چوتھے خدا اور رسول کے خلاف جنگ کرنے والے کی امداد و اعانت کرنا - جس جگہ میں یہ چاروں وصف موجود ہوں وہ بلاشبہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ در حقیقت وہ مسجد ہی نہیں ہوتی - بلکہ محض تلبیس کے لئے کفار اس کو مسجد کہنے لگتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو جگہ کفر کی حمایت اور اعداء خدا و رسول کی تربیت و اعانت کے لئے بنائی گئی ہو - اُس کو مسجد کیسے کہا جاسکتا ہے الغرض مسجد ضرار در حقیقت مسجد ہی نہ تھی بلکہ کفار نے محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اُس کا نام مسجد رکھدیا تھا اُس کا وہی حکم ہے جو قرآن میں مذکور ہے یعنی لا تقم فیه ابداً - اور جو مسجد کسی مسلمان نے نماز پڑھنے کے لئے بنائی ہو خواہ اُس سے دوسری مسجد کی جماعت میں خلل بھی آتا ہو ظاہر ہے کہ اُس پر یہ تعریف مسجد ضرار کی صادق نہیں آتی - کیونکہ وہ نہ کفر کی حمایت کے لئے بنائی گئی اور نہ دشمنان خدا و رسول کی اعانت و مشورت کے لئے - البتہ تفریق اور ضرر اس میں بھی پایا گیا اس لئے مسجد ضرار کے مشابہ ضرور ہوگئی جس کی وجہ سے بنانے والے کو ثواب نہ ملا - لیکن احکام میں مسجد ہی کے رہی اور نماز پڑھنا اُس میں بلا تأمل جائز رہا - حضرت فاروق اعظمؓ کے فرمان کا یہی حاصل ہے کہ مسلمان ایسی مسجد بنانے سے بچیں - لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اگر کوئی مسلمان اس طرح قریب مسجد بنادے تو وہ مسجد بھی نہ ہوگی بلکہ مسجد ضرار کی طرح اسمیں نماز جائز نہ ہوگی - فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہ -

حاملہ من الزنا کا نکاح **سوال ۲۴۴** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت کافرہ کا خاوند عرصہ دو سال کا ہوا وفات پا چکا تھا اُس عورت کو زنا کا حمل عرصہ چار ماہ کا ہے اب وہ عورت مسلمان ہوگئی۔ ایک مسلمان مرد سے اُس عورت کا نکاح ایک امام صاحب نے بحوالہ کتاب بہشتی زیور حصہ ۵ کے مطابق کر دیا اب وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ ؟ **الجواب** - حاملہ من الزنا کا نکاح بحالتِ حمل جائز ہے اور اگر نکاح اُس شخص سے ہوا ہے تو اُس کو وضع حمل سے پہلے وطی کرنا بھی جائز ہے البتہ اگر غیر زانی سے نکاح ہوا ہے تو مرد کو تا وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں ہے در مختار میں ہے وصح نکاح حبلی من زنا الخ وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع لئلا یسقی ماءه زرع غیره (فروع) لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہ -

پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنا جائز نہیں - **سوال ۳۴۴** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقت رفع حاجت ضروری منھ جانب بیت المقدس ہووے یا منھ یا پشت بوقت حاجت ضروری جانب قبلہ ہووے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ہر دو امور کی نسبت تحریر فرمایا جائے۔ ؟ **الجواب** - قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منھ یا پشت کرنا مکروہ تحریمی ہے در مختار میں ہے کما کرہ تحریماً استقبال قبلة واستدبارها لاجل بول او غائط الخ - اور حدیث شریف میں ہے اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها الحدیث فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد شفیع غفرلہ

مقروض مفلس کو قربانی کے بجائے ادائے قرض کرنا بہتر ہے لیکن اگر قربانی کرے تو ثواب ملے گا **سوال ۴۴۴** - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انسان کو قربانی کس حالت میں جائز ہے اگر مقروض بھی ہو اور خواہش دلی رکھتا ہو کہ میں قرضہ بھی لے کر قربانی دوں تو اُس کو جائز ہے یا ناجائز اور وہ اس کے ثواب کا حقدار ہے یا نہیں۔ اگر کسی نے قربانیاں دی ہیں کیا قربانی دینے والا ثواب کا حقدار ہے یا اس کی اقربا بھی ثواب کا حصہ لے سکتے ہیں۔ ؟ **الجواب** - جو شخص مالک نصاب ہو یعنی باون روپیہ نقد یا اس قدر روپیہ کا سامان جو حاجاتِ اصلیہ سے زائد ہو اُس کا مالک ہو تو اُس پر قربانی کرنا واجب اور ضروری ہے اور اگر اس قدر سامان یا نقد نہ ہو تو ضروری نہیں اور جو شخص مقروض ہو اُس کو قرض ادا کرنے کی فکر چاہیئے قربانی نہ کرے لیکن اگر کر لی تو ثواب ہوگا کذا عرف من القواعد الفقهیه - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم محمد شفیع غفرلہ

ممبری کے لئے ووٹ دینے کا حکم **سوال ۵۴۴** - زمانۂ الکشن میں جس کی طرف سے ووٹ دیا جاتا ہے اس سے روپیہ کافی مقدار میں وصول کرتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ اگر ہمکو اس قدر روپیہ دو گے تو تمہاری طرف سے ووٹ دیں گے۔ یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب - روپیہ لینا اور دینا دونوں حرام اور رشوت ہیں تفصیل کے لئے پہلے ممبری اور ووٹ کی حقیقت از روئے شرع سمجھ لینی چاہیئے اُسکی ساتھ اُسکی احکام خود معلوم ہو جائیں گے - ممبر خواہ میونسپل بورڈ کا ہو یا کونسل و اسمبلی کا وہ ایک جماعت کا وکیل ہے کہ اُس کے خیروشر کو پہچان کر حاکم کے سامنے یا مجالس مشاورت میں پیش کرے اور (ووٹ) رائے دینے کا حاصل یہ ہے کہ آپ اس کی وکالت تسلیم کرتے ہیں - اب از روئے شرع ممبر اور ممبری کی رائے دینے والوں پر علیحدہ علیحدہ کچھ فرائض عاید ہوتے ہیں مثلاً ممبر کا پہلا فرض یہ ہے کہ محض خوشامد یا لالچ یا جبر اور دباؤ سے اپنے آپ کو وکیل قوم نہ بنائے بلکہ اگر فی الواقع یہ شخص اہل ہو - اور لوگ بھی اس کی ممبری پر راضی ہوں تو ممبر بن جائے ورنہ نہیں - اسی طرح رائے دینے والوں کا بھی پہلا فرض یہ ہے کہ جبر و اکراہ سے مغلوب ہو کر یا لالچ و طمع میں آکر رائے کسی کے حق میں نہ دیں - بلکہ اہل کو تلاش کریں - اور اگر نامزد لوگوں میں سے کوئی بھی اہل نہ ہو تو اپنی رائے کو محفوظ رکھیں - کسی کے حق میں رائے نہ دیں - اور اہل کا مطلب یہ ہے کہ چند امور اُس میں ضرور موجود ہوں (۱) دیندار اور نیک ہو (۲) سمجھدار معاملہ شناس ہو (۳) اپنی رائے کو آزادی کے ساتھ مجلس میں پیش کر سکتا ہو - (۴) رفاہ عام کی پوری کوشش کرنے والا ہو - لوگوں پر معاملات میں ظلم نہ کرتا ہو -

پس جو شخص شرائط مذکورہ کے خلاف کسی شخص کو رائے دیتا ہے وہ خیانت کرتا ہے تو ایک گناہ تو خیانت کا ہوا اور اگر کچھ روپیہ لے کر یہ خیانت کی ہے تو دوسرا گناہ اس کا ہوا کیونکہ یہ روپیہ محض رشوت ہے جس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ -

پیسوں کی بیع سلم جائز ہے | **سوال ۴۴۶** - بیع سلم در فلوس نافقہ جائز است یا نہ - ؟

الجواب - صحیح مختار ہمین است کہ بیع سلم در فلوس جائز است - اما بتر و شیخین پس خفائی نیست کہ او شاں فلوس رائجہ را ثمن قرار نہ دادند بلکہ منجملہ متاع و عروض شمردند و بہمین وجہ بیع الفلس بالفلسین تجویز فرمودند صرح بہ فی المصل ایۃ والدر المختار والشامی من باب الربوا - و امام بنزد امام محمد رح پس اگرچہ فلوس در معاملات ربویہ نزد او شان بحکم ثمن اند و بیع الفلس بالفلسین مثل بیع الدرہم بالدرہمین شمردہ ناجائز گفتہ اند لکن در باب سلم او شاں نیز حسب روایت قویہ موافقت شیخین اختیار فرمودہ اند - پس سلم در فلوس رائجہ باتفاق الائمۃ الثلثۃ جائز است - وذلک لما فی الشامیۃ وفیہ خلاف محمد رح لمنعہ بیع الفلس بالفلسین الا ان ظاھر الروایۃ عنہ کقولھما وبیان الفرق فی النھر وغیرہ شامی ص۲۲۵ ج۴ وفی البحر وظاھر الروایۃ عن الکل الجواز وذ الطلت ثمنیتھا لا یغیر ھم عن العدد الخ بحر الرائق ص۱۵۶ ج۶ فقط واللہ اعلم - محمد شفیع غفرلہٗ -

چند بدعات مروجہ کی تحقیق | **سوال ۴۴۷** - گردانیدن قرآن شریف بر جنازہ طریق مسنون ہے یا نہیں

(۲) روٹی سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا سنت ہے یا بدعت۔؟ (۳) قبر پر جمعرات تک علماء کا بٹھانا کہ حساب سے بچ جاوے۔؟ (۴) ختم قرآن شریف پڑھکر اُجرت لینا۔؟ (۵) چالیسواں کرنا اور عرس مروجہ اور جمعرات کا روز چہلم تک دعاء کے لئے خاص کرنا درست ہے یا نہیں۔؟ **الجواب**۔ بے اصل ہے اور اس سے صوم و صلوٰۃ فائتہ جو بذمہ میت ہوں ادا نہیں ہوتے (۲) یہ بھی بدعت اور بے اصل ہے اس کی اصل شریعت میں نہیں ہے کما قال مولانا عبدالحی لکھنویؒ فی مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول ص۳۴ (۳) یہ بھی بدعت ہے اور کچھ نفع اس تخصیص سے نہیں ہے اور قبور پر اس طریق سے قرآن پڑھنے کو فقہا نے مکروہ فرمایا ہے کما قال فی شرح الفقہ الاکبر ثم القراءۃ عند القبور مکروھۃ عند ابی حنیفۃ و مالک و احمد فی روایۃ رحمھم اللہ تعالیٰ (۴) قراۃ قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں اور لے کر قرآن شریف پڑھنے سے نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا و الآخذ و المعطی اٰثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء بالاجرۃ لایجوز لان فیہ الامر بالقراءۃ و اعطاء الثواب للآمر و القراءۃ لاجل المال فاذ لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فاین یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرۃ ماقرأ احد لاحد فی ھذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا و وسیلۃ الی جمع الدنیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شامی باب الاستیجاب علی الطاعات (۵) یہ جملہ رسوم بدعت اور ممنوع ہیں اگر میت کو ایصال ثواب کرنا مقصود ہو تو بلا تعیین و تخصیص جو کچھ میسر ہو فقراء کو خفیہ طور سے دیوے کتبہ مسعود احمد۔

قیدی کی بیوی کا حکم | **سوال ۸۴۴**۔ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا کچھ عرصہ سے دونوں میں نااتفاقی ہوگئی اتفاقاً سرقہ کے الزام میں زید کو تین سال کی سزائے قید ہوئی۔ زید کا کوئی عزیز یا دوست نہیں ہے جو ہندہ اور اُس کے بچوں کا کفیل ہو۔ نہ زید کی کوئی جائداد ہے جس سے گذر اوقات ہندہ کی ہو سکے ہندہ کی گذر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اب ہندہ کی خواہش ہے کہ زید سے اُس کا نکاح فسخ کرادیا جاوے۔ تو حاکم وقت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں۔؟ **الجواب**۔ بہتر تو یہ ہے کہ کسی طرح بذریعہ خط و کتابت یا خود مل کر خاوند سے طلاق حاصل کرلی جائے ویسے اگر طلاق نہ دے تو خلع کرلیا جائے کچھ لالچ دلا کر مثلاً یہ کہ عورت مہر اپنا معاف کردے اور وہ طلاق دیدے اور اگر یہ صورت ممکن نہ ہو اور زید کی ملک میں کوئی جائداد مکان وسامان وغیرہ بھی ایسا نہ ہو جس کو فروخت کرکے اُس کی بیوی اپنا گذر اوقات کر سکے تو پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کرے وہ حاکم اُس قیدی کو مجبور کرے کہ یا اپنی بیوی کے نفقہ کا کوئی

انتظام بتلاو رنہ اسکو طلاق دے اب اگر وہ دونو صورتیں نہ کرے تو پھر یہ حاکم خود طلاق کا حکم کر دے۔ حاکم کا یہ حکم قائم مقام طلاق کے ہو جائے گا بشرطیکہ حاکم مسلمان ہو۔ وھذا فی الاصل مذھب الامام مالک لکن ان علماء نا الحنفیۃ افتوا علیہ لدی الضرورۃ الشدیدۃ وقد ذکر العلامۃ الشامی فی باب النفقۃ ما یقارب ما قلنا غیر انہ ذکر حکم دار الاسلام والذی ذکرنا حکم دار الحرب فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد شفیع غفرلہ

مسجد کے چراغ کے متعلق چند مسائل | **سوال ۴۴۹**۔ اگر مسجد میں ایک ہی چراغ ہو تو وہ وقت نماز عشا جبکہ جماعت صحن مسجد میں ہو رہی ہو تو باہر صحن میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔؟

(۲) نماز عشا سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسجد کا چراغ گل کر دیا جائے تو کوئی گناہ تو نہیں۔؟

الجواب۔ صحن مسجد میں چراغ رکھنا بلا تامل جائز ہے البتہ مسجد سے باہر لیجانا اور اپنی ضرورت کے لئے کسی نمازی یا متولی کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ قال فی البحر کتاب الوقف فی احکام المسجد ولیس لمتولی المسجد ان یحمل سراج المسجد الی بیتہ الخ۔ (۲) نماز عشا کے بعد مسجد کا چراغ گل کر دینا چاہیے کیونکہ بلا شرط واقف تمام رات چراغ جلانا عام مساجد میں جائز نہیں ہے۔ ولا باس بان یترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی وقت العشاء ولا یجوز ان یترک فیہ کل اللیل الا فی موضع جرت العادۃ فیہ بذلک کمسجد بیت المقدس ومسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمسجد الحرام او شرط الواقف ترکہ فیہ کل اللیل الخ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

اشارہ بالسبابہ کی تحریک | **سوال ۴۵۰**۔ رفع سبابہ کے متعلق کیا حکم ہے کہتے ہیں کہ اشارہ کی احادیث از قسم آحاد ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔؟ **الجواب**۔ اشارہ بالسبابہ سنت ہے اور شارح منیہ نے مانعین کے قول کو خلاف درایت وروایت ہونا لکھا ہے۔ والمراد من العقد للذکور فی روایۃ مسلم العقد عند الاشارۃ الی ان قال واشارہ باصبعہ التی تلی الابہام الخ کبیری ص ۲۸۹ اور ممانعت کرنے والے کا اس کو سجدہ شکر پر قیاس کرنا ناواقفی کی دلیل ہے اور اشارہ کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے جیسا کہ روایت کبیری میں مذکور ہے اور نیز کبیری میں ہے وعن کثیر من المشائخ لا یشیر اصلا وصححہ فی الخلاصۃ وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ اما الدرایۃ فما تقدم فی الحدیث الصحیح ولا محل لہ الا الاشارۃ واما الروایۃ فعن محمد رح ان ما ذکرہ فی کیفیۃ الاشارۃ وھو قولہ وقول ابی حنیفۃ رح ذکرہ فی النہایۃ وغیرھا قال نجم الدین الزاھدی لما اتفقت الروایات عن اصحابنا جمیعًا فی کونہا سنۃ وکذا عن الکوفیین والمدنیین وکثرت الاخبار والآثار کان العمل بہا اولی الخ ان عبارات سے آپ کے سب شبہات کا کافی جواب ہو گیا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

قصہ ہاروت ماروت کی تحقیق

سوال ۷۵۱ - ہاروت ماروت کے قصّے کا بیضاوی وغیرہ نے انکار کیا ہے مگر سید امیر علی صاحب نے تفسیر مواہب الرحمٰن میں حافظ ابن حجر وغیرہ سے باسانید ثابت کیا ہے تو انکار صحیح ہے یا ثبوت۔

الجواب - قصۂ ہاروت و ماروت کا تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں بہت مفصل لکھا ہے مگر یہ سب اسرائیلی روایات سے لکھا گیا ہے نیچے کی سندیں اگرچہ قوی بھی ہیں مگر منتہائے سند سب کا اسرائیلی روایات پر ہوتا ہے جن کا حکم یہ ہے کہ نہ اُن کی تصدیق کی جاوے نہ تکذیب۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس قصہ کا ثبوت کسی روایت میں ہے نہیں۔ اور اسرائیلی روایت میں سے اُن کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفرلہٗ۔

سجدۂ سہو کی تحقیق

سوال ۷۵۲ - سلام سجدۂ سہو کا اکثر فقہاء نے ایک طرف لکھا ہے مگر بعض علماء نے دونوں طرف سلام پھیرنے کو ترجیح دی ہے کونسا قول راجح ہے۔؟

الجواب - درمختار میں ہے یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعهود و بہ یحصل التحلیل وھو الاصح بحر عن المجتبی الخ اور شامی میں ہے (قولہ واحد) ھذا قول الجمھور منھم شیخ الاسلام وفخر الاسلام وقال فی الکافی انہ الصواب وعلیہ الجمھور والیہ اشار فی الاصل اھ قیل یاتی بالتسلیمتین وھو اختیار شمس الائمۃ وصدر الاسلام اخی فخر الاسلام الخ فی الحلیۃ اختار الکرخی وفخر الاسلام وشیخ الاسلام وصاحب الایضاح ان یسلم تسلیمۃ واحدۃ ونص فی المحیط علی انہ الاصوب وفی الکافی علی انہ الصواب الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ترجیح ایک طرف سلام پھیرنے کو ہے فقط

شیعہ نے دھوکہ دیکر سنی لڑکی سے نکاح کرلیا تو اس کا کیا حکم ہے

سوال ۷۵۳ - زید سنی کی لڑکی دھوکہ سے عمر شیعہ اپنے نکاح میں لایا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ اور عمر جنازہ زید کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں عمر کو زید کے قبرستان میں مردہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب - اگر عمر نے اپنے آپ کو مثلاً سنی حنفی ظاہر کرکے زید کو دھوکہ دے کر اپنا نکاح زید کی لڑکی سے کرلیا اور واقع میں عمر شیعہ ہے تو اس صورت میں عورت اور اُس کے اولیاء کو فسخ نکاح کا حق شرعاً حاصل ہے درمختار میں ہے وافاد البھنسی انہ لو تزوجہ علی انہ حرٌّ او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ الخ کان لھا الخیار الخ اور عمر زید کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے اور عمر کو زید کی قبرستان میں بھی دفن کرنا بھی جائز ہے اس قسم کے امور میں جھگڑا فساد نہیں کرنا چاہیے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سنی لڑکی کو دھوکہ دے کر شیعہ نے نکاح کرلیا اُس کا مفصل شرعی حکم

سوال ۷۵۴ - ایک نابالغہ لڑکی کا عقد ایک شخص سے کردیا جس کے متعلق اُس کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شیعہ ہے بلکہ ناکح نے اپنے

مذہب کو قصداً مخفی رکھا بعد رخصت جب لڑکی کی والدہ اُس کو لینے کے لئے گئی تو معلوم ہوا کہ وہ شیعہ ہے اور وہ لڑکی کو تبدیل مذہب پر مجبور کرتا ہے آیا لڑکی کا نکاح اس شیعہ کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں اور وہ بغیر طلاق دیئے ہوئے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار من الکفاءۃ الا اذا اشترطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفؤ کان لھم الخیار ولو الجبیہ فلیحفظ وایضاً فی الدر المختار قبیل باب العدۃ لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ الی قولہ کان لھا الخیار فلیحفظ وقال الشامی فی باب الکفاءۃ عن النوازل لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ وقالت لا ارضی بالنکاح ان لم یکن یعرفہ الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفؤ اھ خلافاً للعلامۃ المقدسی من اثبات المخالفۃ بینھما کما نبہ علیہ الخیر الرملی قلت ولعل وجہ الفرق ان الاب یصح تزویجہ الصغیرۃ من غیر کفؤ لمزید شفقتہ وانما اعتبرت الکفاءۃ لمصلحۃ تزید علیھا وھذا انما یصح اذا علم بغیر کفؤ اما اذا لم یعلمہ فلم یظھر منہ انہ زوجھا للمصلحۃ المذکورۃ کما اذا کان الاب ماجناً او سکران لکن کان الظاھر ان یقال لایصح العقد اصلا کما فی الاب الماجن والسکران مع ان المصرح بہ ان لھا الابطال بعد البلوغ وھو فرع صحتہ فلیتأمل انتھی کلام الشامی۔ قلت وقد صرح فی الخلاصۃ بالبطلان حیث قال ان لم یعرفہ ابوھا بشرب الخمر وغالب اھل بیتہ صالحون فالنکاح باطل خلاصۃ الفتاویٰ باب الکفاءۃ ص۳۱ ج۲)

حاصل جواب بناءً علی العبارات المذکورہ یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا بوجوہ ذیل:۔

(۱) ایک کثیر جماعت علماء اس طرف گئی ہے کہ مطلقاً سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ کسی حال منعقد نہیں ہوتا اگرچہ اُس کا شیعہ ہونا بوقتِ نکاح ظاہر بھی ہو۔ اور یہ اس لئے کہ آج کل شیعہ عموماً وہ لوگ ہیں جو قطعیات اسلام کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً صدیقہ عائشہؓ پر تہمت لگاتے ہیں یا تحریف قرآن وغیرہ کے قائل ہیں اور اس عقیدہ کے لوگ باجماع امت کافر ہیں۔ البتہ جو شیعہ قطعیات کے مُنکر نہیں اُن کے بارہ میں احوط یہی ہے کہ کفر کا حکم نہ کیا جائے (۲) اگر فرض کیا جائے کہ یہ شیعہ جو صاحب واقعہ ہے قطعیات کا مُنکر بھی نہ ہو تب بھی باجماع امت فاسق ضرور ہے اور فاسق مرد عورتِ صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا شیعہ مرد سُنی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا۔ اور عبارات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ اگر کوئی غیر کفوٗ کا آدمی عورت یا اُس کے اولیاء کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو اس کا کفوٗ ظاہر کرے اور بعد میں اس کے

خلاف نکلے تو سرے سے نکاح ہی منعقد نہ ہوگا علی المختار عند الشامی وصاحب الخلاصۃ)۔

لہٰذا نکاح مذکور منعقد نہیں ہوا۔ بناءً علیہ عورت کو اختیار ہے کہ بالفعل بغیر کسی فسخ وغیرہ کرانے کے دوسری جگہ نکاح کرے لیکن بہتر یہ ہے کہ احتیاط پر عمل کرے اور محلّہ کے مقتدر لوگوں کی پنچائت جمع کرکے پنچائت کے صدر سے اس کا حکم حاصل کرے۔ اور حاکم وقت سے حکم حاصل کرے تو قانونی زد سے بھی بچ جائے گی لیکن اصل حکم شرعی ان دونوں پر موقوف نہیں فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کے متعلق تحقیق۔

سوال ۴۵۵۔ مسئلہ اس بارہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بول وبراز پاک ہے جواب لکھا ہوا آیا تھا اور جواب میں طہارت کے اقوال نقل تھے جیساکہ شامی کتاب الطہارۃ میں لکھا ہے اُس پر حضرت مفتی صاحب نے عبارت ذیل لکھی ہے۔

مسئلہ زیر بحث میں مشائخ کے اقوال اور دلائل وآثار مختلف ہیں حوالات مندرجہ جواب سے طہارۃ کا ثبوت ہوتا ہے اور ملا علی قاریؒ نے شرح شفاء میں طہارت کے تمام دلائل کو رد فرمادیا ہے بہرحال مسئلہ نہ اعتقادیات میں سے ہے نہ حلال وحرام میں سے۔ اس لئے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں دونوں طرف گنجائش ہے۔ فقط

غلطی سے غیر کفو میں نکاح ہوجانے کے احکام

سوال ۴۵۶۔ اگر کوئی شخص اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس خیال سے کردے کہ وہ شخص اس کا کفو ہے اور لڑکی شوہر کے یہاں چلی جائے لیکن جب بوقت بلوغ لڑکی کو یہ معلوم ہوا کہ شوہر اس کا کفو نہیں ہے اور علم ہوتے ہی لڑکی اس امر کا اعلان کردے کہ وہ اس کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہتی لیکن اسکی ساتھ جبراً پہلی مرتبہ خلوت کی جائے تو کیا وہ اس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے

الجواب۔ اگر واقعہ مندرجہ سوال صحیح ہے اور فی الواقع یہ شوہر اس لڑکی کا کفو نہیں اس کے والد کو بوقت نکاح اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا اور اس شخص نے دھوکہ سے اپنے آپ کو لڑکی کا کفو ہونا بوقت نکاح ظاہر کیا تھا تو حکم شرعی یہ ہے کہ اس لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار شرعاً حاصل ہے بلکہ اول ہی سے نکاح باطل ہے لڑکی اور اُس کے اولیاء کو حق ہے کہ دوسری جگہ نکاح کردیں اور احتیاط اس میں ہے کہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے یا مسلمانوں کی مقتدر جماعت کے سرپنچ وصدر سے تفریق کا حکم حاصل کرلیا جائے۔

لما قال الشامی عن النوازل لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ و قالت بعد ما کبرت لا ارضی بالنکاح ان لم یکن یعرفہ الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفوٌ اھ الی قولہ ولعل وجہ الفرق ان الاب یصح تزویجہ الصغیرۃ من غیر الکفؤ لمزید شفقتہ وانہ انما فوت الکفاءۃ لمصلحۃ تزید علیہا وھذا انما یصح اذا علمہ غیر کفؤ اما اذا لم یعلمہ فلم یظہر انہ زوجہا للمصلحۃ المذکورۃ کما اذا کان

الابعاجناً او سکران لکن کان الظاهر ان یقال لایعم العقل اصلا کما فی الاب الماجن والسکران مع ان المصرح بہ ان لھا الطالۃ بعد البلوغ وھو فرع صحتہ - شامی اول باب الکفاءۃ ص۴۹۳ مجتبائی - قلت وصرح ببطلانہ فی الخلاصۃ من الکفاءۃ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

زوجہ قابل جماع نہیں تو طلاق دینے پر نصف مہر واجب ہوگا

سوال - ۴۵۷ - ایک عورت سولہ سالہ نے ایک شخص سے نکاح کیا بعد میں معلوم ہوا کہ عورت قابلِ وطی نہیں ہے اگر مرد عورت کو طلاق دے تو عورت مذکورہ مستحق مہر ہے یا نہیں۔؟

الجواب قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب فی الآخر ولو فاحشًا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن وفی الشامی ورتق بالتحریک النسیٰ اد مل خل الذکر ثم قال فی الدر المختار ولو شق رتق امتہ وکن ان وجۃ وھل تجبر الظاھر نعم لان تسلیم الواجب علیھا الایمکنہ بلاونہ نھر بشامی مجتبائی - ص۵۹۴ ج ۲ - اس عبارت فقہی سے معلوم ہوا کہ زوجہ میں عیب مذکور ہونے سے نہ نکاح میں کوخلل آیا اور نہ خیار فسخ حاصل ہوا - ہاں زوج کو یہ ہروقت اختیار ہے کہ جب چاہے طلاق دیدے اور مہر ادا کرنا پڑے گا - البتہ بجائے کامل مہر کے نصف مہر ساقط ہو جائے گا - نصف ادا کرنا ہوگا لقولہ تعالیٰ فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ - الآیہ اور چونکہ عیب مذکور مانع وطی ہے اس لئے خلوت ہو جانے سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی - لما فی الدر المختار فی ذکر الموانع ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم الخ خلاصہ یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں نصف مہر واجب ہو گا - فقط

راگ مزامیر وغیرہ کا حکم

سوال ۴۵۸ - زید گانا کراتا ہے اور لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ گانا کرانے اور سننے سے بی بی پر طلاق واقع نہیں ہوتی (۲) شاہ اسحٰق صاحب دہلوی نے مسئلہ اربعین میں نقل کیا ہے، من سمع الغناء من المغنی او من غیر المغنی اد یری فعلاً من الحرام فحسن ذلک الخ یعید مرتدا فی الحال الخ اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔؟ (۳) زید کہتا ہے کہ ہم بنک سے سود حرام ہی سمجھ کر کھاتے ہیں اور گانا وغیرہ حرام ہی سمجھ کر سنتے ہیں اور کراتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہوگا۔؟

الجواب - درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے وفی السراج ودلت المسئلۃ ان الملاھی کلھا حرام ویدخل علیھم بلا اذنھم لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ الخ -

اس روایت سے معلوم ہوا کہ گانا سننا اور کرانا حرام ہے اور فسق و فجور ہے لیکن کفر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب سے مسلمان اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوتی البتہ جو شخص فعل حرام کو حلال سمجھکر کرے اور اس کو بجائے حرام سمجھنے کے اچھا سمجھے اور تحسین کرے تو یہ موجب کفر و ارتداد ہے حضرت شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا یہی مطلب ہے۔ (۳) ایسا شخص ناجائز اور حرام کا مرتکب ہوگا مگر کافر و مرتد نہ ہوگا اور اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہ ہوگی فقط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ طیبہ بطرز ناول لکھنا بے ادبی ہے

سوال ۵۹۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک کتاب مسمی باعتماد محمود بطرز ناول لکھی ہے جس میں سیرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مجمل طور سے وقت پیدائش سے لے کر وصال تک لکھا اور اس میں ذاتِ گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظ محمود اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلفظ خلیل تعبیر کیا کسی جگہ محمود کے ساتھ کسی تعظیمی لفظ کا استعمال نہیں کیا گیا صرف لفظ محمود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے لایا گیا ہے اور ساری کتاب میں محمود خلیل کو ایک عام انسان کی طرح ظاہر کیا گیا ہے اور جس طرح کہ ناول میں انسان کے فرضی یا اصلی واقعات بیان کئے جاتے ہیں اسی طرح کتاب مذکور میں بے سروپا واقعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منسوب کئے گئے ہیں اور نہایت بے ادبی کے ساتھ مثل عام لوگوں کے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اسماء گرامی درج کئے ہیں جیسے علی وغیرہ۔ حالانکہ خود مصنف نے اپنے نام کے ساتھ اسی کتاب کے سرورق پر حسب ذیل القاب تحریر کئے ہیں۔ از نتیجات قلم حقیقت رقم لسان الصلحاء عزیز الشعراء ابوالصدق حضرت مولوی حافظ محمد یوسف علی خاں صاحب عزیز اسدی سابق ناظم دینیات۔

اب دریافت طلب حسب ذیل امور ہیں (۱) کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کو کسی نام کے ساتھ مختص کرکے بلا کسی تعظیمی لفظ کے بے ادبانہ لکھنا جائز ہے یا نہیں۔؟ (۲) کیا سیرت نبوی کو فرضی قصہ کے طرز پر ترتیب دینا خلاف روایات صحیحہ جائز ہے۔؟ (۳) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کوئی لفظیا لفظ یا کلام طویل منسوب کرنا جس کا ثبوت کتب سیرت میں نہ ہو جائز ہے۔؟ (۴) کیا کسی صحابی رضی اللہ علیہ کی جانب کوئی فلسفی تقریر منسوب کرنا اگرچہ وہ اثبات وحدانیت کے لئے کیوں نہ ہو جائز ہے۔؟ (۵) کیا کتاب مذکور کی تعلیم طلبہ کو دینا جائز ہے (۶) کیا اسلام نے اعتماد نفس کی تعلیم دی ہے یا اعتماد الی اللہ کی کتاب مذکور کا اقتباس درج ذیل ہے ص۱۳

ڈیڑھ سال گذرا تو محمود کے ہوش وگوش کچھ اور ہی ہوگئے تھے ایک دن سونے سے پہلے وہ سلیم الفطرت بچہ اپنے دادا سے اپنی ماں کو پوچھنے لگا اور وہی معمولی جواب سنکر اس نے دریافت کیا ابا اللہ کہاں ہے۔ شفیق دادا (محمد کا کرای جہان عبد المطلب وہ سب جگہ ہے۔ محمود بھولے بھولے منھ سے) دادا ابا وہ نظر تو نہیں آتا۔

خواجہ عبدالمطلب (تعجب اور خوشی) سے ہاں بیٹا۔ دیکھو نا ہوا بھی تو نظر نہیں آتی۔ اللہ ہو اچلانے والا ہے پھر وہ کیونکر نظر آئے۔ محمود اچھا ابا اللہ کا گھر کہاں ہے ص۱۵ چچا کے یہاں محمود چار دن تو چپ چاپ رہا اور پھر اُس نے اپنی شفیق چچی سے کہا اماں بی میں دن بھر گھر میں یوں خالی ٹھالی بیٹھا کیا اچھا لگتا ہوں۔ آپ چچا جان سے پوچھ دیں تو یہ بھیڑ بکریاں ہی چرالایا کروں ص۱۶ محمود کے بے مثال اور اک دماغ اور بے نظیر حساس طبیعت نے سال بھر کے متواتر موسمی مشاہدوں میں تدریج ارتقار کا مسئلہ پالیا ص۱۸ محمود میاں خلیل ہمارے شہر میں جو یہ ظلم اور خونریزی ایک مدت سے چلی آتی ہے آخر بھی یہ کب تک کبھی اس کمبخت کا انسداد بھی ہوتا ہے خلیل صاحب کیا کہوں جب سے والد صاحب قبلہ آنکھوں سے معذور ہوئے ہیں اور خونبہا کے مقدمہ میں میرے پاس آنے لگے ہیں انھیں دیکھ دیکھ کر جو مجھ پر گذرتی ہے میرا ہی دل جانتا ہے محمود تو پھر تم اپنے پاؤں پر کھڑے کیوں نہیں ہوتے۔ ارے بھئی اور ملکوں کے انعامات دیکھ رہے ہو یا نہیں۔ آج آدمی بہت کچھ ہی کرتے ہیں بھائی بھیڑ چال ہمیں پسند نہیں ص۲۰ محمود (کفار سے خطاب) حضرات آپ میں اکثر بزرگ نیک نفس تجربہ کار بھی ہیں میں نے جب ہوش سنبھالا ہے اتنی سی عمر میں یہ اندازہ کرلیا ہے کہ بقول میرے دادا صاحب مرحوم کے انسان جس کام میں پڑجاتا ہے پورا کر کے رہتا ہے ص۲۴ محمود کو اپنے نفس پر بھروسہ تھا اور اپنی عقل خداداد سے برابر قوم کی رہنمائی کرتا رہتا تھا۔ ص۱۰۰ خلاصہ صفیہ (محمود کی پھوپی) کو اپنا قول جو خواجہ عبداللہ کے انتقال کے وقت رسمی طور سے نکل چکا تھا یاد آتا تھا اے ہے بچہ باپ پر بھاری ہے ص۱۰۹ آج کے بعد جب محمود مدینہ پہنچا تو اس کی عمر ترسیٹھ برس کی ہوچکی تھی وہ اپنے حواس کی قوت اعتماد کی برکت اور اخلاق کا ثمرہ پاچکا تھا الخ ساری کتاب اسی قسم کے طرز کلام سے بھری ہوئی ہے۔؟

(۲) زید نے ایک کتاب مسمی اعتماد محمود لکھی ہے اور وہ ناول کے طرز پر ہے اور آپ کے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جو سب سے اشہر ہے محمود اور خلیل سے مکالمہ شروع کیا ہے محمود سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لی ہے اور خلیل سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے کتاب کو من اولہ الی آخرہ دیکھا گیا محمود کے نام پر نہ تو صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کنایۃً اور نہ صراحۃً موجود ہے۔ ۳ شروع کتاب کو اس طور سے کیا جاتا ہے اللہ کی شان ابھی محمود ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھا کہ باپ کو تجارت کی راہ میں آخرت کا سفر درپیش آگیا جوان بیوہ کو یہ خبر جیتے جی مار گئی۔ دن بے قراری میں رات آہ وزاری میں بسر ہوتی بڑی بوڑھیوں نے باتیں بنائی لو بھیا جورو خصم کو کھاگئی۔ اے ہے بچہ باپ پر بھاری ہے ص۱۱ آگے یہ مسطور ہے اس واقعہ سے کئی دن گھر پر خورونوش حرام رہا۔ آخر جبر کا نام صبر۔ ص۵ ص۱۲ پر یہ لکھا ہے اللہ آمین کرتے بچے اٹھنا بیٹھنا سیکھا گھٹنوں چلا پاؤں لئے رسم آبائی کے موافق دودھ بڑھا اور خدا کے فضل سے چھٹے برس میں قدم رکھا ماں کے

ساتھ ننھیال پہنچا۔ صورت ماشاء اللہ سیرت سبحان اللہ کچھ دن یونہی چوچلوں میں گذرے تھے توماں تو میکہ سے اللہ میاں کے یہاں پہنچی۔ اور بچہ کو ددھیال پہنچا دیا گیا۔

صفحہ بچہ دادا ابا کی چھاتی سے ہمیشہ رہتا اور جب کبھی ماں کی ہرک اٹھتی تو پوچھتا ابا اماں کہاں گئی۔ بوڑھا دادا آنسو پی کر دیتا کہ بیٹا وہ تو اللہ کے یہاں گئی۔ صلے یہ رنگ دیکھکر میکہ والے اپنی ضد پر اڑ گئے اُنھوں نے محمود کو لالچ سے پرچانا چاہا کہ وہ بہت روپیہ فراہم کر دیں گے۔ اُسکو بادشاہ مان لیں گے اُس کی شادی نہایت حسین باکرہ عورت سے کر دیں گے اور اُس کے اس مراق کا علاج بھی اپنے خرچ سے کر دیں گے صلہ صلہ میں ہے جب مکہ اس قدر آسانی سے فتح ہو گیا تو محمود کی مشن نے قبول علم کا درجہ حاصل کرنا شروع کیا ۹ صلہ میں یوں مسطور ہے اہل علم غور فرمائیں دنیا من حیث المجموع متغیر ہے اور ہر متغیر حادث اور ہر حادث کے لئے محدث کا ہونا لازمی کیونکہ ہر چیز بطور خود پیدا نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہو تو وہ یقیناً تغیر و فنا سے مبرا ہو اس لئے کہ زوال و فنا یک نقص ہے اور کوئی اپنے آپ کو نقص قبول نہیں کیا کرتا پس جو چیز فطری طور پر زوال پذیر ہے وہ اپنے وجود میں بھی محدث کی محتاج ہے اور یہی محمدؐ فداہٗ ملہٗ خلیل نے اُس محشر خیز طوفان میں یہ کہکر بڑے بڑے ہمت والوں کی لغزش خیال اور مزلت قدم کی اصلاح کی الا من کان یعبد محمداً فان محمدا مات ومن یعبد اللہ فھو حی لا یموت۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ یہ کتاب جس کو ناول سے تعبیر کیا جائے مخرب اخلاق ہے یا نہیں۔ اور یہ الفاظ آپ کی شان میں استعمال کرنا سوء ادبی ہے یا نہیں۔ اور یہ خطبہ خلیل کا اس عبارت سے صحیح ہے یا نہیں۔ اور زید اگر کسی مسجد میں امام ہو اُس پر مقتدیوں کی نماز درست ہو گی یا نہیں۔ تا وقتیکہ زید توبہ نہ کرے۔ یا ایسے الفاظ سے علماء کے سامنے اقرار کرے کہ جس سے علماء فیصل کریں کہ زید تائب ہو گیا ہے؟

الجواب۔ یہ ناول سخت بے باکی و گستاخی سے لکھا گیا ہے اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے اول یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے قول کی نسبت کرنا حرام ہے جو حضور نے نہ فرمایا ہو اگرچہ اُس کے مضمون میں کوئی خرابی نہ ہو۔

حدیث میں اُس کے لئے سخت وعیدیں مذکور ہیں من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ اور اس ناول میں محض شاعرانہ طرز پر بہت سی بے اصل باتیں حضور کی طرف محمود کی نام کے پردہ میں منسوب کی ہیں۔ دوم یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبات کو ایسے سوقیانہ انداز سے لکھا ہے جس میں گستاخی ظاہر ہوتی ہے تیسرے اگر بالفرض لکھنے والے کی نیت گستاخی کی نہ ہو مگر لفظ اس کے موہم ضرور ہیں قرآن مجید میں صحابہ کرام کو اور عام مسلمانوں کو خطاب کر کے راعنا کہنے

سے منع کیا ہے۔ ارشاد ہے لا تقولوا راعنا۔ و قولوا انظرنا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام سے یہ احتمال بھی نہ تھا کہ وہ راعنا کے لفظ سے کوئی ایسے معنی مراد لیتے جس میں معاذ اللہ گستاخی کا کوئی پہلو ہوتا۔ مگر مسلمانوں کو شانِ نبوت کا ادب سکھلانے کے لئے ایسے الفاظ سے بھی روکدیا جس سے کسی شخص کو وہم گستاخی ہو سکے یا کوئی معنی خلاف ادب نکالنے کی گنجائش ہو۔ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون امت کے لئے سنت و شریعت ہے آپ کے حالات عام سوانح کی طرح نہیں کہ اُس میں شاعری کھپ سکے آپ کے حالات لکھنے والوں کا فرض ہے کہ شاعری سے قطع نظر کر کے صحیح صحیح واقعات بے کم و کاست لکھیں اور لکھنے میں شانِ نبوت کا احترام ملحوظ رہے۔ عامیانہ اور سوقیانہ انداز نہ ہو۔ لہٰذا اس ناول کی اشاعت اور دیکھنا پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے رسائل کی اشاعت بند کرنے کی کوشش کریں فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

جو مکان کرایہ کے لئے بنایا ہے اُس پر زکوٰۃ نہیں

سوال ۶۰ ۴ہم - ایک شخص اپنے اصلی وطن سے باہر رہتا ہے اس شخص کا ایک مکان اپنے اصلی وطن میں ہے جو نصاب کو پہنچتا ہے اور یہ شخص دوسری جگہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور اپنا مکان بھی کرایہ پر دے رکھا ہے لیکن خود جو کرایہ ادا کرتا ہے وہ اپنے مکان کے کرایہ سے کہیں زیادہ ہے اور سوائے اس مکان کے اس کے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو نصاب کو پہنچے یہ شخص مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں بینوا و توجروا۔؟

الجواب - قال الدر المختار ولا فی ثیاب البدن الی قولہ و دور السکنی واقرہ الشامی و مثلہ فی العالمگیریۃ و فی الخلاصۃ عن مجموع النوازل رجل اشتری جوالق بعشرۃ آلاف درھم لیواجر من الناس فحال علیھا الحول لا زکوٰۃ علیہ الی قولہ و ھذا الجواب فی اھل المعازین و حمر المکاریین ثم قال ولو اشتری جاریۃ او عبداً للتجارۃ ناجرہ یخرج من ان یکون للتجارۃ و کذا فی الدار لو اجرھا انتھی خلاصۃ الفتاوٰی ص ۲۴۷ ج اوّل۔ عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ سکونت کے مکان کو اگر کرایہ پر بھی دیا جائے جب بھی مکان پر زکوٰۃ نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

اس کی تحقیق کہ حضرتِ عثمانِ غنی رضؓ کے دو صاحبزادے تھے جن کی طرف شیوخ عثمانی منسوب ہیں

سوال ۶۱ ۴ہم - حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے کوئی بیٹا تھا یا نہیں اگر تھا تو اُس کا کیا نام تھا جس کی نسل سے ہم لوگ عثمانیوں کے سلسلہ میں چلے ہیں۔؟

الجواب - فی الانساب السمعانی ھذہ النسبۃ الی عثمان بن عفان اما نسباً او ولاءً او تباعاً الی قولہ فمن انتسب الیہ ابو عمرو عثمان بن محمد بن عبد الملک بن سلیمان بن عبد الملک بن عبد اللہ بن

عتبہ بن عمرو بن عثمان بن عفان من اهل البصرة (الی قولہ) وابو عفان عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ بن الولید بن عثمان بن عفان - انساب باب العین والثاء۔ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے ہیں جن کی طرف عثمانی شیوخ منسوب ہیں ایک عمرو دوسرے ولید۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ

دودھ بچانیکے لئے جانور کے بچہ کو مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ | سوال ۲۶۲ھ - بعض اہل مواشی بچھڑے کٹڑے کو گائے بھینس بیانے کے بعد ذبح کر دیتے ہیں تاکہ سالم دودھ ان کو بچ جائے زید کہتا ہے کہ یہ فعل حرام ہے اور ذبیحہ بھی حرام ہے اور دلیل میں فتویٰ جواہر و نوادر کی یہ عبارت پیش کرتا ہے قال ابو حنیفة ولا یجوز للمکلف ان یذبح الفصلان والحملان والعجاجیل حین ولدته من الشاة والجاموس والناقة۔ اور نیز دارمی کی ایک حدیث نقل کرتا ہے وروی عن انس ولد العجل فی بیت رجل فاراد الرجل ان یذبح لس وقالت امراة ان لا یذبح لس لانه صغیر عاجز فوقع المنازعة بینهما فاتیا الرجل والمراة الی النبی صلی اللہ علیه وسلم وقص ذلك الامر فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم الامن ذبح منهم الفصلان والحملان والعجاجیل لیس لهم شفاعة ولهم جب الحزن ولهم خزی فی الدنیا وعوقب فی النار لانه ظلم عظیم - تو دعویٰ زید کا ثابت ہے یا نہ۔

الجواب - دودھ بچانے کی غرض سے بچھڑے کٹڑے وغیرہ کو مار ڈالنا حرام ہے اور ایسا کرنیوالا سخت گنہگار ہے اور مرتکب حرام ہے لیکن اگر ذبح کرنے والا بچھڑے وغیرہ کا مسلمان ہو اور اس نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھکر بقاعدۂ شرعیہ ذبح کیا ہو تو کھانا اسکا حلال ہے چنانچہ روایت نوادر اور حدیث مذکورہ فی السوال میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہو جو حرمتِ ذبیحہ پر دلالت کرتا ہو۔ یہ محض زید کا قیاس ہے اور صحیح نہیں ہے بلکہ ذکاۃ شرعی کے بعد ذبیحہ حلال ہو البتہ یہ فعل حرام ہے حدیث شریف میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تتخذ و اشیئًا فیه الروح غرضًا۔ رواہ مسلم۔ اور نووی میں ہے (قوله غرضًا) هذا النهی للتحریم لقوله لعن اللہ من فعل هذا ولانه تعذیب للحیوان واتلاف لنفسه و تضییع لمالیته مرقاة۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال من قتل عصفورًا فما فوقها بغیر حقها سأل اللہ عن قتله قیل یا رسول اللہ وما حقها قال ان یذبحها فیاکلها ولا یقطع رأسها فیرمی بها۔ رواہ احمد والنسائی والدارمی۔

فقط مسعود احمد

چند اموات کو ثواب بخشا جائے تو تقسیم ہوکر پہنچے گا یا سب کو پورا پورا؟ | سوال ۲۶۳ھ - اگر کوئی شخص پورا کلام مجید

پڑھ کر اپنی والدہ کی روح کو پہنچاوے گا تو پہنچے گا یا نہیں کیونکہ زید کہتا ہے کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واہل بیت صحابہ کی ارواح کو بخش کر بعدہ اپنی والدہ کی روح کو پہنچانا چاہیے بکر کہتا ہے کہ اسطرح ثواب بخشنے سے تقسیم ہو کر ثواب پہنچے گا اس بارہ میں صحیح طریقہ کیا ہے۔؟

الجواب۔ ثواب پہنچانے والا اگر پورے کلام مجید کا ثواب صرف اپنی والدہ کو بخشے گا تو اُس کو پورے قرآن شریف کا ثواب ملے گا اور اگر اُس کی ساتھ دوسروں کو بھی شریک ثواب کرلیگا تو سب کو تقسیم ہو کر پہنچے گا۔ موافق قاعدہ کے۔ اور وسعت رحمت باری تعالیٰ سے امید ہے کہ ہر ایک میت کو پورا پورا ثواب پہنچاوے شامی میں ہے۔ سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً فاجاب بانه افتى جمع بالثاني وهو اللائق بسعة الفضل شامی ص۸۰۵ جلد اوّل۔ مطلب القرأة للميت من الجنائز۔ اور بہتر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ثواب رسانی میں شریک کرلیا جائے۔ تاکہ آپ کے طفیل اور برکت سے دیگر اموات کو بھی ثواب پہنچ جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مسعود احمد۔

تعمیر مسجد میں ہندو کا روپیہ لگانا کیسا ہے

سوال ۴۷۴۔ تعمیر مسجد میں کسی غیر مسلم کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں۔ اور فرش، غسلخانہ، حجرہ وغیرہ میں بھی لگ سکتا ہے یا نہ۔؟ غیر مسلم حکومت میں اگر مسجد کو مسلمان اپنے روپیہ سے تعمیر کریں تو زمین مسجد بھی غیر مسلم حکومت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسی زمین پر مسجد تیار کرنا کیسا ہے۔؟

الجواب۔ قال فی رد المحتار معزیاً للبحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس بخلاف الوقف علی بیعة فانه قربة عندهم فقط او علی حج عمرة فانه قربة عندنا فقط اهـ شامی ص۳۹۲ جلد۳ ۔عبارت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ کفار کی جانب سے وقف صحیح ہونے کی دو شرط ہیں ایک یہ کہ جس کام کے لئے وقف کیا جاتا ہے وہ ہمارے مذہب میں ثواب کا کام ہو دوسرے یہ کہ اُن کے مذہب میں بھی وہ کام ثواب ہو ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی فوت ہو جائے گی تو وقف صحیح نہ ہوگا اب دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ مسجد اور متعلقات مسجد مثل غسل خانہ وغیرہ کا بنانا ہمارے مذہب میں تو ثواب ہے ہندو یا دوسرے غیر مسلموں کے مذہب میں یہ کوئی کار ثواب نہیں اس لئے اُن کی طرف سے مستقلاً یا بطور شرکت چندہ وقف نہیں ہو سکتا البتہ اگر مقامی مصالح کے خلاف نہ ہو اور اس کا اندیشہ نہ ہو کہ یہ لوگ آئندہ احسان جتائینگے یا اپنے مندروں میں ہم سے چندہ مانگیں گے تو اس صورت میں ان کا چندہ مسجد اور دوسرے اسلامی اوقاف میں لگا سکتے ہیں کہ یہ لوگ اس روپیہ کا مالک کسی ایک مسلمان کو یا جماعت مسلمین کو بنادیں اور وہ لوگ اپنی طرف سے اس کو مسجد میں صرف کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

ایک انجمن کی شرکت کے متعلق

سوال ۴۷۵۔ میرٹھ میں ایک انجمن قائم ہے اُس کی عملی کاروائی سے

ثابت ہو چکا ہے کہ اس انجمن کے قیام کی غرض بعض بانیان کے مخالفین کی توہین اور دل آزاری کرنا ہے۔
(۲) انتخاب ممبران میں قابلیت کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا۔ (۳ و ۴) اپنے زعم کی وجہ سے ہر مخالف رائے کو گو وہ کیسی ہی مفید اور شرعاً جائز ہی کیوں نہ ہو اپنی اکثریت سے مسترد کر دیا جاتا ہے اور اپنی رائے ناجائز و غیر مفید کو قائم رکھا جاتا ہے (۵ و ۶) انجمن کے قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دفعہ بھی داخل ہے کہ جو شخص انجمن کا ساتھ نہ دے اسکو قوم و ذات سے خارج کر دیا جائے اور جو اس خارج شدہ شخص کا ساتھ دے اسکو بھی ذات و قوم سے خارج کر دیا جائے اسی دفعہ کی وجہ سے قوم میں بجائے تنظیم کے ہیجان پھیلا ہوا ہے (۷) انجمن کے گروہ میں نہ حفظ مراتب کی پرواہ ہے نہ ایک کو دوسرے پر اعتماد۔ اور اس قدر خود سری ہے کہ یک طرفہ فیصلہ کرتے ہیں اور سالہا سال کے قومی تنازعات کو از سر نو زندہ کر کے تصفیہ کرنا چاہتے ہیں (۸ و ۹) مفید اور ضروری باتوں کی طرف توجہ نہیں کی گئی (۱۰) طلاق بائنہ پر بلا نکاح ثانی اور طلاق مغلظہ ہو جانے پر بلا حلالہ بدستور زوجیت کو قائم رکھا جاتا ہے۔ اور عذابِ خداوندی سے نڈر ہو کر اس کی معاونت کی جاتی ہے (۱۱) قوم کی مستورات میں انگریزی لباس کھڑی ایڑی کا جوتہ۔ انگریزی طریقہ پر بال بنانا اور بالوں پر کنگھا لگانا رواج پا رہا ہے اُس کو نہیں روکا جاتا (۱۲) کسی کا شوہر ابتدائے عقد سے بیسیوں سال تک شراب نوشی اور قمار بازی اور عیاشی میں مصروف ہو اور زوجہ کے نان نفقہ کے لئے کچھ پرواہ نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں شوہر اور اُس کے حامی شخص سے ذمہ داری نان و نفقہ کی لے کر جانا مناسب ہے یا بغیر ذمہ داری اور آئندہ اپنی عزت و ناموس اور زندگی کو برباد کرنا جائز ہے (۱۳) جو گروہ اپنی ضد اور ہٹ کے مقابلہ میں خدا اور رسول اور علمائے شریعت کو ہیچ سمجھے اور علماء کی خدمت میں برائے تصفیہ حاضر ہونے سے پہلو تہی و انکار کرے اور عذاب خدا سے نڈر ہو۔ اقرار کر کے توہین و دل آزاری کرے۔ وعدہ خلافی کرے اللہ کے حرام کو حلال جانے اور حلال کو حرام۔ اور یہ کہے کہ دو سو آدمیوں کے مقابلہ میں دو آدمیوں کی بات مانی نہیں جا سکتی۔ اگرچہ وہ بات کیسی ہی شرع کے مطابق اور مفید قوم ہو۔ (۱۴) ایسی انجمن کے بانی، معاون، کارکن، یا جو شرکت کرے یا بیاہ شادی میں اُن کے احکام کا اتباع کرے اُس کے متعلق حکم شریعت کیا ہے۔

الجواب - اگر واقعات مندرجہ تحریر صحیح ہیں تو بلا شبہ یہ انجمن ایک عظیم الشان دینی اور دنیوی فتنہ کی بنیاد ہے اس کی شرکت و حمایت اور اُس کے احکام کی پابندی سخت گناہ بلکہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جن لوگوں نے اس کی شرکت و حمایت پر حلف کئے تھے اُن کو بھی اس سے علیحدہ ہو جانا واجب ہے اور کوئی کفارہ کسی قسم کا ان پر عائد نہ ہوگا کیونکہ حلف میں اس کی تصریح ہے کہ انجمن کے احکام کی اطاعت دائرہ شریعت کے اندر کرے گا۔ اور جو واقعات درج سوال ہیں اُن سے ثابت ہوا یہ انجمن سراسر احکام شرعیہ کے خلاف حکم کرتی ہے لہذا اس کا خلاف کرنا اپنے حلف کا خلاف نہ ہوگا۔ حالاتِ انجمن مندرجہ سوال

بہت سے کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہیں بالخصوص ٹ‍‍‍ ۱۳ تو صراحۃً شریعتِ اسلام کا مقابلہ ہے جس کے حق میں ارشادِ خداوندی ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ اور دوسری آیت میں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور تیسری آیت میں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ۔ مذکور ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تفرقہ پردازی اور احکامِ شرعیہ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے آمین فقط توضیح ۱۲ ذمہ داری لے کر جانا مناسب ہے بغیر اس کے جانا یا بھیجنا لڑکی کی حق تلفی ہے ہرگز نہ چاہیے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیوی میرے لائق نہیں رہی ان لفظوں سے طلاق نہیں پڑی

سوال ۶۶ ۴م - زید نے اپنے خسر کو خط لکھا کہ بکر کی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ کے ۲۲ مارچ ۱۹۳۱ء کو لڑکا پیدا ہوا ہے تعجب ہوا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کیونکہ میں شروع نومبر ۱۹۳۰ء میں ایک سال کے بعد گھر گیا تھا یعنی ساڑھے چار مہینہ میں لڑکا کس طرح پیدا ہو گیا اگر یہ بات صحیح ہے تو آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اب وہ میرے لائق نہیں رہی۔ کیا اس خط سے طلاق ہو گئی؟

الجواب - اس لفظ سے کسی قسم کی طلاق نہیں پڑی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ ولو قال لا حاجۃ لے فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق (الی قولہ) اذا قال لا ارید ک اولا احبک اولا اشتھیک ولا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ کذا فی البحر عالمگیری ص ۳۵۱ ج ۱ مصری فقط

قادیانی کی تجہیز و تکفین اور نکاح شادی کی شرکت کا حکم

سوال ۶۷ ۴م - کسی قادیانی کی تجہیز و تکفین میں دیدہ دانستہ حصہ لینے والے مسلمان کے حق میں کیا حکم ہے؟ (۲) قادیانی کی شادی میں شریک ہونا اور امداد کرنا کیسا ہے؟ (۳) دعوت قادیانی کی مسلمان کے لئے کیسی ہے؟ (۴) علمائے دین کے فتوے کو غلط بتانے والے اور توہین کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ (۵) عزیز و اقارب دوست آشنا نیز برادری کے بھائی اور مسلمان قصبہ قادیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔ تاکہ وہ عنداللہ ماخوذ نہ ہوں۔؟ قادیانی کی شادی کرنا کیسا ہے۔؟

الجواب - مرزا غلام احمد کے تمام متبعین خواہ کسی پارٹی کے ہوں جمہور علمائے اسلام کے اتفاق سے کافر و مرتد ہیں اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنا یا شریک ہونا ہرگز جائز نہیں۔ اور جو کوئی مسلمان شریک ہو وہ گنہگار ہے توبہ کرنی چاہیے۔ (۲) یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے لوگ اُن کو مسلمان سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اُن کو اپنی گمراہی پھیلانے کا موقع ملتا ہے۔ قال تعالیٰ۔ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی۔ وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ الآیۃ۔ (۳) ہرگز نہ کھانی چاہیے بالخصوص ذبیحہ اُن کا بالکل مردار ہے اُس سے پرہیز ضروری ہے (۴) ایسا شخص سخت گناہگار ہے بلکہ اندیشۂ کفر ہے توبہ کرنی چاہیے۔

صرح بہ فی کلمات الکفر من جامع الفصولین والبحر (۵) مسلمانوں کو قادیانوں سے کسی قسم کا تعلق شرکتِ شادی وغمی وغیرہ کا ہرگز نہ رکھنا چاہیئے اگرچہ رشتہ داری وقرابت بھی ہو۔ رشتہ اسلام کے قطع کرنے والے کے ساتھ رشتۂ قرابت کوئی چیز نہیں (۶) قادیانی مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوسکتا۔ قال فی الدر المختار ولایصلح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس مطلقا۔

دلالی لینے کا حکم | **سوال ۴۶۸** - دلالی لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ دلالی مشتری سے وصول کی جاتی ہو تو کیا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب - اگر بایع یعنی مالک کی اجازت سے خود دلال مال کو فروخت کرے تو اسکی اجرت اور دلالی بایع کے ذمہ ہے اور اگر دلالی محض کوشش کرنے والا اور معاملہ کرنے والا ہے اور فروخت کرنے والا خود بایع ہے تو اس میں عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا۔ رواج کے موافق جس کے ذمہ دلالی ہوگی اس سے لینا جائز ہوگا در مختار میں ہے۔ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البایع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف۔ فتجب الدلالۃ علی البایع او المشتری او علیہما بحسب العرف جامع الفصولین۔ شامی۔ لیکن جواز مسئلہ مختلف فیہ ہے احتیاط ترک میں ہے صرح بہ الشامی فی الاجارات۔ کتبہ مسعود احمد۔ الجواب صحیح محمد شفیع غفرلہٗ۔

سرکاری ملازمتوں کا حکم۔ | **سوال ۴۶۹** - کچھ دنوں سے گمنام اشتہارات اس مضمون کے شائع ہورہے ہیں کہ جو لوگ سرکاری ملازم ہیں وہ سب آزادی کی حمایت میں اپنی ملازمتیں چھوڑ دیں۔ اور جب تک دلی گاندھی کو گورنمنٹ نہ چھوڑے۔ اُس وقت تک ضرور ہی گورنمنٹی ملازمتیں ترک کردی جائیں۔ ان اشتہارات میں مسلمانوں کو بھی خاص طور سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کیا مسلمانوں کو اس تحریک پر لبیک کہنا اور بغیر مآل اندیشی کے اپنی ملازمتیں چھوڑ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب - جب تک مسلمان کے لئے اپنے گذارہ کا کوئی قابلِ اطمینان انتظام نہ ہوجائے اُسوقت تک اُسکو اپنی جائز ملازمت کا ترک ہرگز جائز نہیں۔ مسلمانوں کو اس گمنام پروپیگنڈا سے ہرگز متأثر نہ ہونا چاہیئے حدیث میں ہے کاد الفقر ان یکون کفراً۔ بلاشبہ فقروفاقہ کی وجہ سے ہزاروں گناہوں میں ابتلاء کا قوی اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے اس کے علاوہ یہ بھی بعید نہیں کہ دو چار مسلمان جو محض برائے نام سرکاری عہدوں پر ہیں اس بہانہ سے وہ عہدے ان سے خالی کرا کر ہمیشہ کے لئے جگہ پُر کردی جائے اس لئے مسلمانوں کو اس اشتہار سے ہرگز متأثر نہ ہونا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم۔

جمعہ کی تعطیل مستحب ہونا

سوال ۷۰ئم - ان منع التعطیل فی یوم الجمعۃ وتشریق الامام ثابتۃ فی القرآن المجید او فی الحدیث والفقہ او طریقۃ مبتدعۃ جاریۃ مسلوکۃ بین الانام - ؟

الجواب - المنع عن التعطیل یوم الجمعۃ ان کانت علی سبیل الانکار ورویتہ امراً منکراً فھی طریقۃ مبتدعۃ لا یجوز اتباعھا وان کان الامتناع فیہ عن التعطیل لرویۃ مستحباً وسنۃ مسلوکۃ للسلف الصالح لتفرغھم فی ھذا الیوم للعبادۃ ولھو نہ یوم عیدنا یا لنصوص الواردۃ فی ھذا الباب قال ابن القیم فی زاد المعاد جلد اول ص۱۱۱ ما لفظہ انہ یوم الذی یستحب ان یتفرغ فیہ للعبادۃ ولہ علی سائر الایام فریۃ بانواع العبادات واجبۃ ومستحبۃ فاللہ سبحانہ وتعالیٰ جعل لاھل کل ملۃ یوماً یتفرغون فیہ للعبادۃ ویتخلون فیہ عن اشتغال الدنیا فیوم الجمعۃ یوم عبادۃ وھو فی الایام کشھر رمضان الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرنیکا حکم

سوال ۷۱ئم - زید نے حسب ذیل عبارت شائع کی ہے: امیر معاویہ ملوکیت پرستی کی صف میں سب سے آگے کھڑا ہوا دنیا کو ملوکیت کی لعنت میں گرفتار کر رہا تھا اس نے جمہوریت کو فنا کر کے ملوکیت کا تاج اس یزید کے سر پر رکھدیا جو شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا اور کتوں کا منھ چاٹتا تھا" یہ عبارت حضرت امیر معاویہ کی توہین ہے یا نہیں ؟ اور یہ سب وشتم صحابہ ہے یا نہیں۔ جو شخص ایسا کہے اور اس کی اشاعت کرے اس کی ساتھ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہیے ؟

الجواب - مذکورہ بالا عبارت بلاشبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین اور سب وشتم میں داخل ہے اس کا مرتکب سخت گنہگار فاسق اور اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے جب تک توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے اپنے خصوصی معاملات منقطع کر لینے چاہئیں۔ عقائد نسفی میں اہل سنت والجماعۃ کی خصوصیات کے ذیل میں ہے ونکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر اور شرح عقائد نسفی میں ہے فبعضھم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر کقذف عائشۃ رضی اللہ عنھا والا فبدعۃ وفسق وبالجملۃ لم ینقل عن السلف المجتھدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ رضی اللہ عنھم الخ شرح عقائد ص۲۳۹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً کسی صحابی کے برا کہنے کے متعلق نہایت سخت وعیدیں ذکر فرمائی ہیں جن کو دیکھکر مسلمان کا پتہ پانی ہو جاتا ہے چہ جائیکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے متعلق زبان درازی کی جائے جن کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ذیل صادر ہوئے ہیں۔ یبعث اللہ تعالیٰ - معاویۃ یوم القیامۃ وعلیہ رداء من نور الایمان ابن عساکر وغیرہ (کنز العمال ص۱۹۰ ج۶) - اللھم علمہ العلم واجعلہ ھادیا مھدیا واھدبہ قال لمعاویۃ اخرجہ احمد

والترمذی وقال حسن غریب والطبرانی وابن عساکر وغیرہ - اور صحابہ کرام کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والے کے لئے حدیث نبوی کا یہ ارشاد ہے اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا من بعدی احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ تعالیٰ یوشک ان یاخذہ - رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن مغفل فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

پیشاب کے بعد پانی سے استنجا کئے بغیر نماز پڑھنے کا حکم

سوال ۴۷۲ - اگر کسی نے مٹی کے ڈھیلے سے استنجا خشک کرنے کے بعد بھول کر یا عجلت کی وجہ سے بغیر پانی سے دھوئے وضو کر کے نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں -؟

الجواب - اگر نجاست نے مخرج سے تجاوز نہیں کیا تو نماز صحیح مگروہ تنزیہی ہو گی اور اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہے تو قول مفتی بہ کے موافق بغیر دھوئے مطلقاً نماز نہ ہو گی فی الدر المختار والغسل بالماء بعدہ ای الحجر الی قولہ سنۃ مطلقاً بہ یفتی سراج ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج وفی الشامی اذا تجاوزت مخرجھا یجب یعنی الاستنجاء بالماء عند محمد قل او کثر وھو الاحوط - شامی ص ۲۲۶ ج ۱ - ومثلہ صرح فی الھندیہ وصرح الشامی بان ترک السنۃ مکروہ ص ۲۲۶/۱ج شامی فقط

زندگی کا بیمہ

سوال ۴۷۳ - زندگی کا بیمہ کرانا جائز ہے یا نہیں -؟

الجواب - زندگی وغیرہ کا بیمہ مروجہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی سود ہے اور قمار بھی - اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں - بقولہ تعالیٰ - اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ الآیۃ - وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا - الآیۃ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

نابالغ کی ساتھ خلوت ہو جانے سے عدت واجب ہوتی ہے -

سوال ۴۷۴ - ایک نابالغہ کا نکاح ہوا اور تین چار سال تک آباد رہ کر پھر چھ سات سال غیر آباد رہی - اور اب بالغ ہو غیر آباد ہونے کی حالت میں اس کو شوہر نے طلاق دیدی - کیا اس پر عدت ہے -؟

الجواب - اس صورت میں اس عورت پر عدتِ طلاق تین حیض گذرنے واجب ہیں اس کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے قال فی رد المختار وتجب العدۃ بخلوتہ ای الصبی وان کانت فاسدۃ لان تصریحھم بوجوبھا بالخلوۃ الفاسدۃ شامل لخلوۃ الصبی کذا فی البحر من باب العدۃ انتھی - قلت وخلوۃ الصغیرۃ التی لا تجامع ایضاً فاسدۃ کما صرح فی الدر المختار وفیھا العدۃ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہ

اوقاتِ مکروہہ میں تلاوتِ قرآن کا حکم

سوال ۴۷۵ - تلاوتِ قرآن یعنی قبل طلوع وغروب آفتاب یعنی درمیان عصر و مغرب جائز ہے یا نہیں -؟

الجواب- طلوع وغروب کے وقت تلاوتِ قرآن شریف اگرچہ جائز ہے لیکن اوقاتِ مکروہہ میں بہ نسبت قرآن قرآن کے دعا اور درود وتسبیح افضل ہے قال الشامی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء والتسبیح افضل من قرأۃ القرآن فی الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا الخ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

خیر الامور
(فی)
قدر المھور

یعنی مہر کی تعریف، اُس کی شرعی مقدار، جانبین میں غلو کی ممانعت سکۂ رائجہ کے اعتبار سے مہر فاطمی کی تحقیق وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال ۷۶۴- مہر شرعی کیا چیز ہے اسی کو مہر مسنون اور محمدی کہتے ہیں؟ (۲) اس مہر کی تعداد کم از کم کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا۔ بحساب سکۂ رائج الوقت معلوم ہونا چاہیے درہم، دینار، مثقال اور اوقیہ کی قیمت بحساب سکۂ کلدار کیا ہے۔؟ (۳) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور حضرت فاطمہ کا مہر کسقدر تھا۔ اور کونسا مہر زیادہ تر قابل تقلید ہے؟ (۴) مہر رائج الوقت جسکی تعداد ہزارہا روپیہ ہوتی ہے مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب- مہر عورت کا ایک حق مالی ہے جو خاوند کے ذمہ بوجہ عقد نکاح کے واجب ہوتا ہے اور مہر مسنون اور مہر محمدی اُس مہر کو کہا جاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً ثابت ہو جس کا ذکر جواب ۳ میں آئیگا (۲) مہر کی تعداد کم از کم دس درہم ہے جس کی مقدار وزن رائج الوقت کے اعتبار سے دو تولہ گیارہ ماشہ چاندی ہوتی ہے اور زائد کے لئے کوئی حد ایسی مقرر نہیں کہ اُس سے زائد مہر نہ ہو سکے یہ دوسری بات ہے کہ بہت زائد مقرر کرنا مکروہ وممنوع ہے۔ اقل مقدار کی دلیل عبارتِ ہدایہ میں ہے۔ واقل المھر عشرۃ دراھم۔ نیز حدیث جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا مھر اقل من عشرۃ دراھم۔ اخرجہ الدار۔ اور زائد کے لئے کوئی حد شریعت میں مقرر نہیں۔ اور آیت کریمہ "آتیتم احدٰھن قنطاراً" سے زیادہ مہر کا نافذ ہونا معلوم ہوتا ہے درہم بحساب وزن مروج تقریباً ساڑھے تین ماشہ چاندی کا۔ اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے مثقال اور دینار کا وزن ایک ہے صرف یہ فرق ہے کہ دینار سونے کا ایک سکہ ہے اور مثقال ایک وزن کا نام ہے جو دینار کے برابر ہے اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ والدلیل علیہ ما فی الغیاث درہم سہ نیم ماشہ باشد۔ وایضاً قال العلامۃ القاضی ثناء اللہ الپانی پتی فی رسالۃ مالا بد منہ۔ نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد ونصابِ نقرہ دو صد درم است کہ پنجاہ وشش روپیہ سکۂ دہلی وزن آں می شود۔ انتہیٰ گفتم پس بہمیں حساب دینار چہار ونیم ماشہ می شود ودرہم سہ ونیم

تقریباً و فی الھدایۃ والاوقیۃ اربعون درھماً ھدایہ باب زکوٰۃ الاموال صـ۱۸۶ ج اوّل :- وفی عمدۃ الرعایۃ معزیاً - لفتح القدیر قولہ مثقالاً ھو لغۃ مایوزن بہ وشرعاً اسم للمقدار المعین الذی یقدر بہ الذھب ونحوہ وھو الدینار الواحد الاان الدینار اسم للقطعۃ المضروبۃ المقدرۃ بالمثقال وفی شرح المختصر للبرجندی فی الخ انتہ الدینار ھو المثقال الخ - اور جب دینار و درہم کا وزن بحساب تولہ وماشہ معلوم ہوگیا تو سونے چاندی کا وقتی نرخ معلوم کرکے سکۂ رائج الوقت سے اس کی قیمت نکال لینا کچھ مشکل نہ رہا مثلاً مہر فاطمی کی مقدار پانچسو درہم ہے جس کا وزن رائج الوقت ایک سو پینتالیس ۱۴۵ تولہ دس ماشہ ہوا - اور آجکل جبکہ چاندی کا نرخ ۸؍ تولہ ہے تو سکہ رائج الوقت کے اعتبار سے پانچسو درہم کی قیمت تقریباً تہتر ۷۳ روپیہ ہوئی - (۳) حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اور عام ازواج مطہرات کا مہر پانچسو درہم - لماروی عن ابی سلمۃ قال سالت عائشۃؓ کم کان صداق النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان صداقۃ لازواجہ ثنتی عشرۃ اوقیۃ ونش قالت اتدری ما النش قلت لا قالت نصف اوقیہ فتلک مائۃ درھم رواہ مسلم (از مشکوٰۃ)

وفی کنزالعمال فی حدیث طویل ما اصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ من نسائہ ولا اصدقت امرأۃ من بناتہ اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ الحدیث کنز صـ۲۹۶ ج ۸ - حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں کے مہروں میں سے قابل تقلید حضرت فاطمہؓ اور باقی ازواج مطہرات کا مہر ہے کیونکہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا بخلاف حضرت ام حبیبہ رضؓ کے کہ اُن کا مہر نجاشی بادشاہ حبشہ نے مقرر کیا - اور اُسی نے ادا کیا تھا - عن ام حبیبۃ انھا کانت تحت عبد اللہ بن جحش فمات بارض الحبشۃ فزوجھا النجاشی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و امھرھا عنہ اربعۃ آلاف وفی روایۃ اربعۃ آلاف درھم الحدیث - رواہ ابوداؤد والنسائی :-

(۴) بالکل نامناسب اور مکروہ اور سینکڑوں دینی و دنیوی مصائب کی بنیاد ہے - حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کے متعلق ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے - الا لاتغالوا صدقۃ النساء فانھا لوکانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولٰکم بھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولا انکح شیئاً من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی - حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ہزاروں روپیہ کی تعداد میں مہر مقرر کرنا ہرگز مناسب نہیں علاوہ بریں جب مہر زیادہ مقرر کیا جاتا ہے تو کبھی اُس کے ادا کرنے میں نہ ہمت ہوسکتی ہے اور نہ کبھی اُس کا ارادہ ہوتا ہے اور اس صورت کو کہ ادائے مہر کا ارادہ ہی دل میں نہ ہو حدیث میں زنا فرمایا گیا ہے -

الحکایت سردہ فی الکنز لطرق مختلفہ۔ لیکن اس کی ساتھ ہی یہ بھی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کسی خاندان کی لڑکیوں کا مہر زیادہ ہے تعداد میں رائج ہو تو جب تک سارا خاندان اپنا رواج بدل کر مہر میں کمی نہ کرے اُس وقت تک تنہا کسی لڑکی کا مہر کم باندھنے کا اختیار اُس کے اولیار کو نہیں ہو لوگ اس میں بہت غفلت کرتے ہیں کہ سارے خاندان کے مہر مثل کے خلاف اپنی لڑکی کا مہر کم کر دیتے ہیں جسکا اُنکو حق نہیں ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات صحابہ نے زیادہ زیادہ مہر پر نکاح کئے ہیں حالانکہ مہر فاطمی کا مسنون اور افضل ہونا اُن کو بھی (ظاہراً) معلوم تھا۔ زیلعی شرح کنز باب الکفارۃ میں ہے ان الفاروق تزوج ام کلثوم بنت علی ؓ من فاطمۃ علی اربعین الف درھم وابن عمرؓ تزوج علی عشرۃ الاف درھم و کان یزوج بناتہ علی عشرۃ الاف درھم وروی عن الحسن بن علیؓ انہ تزوج امرءۃ فساق الیھا مائۃ جاریۃ قیمۃ کل واحدۃ منھن الف درھم وتزوج ابن عباسؓ شمیلۃ علی عشرۃ الاف درھم وتزوج انس امرءۃ علی عشرۃ الاف درھم قال الزیلعی ویجوز ان یکون ذلک مھر مثل کل واحدۃ منھن لانہ یختلف باختلاف الزمان ولا یدل ذلک علی الفضیلۃ بل ھو الظاھر لان المال کان قلیلاً فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اتسع المسلمون بعد ذلک لما حاصل لھم من فتوح البلاد (زیلعی شرح کنز ص ۱۳۱ جلد ۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خود حضرت فاروق اعظم کا چالیس ہزار درہم مقرر کئے جسکی مقدار سکۂ رائج الوقت کے اعتبار سے تقریباً پانچ ہزار روپے ہوتے ہیں اور جس لڑکی کا یہ مہر مقرر ہوا وہ بھی حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی ام کلثوم ہیں اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر اور دوسرے حضرات صحابہ نے دس دس ہزار درہم پر اپنا اور اپنی صاحبزادیوں کا نکاح جسکی مقدار آجکل کے سکۂ رائجہ کے اعتبار سے تقریباً تیرہ سو روپیہ ہوتی ہے۔ الغرض مہر میں غلو کرنا اچھا نہیں بلکہ تقلیل حسب سنت بہتر و افضل ہے لیکن اس کے خلاف میں بھی غلو کرنا جائز نہیں کہ مہر مثل کے خلاف لڑکی یا اُس کے اولیار کو مہر فاطمی پر مجبور کر دیا جائے۔ یہ غلو اور جبر بھی بالکل خلاف سنت اور خلافِ تعامل صحابہ کرام ہے اعتدلال کی صورت یہ ہے کہ اپنے اپنے خاندان میں مہر مثل کم کرنے کی کوشش کی جاوے اور سب خاندان والوں کو احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت سیدۃ النسار کے مہر کی تقلید و اتباع کی ترغیب دی جاوے اگر وہ سب قبول کرلیں تو بہتر ورنہ تنہا کسی ایک لڑکی یا اُس کے اولیار کو اس پر مجبور نہ کیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

مہر کے متعلق چند ضروری مسائل **سوال ۷۷۴**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر

کوئی شخص اپنی لڑکی کے نکاح میں علاوہ مہر کے مثلاً سو روپیہ لے کر ویساہی ہضم کرے اور بوقتِ نکاح مہر متعین ہو حالانکہ زوجین حر ہیں یہ طریقہ عند امامنا الاعظم صحیح ہے یا نہیں۔؟ (۲) بعض لوگ بیوہ عورتوں کو بوجہ وارث ہونے کے مقہور بنا کر کسی شخص سے فروخت کر دیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں اگر نکاح کرے صحیح ہے یا نہ۔؟ بصورتِ جواز مہر اور متقین ہو یا سابقہ دوام جو کہ وارثوں کے پاس بھی مکتفی ہو سکتا ہے زوجین حر ہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند اللہ الجلیل۔ (۳) ایجاب نابالغہ لڑکی کا ولی کرتا ہے مگر قبول نابالغ لڑکا خود ہی کرتا ہے تو شرعاً یہ نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں بصورتِ عدم جواز دوبارہ نکاح کی کیا صورت ہوگی۔؟ **الجواب** - قال فی الدر المختار اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترد لانہ رشوۃ (شامی ص۳۴۶) عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ لڑکی والوں نے جو یہ روپیہ علاوہ مہر کے لیا ہے یہ رشوت ہے اُن کو اس کا لینا جائز نہیں اور خاوند کو حق ہے کہ اُن سے واپس لے لے (۲) یہ فروخت کرنا کسی طرح معتبر نہیں ظلم محض ہے اور جو روپیہ اس کے عوض میں لیا گیا ہے وہ غصب ہے اب اس عورت سے نکاح کرنا اُسکی رضا سے ہو سکتی ہے بشرطیکہ اسکی کفو ہو۔ اور نکاح کے لئے مستقل باقاعدہ مہر مقرر ہوگا جو روپیہ لبطور غصب بیچنے والوں نے وصول کر لیا ہے وہ مہر کا قائم مقام نہ بن سکیگا اور نہ عورت کو نکاح پر مجبور کیا جا سکتا ہے وہکذا کلہ ظاہر۔ (۳) قال فی العالمگیریۃ اذا زوجت الصغیرۃ نفسہا فاجازہ الاخ الولی جاز ولہا الخیار اذا بلغت کذا فی محیط السرخسی (عالمگیری باب الاولیاء ص۲۶۵ ج۲) ومثلہ فی البحر وغیرہ وقال محمد فی الدر المختار ونکاح عبد امۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ قال الشامی والصبی کالعبد (شامی ص۳۳۵ ج۲) وینعقد نکاح الصبی الممیز بنفسہ موقوفاً علی اجازۃ الولی (بدائع ص۲۳۳ جزو ۲ فی فصل شرائط جواز النکاح) عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نابالغ اگر اپنا نکاح خود کرے خواہ ایجاب اس طرف سے ہو یا قبول تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر ولی نے اجازت دیدی تو نکاح نافذ و صحیح ہو گیا ورنہ باطل رہا باطل ہونے کی صورت میں از سرِ نو دو گواہوں کے سامنے ان دونوں نابالغہ اور نابالغ کے اولیاء دوبارہ نکاح کریں۔ فقط

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ

زوجہ کو یہ کہنا کہ میرا نکاح نہیں ہوا اس سے طلاق نہیں پڑتی۔

سوال ۸۷۸ - زینب اور اُسکی والدہ اقرار کرتی ہیں کہ زینب کا نکاح محمد شفیع سے ہوا ہے اور محمد شفیع روبرو گواہان کے اسٹامپ لکھدیتا ہے کہ نہ اُس نے نکاح زینب سے کیا ہے نہ زینب سے کوئی تعلق ہے تو زینب کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہ؟

الجواب - اگر بذریعہ گواہانِ شرعی محمد شفیع سے نکاح کا ثبوت ہو جائے تو محمد شفیع کے اس انکار سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ زینب بدستور اس کے نکاح میں رہے گی اور جب تک محمد شفیع طلاق نہ دے اور عدت نہ گذرے دوسری جگہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ البتہ اگر شہادت شرعیہ نکاح ہی ثابت نہ ہو تو پھر زینب کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ وان قال لم اتزوجک ونوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع۔ عالمگیری مصری ص ج

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بجہ پر سات طلاقیں کہنے سے زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئیں

سوال ۔ ۴۷۹ - ایک شخص کی زوجہ گھر میں لڑائی جھگڑا کر رہی تھی اُس شخص کے باپ نے کہا کہ اگر تم میرے لڑکے ہوتے تو اپنی زوجہ کو گھر سے نکال دیتے۔ اس کے جواب میں وہ کہتا کہ بجہ پر سات طلاقیں۔ نہ عورت کا نام لیا نہ اُس کے باپ دادا کا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اس پر ایک مجیب نے بوجہ نہ ہونے اضافت کے اور حالتِ غضب کے عدم وقوعِ طلاق کا جواب لکھا تھا۔ احقر کا جواب حسب ذیل ہے۔

الجواب - اقول وباللہ التوفیق۔ صورتِ سوال اور قرائن سے صاف ظاہر ہے کہ شوہر نے بحالتِ غضب اپنی بیوی کو طلاق دی ہے کیونکہ گھر میں عورت یعنی طلاق دینے والے کی زوجہ لڑائی جھگڑا کر رہی تھی اس پر عورت کے خسر نے اپنے لڑکے کو کہا کہ اگر تم میرے لڑکے ہوتے تو اپنی عورت کو گھر سے نکال دیتے۔ اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے سات طلاقیں۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو سات طلاقیں دی ہیں۔ اگرچہ اضافتِ صریحہ یہاں نہیں ہے۔ اور نہ عورت سامنے موجود ہے۔ وقوعِ طلاق کے لئے ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ شامی میں بحر سے منقول ہے۔ لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلثاً وقال لم اعن امرأتی یصدق اھ ویفہم منہ انہ لو لم یقل ذلک تطلق امرأتہ لان العادة ان من لہ امرأة انما یحلف بطلاقہا لا بطلاق غیرھا فقولہ انی حلفت بالطلاق ینصرف الیہا ما لم یرد غیرھا الخ وفی الدر المختار ومن الالفاظ المستعملة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیة للعرف الخ۔

اور جو شخص طلاق دیتا ہے وہ غصہ ہی میں دیتا ہے۔ خوشی اور رضامندی کی حالت میں نوبت طلاق کی نہیں آتی پس حالتِ غضب میں عند الحنفیہ بلا تامل طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ شامی میں ہے۔ ویقع طلاق من غضب خلافاً لابن القیم الخ۔ پس جواب مجیب کا صحیح نہیں ہے۔ اور شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئی اب بدون حلالہ کے وہ دوبارہ مطلقہ عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ الآیة

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد شفیع غفرلہ۔

مسجد کی دیواروں پر آیات و اشعار لکھنا۔

سوال ۴۸۰ - مسجد کے اندرونی حصہ میں سامنے قبلہ کی دیوار پر قرآن شریف کی ایسی آیتیں جس سے اہمیت اور فضیلت نماز کی ظاہر ہوتی ہو۔ نیز بسم اللہ وغیرہ لکھنا جائز ہے یا نہیں اگر لکھدی

ہوں تو کیا کیا جائے۔ اور تاریخی اشعار کا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ دیوارِ قبلہ پر اور برابر کی دیواروں پر آیاتِ قرآنی وغیرہ لکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے مصلی کا خیال منتشر ہوتا ہے اور خشوع وخضوع میں فرق آتا ہے۔ اور نیز اس سے بے ادبی کا بھی خیال ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دیوارِ مسجد گر جاوے اور آیاتِ قرآنی پامال اور بے حرمت ہوں۔ اس لئے جو آیات لکھی گئی ہیں بہتر یہ ہے کہ ان کو چھلوا دیا جاوے۔ اور اشعار وغیرہ کو لکھنا بھی نہیں چاہئے اُس کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع عفرلہٗ۔

شکار کھیلنا اور اُس کا پیشہ بنانا کیسا ہے؟

سوال ۴۸۱ قرآن شریف اور احادیث سے شکار کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲) یہ کہنا کہ صرف تین دن فاقہ کے بعد شکار جائز ہے گناہ صغیرہ ہے یا نہیں؟

(۳) حلال جانوروں کا شکار کرکے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ شکار کھیلنا مباح ہے بشرطیکہ مقصود اُس سے لہو ولعب نہ ہو در مختار میں ہے ھو مباح الخ الا للمحرم فی غیر الحرام او للتلہی کما ھو ظاھر الخ (۲) یہ قول غلط ہے اور قائل گناہگار ہے (۳) جائز ہے کما قال فی الدر المختار فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذھب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرقہ آغاخانیہ کا حکم کہ وہ مسلمان ہے یا کافر

سوال ۴۸۲ شخصے از فرقہ اسمٰعیلیہ آغاخانیہ با زنے سنی حنفی مذہب نکاح نمودہ ازاں سہ فرزند متولد شدہ است۔ الحال زوجۂ مذکورہ شنیدہ کہ نکاح مرد مذکور با من صحیح نہ شدہ است لہٰذا از قبول کردن مرد آغاخانی انکار ورزیدہ او را نیز خود نخواہد گذاشت۔ آیا باعتبار شرع نکاحِ مرد مذکور با زنِ مذکورہ صحیح شدہ است یا نہ۔؟ نیز اولادِ ثلثہ حوالہ مادر کردہ شود یا نہ۔؟

الجواب۔ صحیح اور مکمل جواب تو فرقہ آغاخانیہ کے مخصوص عقائد معلوم ہونے پر ہو سکتا ہے اجمالاً یہ ہے کہ اگر یہ فرقہ ضروریاتِ دین اور اسلام کے مسائل قطعیہ کا منکر ہے تو یہ بالاتفاق کافر ہے۔ مثلاً حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا قائل ہو۔ یا قرآن کے بارہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی غلطی کرنے کا قائل ہو۔ یا صدیق اکبر کے صحابی ہونے کا منکر ہو وامثال ذالک۔ تو یہ شخص بلاشبہ کافر ہے اور مسلمان عورت کا نکاح کافر سے منعقد نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ نکاح باطل ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ اپنی والدہ کے حوالے کر دی جائے گی۔ اور زوجین میں تفریق کر دینا ضروری ہے۔ اور اگر اس فرقہ کے عقائد میں کوئی چیز قطعیاتِ اسلامیہ کے خلاف نہیں تو نکاح درست وصحیح ہو گیا۔ اب بجز طلاق کے کوئی مخلص نہیں۔ کما فی الشامی نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا او انکر صحبۃ الصدیق رضی اللہ عنہ او اعتقد الالوھیۃ فی علیؓ او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح الخ شامی باب المرتدین ص ۳۷۰ ج ۳

(نوٹ) بعد میں آغاخانیہ کے عقائد اُن کی کتابوں سے بعض لوگوں نے نقل کر بھیجے جس میں ایسے صریح عقائد کفریہ بھی

ہوئے ہیں کہ کسی تاویل کی گنجائش نہیں اس لئے یہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے ان کے متعلق اپنے رسالہ القول الحقانی فی الحزب الآغاخانی میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔ یہ رسالہ احقر کے رسالہ وصول الافکار الی اصول الاکفار کا ضمیمہ ہو کر شائع ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ محمد شفیع غفرلہ ۱۳ ربیع الثانی

سلام کا مسنون طریقہ، ہاتھ کے اشارہ کا حکم رواج عام کی کوئی پابندی نہیں

سوال ۱۳۴ سلام کا مسنون کا طریقہ کیا ہے۔ (۲) السلام علیکم کہتے ہوئے ہاتھ کا پیشانی یا سینہ تک اٹھانا سنت ہے یا نہیں۔ عوام بوقتِ سلام ہاتھ اٹھانے کو سنّت وتہذیب کہتے ہیں۔ یہ قول درست ہے یا نہیں۔ (۳) ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین گرامی تخلقوا باخلاق الناس اتقوا مواضع التھم ما رأہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن سے یہ بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ عوام کی موافقت کے لئے ہم بھی سلام کے وقت باہم تواضع وتعظیم کے لئے ضرور جھکیں اور ہاتھ اُٹھا دیں۔ یہ اقوال صحیح ہیں یا نہیں اور ہمیں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے یا نہیں۔ (۴) ہر وہ امر جو خیر القرون میں عام طور پر معمول بہ نہ ہو لیکن بعد میں مثل زمانہ حاضرہ موجودہ کے عوام یا اکثر اہلِ اسلام میں معمول ومروّج ہو، اس کی پابندی عمل کو عوام ضروری خیال کرتے ہوں تو ہم ایسے عمل نوپیدا پر عوام کی موافقت کے لئے پابندی وعمل کریں یا بلحاظ خیر القرون احتراز کریں۔

الجواب۔ سلام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ زبان پر سے السّلام علیکم کہے ہاتھ سے اشارہ نہ کرے اور جواب دینے والا وعلیکم السّلام کہے۔ یہی طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے معتبر طریق سے منقول ہے۔ (۲) ہاتھ سینہ یا پیشانی تک بوقتِ سلام اٹھانا بلا ضرورت خلاف سنّت ہے۔ البتہ اگر ضرورت ہو مثلاً جس کو سلام کیا جائے وہ دور ہو یا بہرہ ہو۔ اس وقت ہاتھ سے اشارہ کر کے زبان سے لفظ سلام کہہ دینے میں بھی مضائقہ نہیں لیکن صرف اشارہ ہاتھ سے کر دینا اس وقت بھی سنّتِ سلام ادا کرنے کیلئے ناکافی نہیں (۳) ان ارشاداتِ عالیہ میں تخلقوا باخلاق الناس تو کوئی حدیث ہی نہیں۔ اس سے حجّت پیش کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اتقوا مواضع التھم حدیث بیشک ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جو کچھ اچھا یا بُرا کام لوگ کرنے لگیں وہی سنّت ہو جائے اور اسی پر عمل کرنا صحیح ہو جائے۔ البتہ ما رأہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن سے کسی کو شبہ ہو جائے تو بعید نہیں۔ لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اوّل تو یہ حدیث مرفوع نہیں ایک صحابی کا قول ہے دوسرے اس حدیث میں عام مسلمان مراد نہیں۔ بلکہ خاص قرنِ صحابہ وتابعین کے مسلمان مراد ہیں کہ وہ جس چیز کو پسند کریں وہ اللہ نزدیک بھی پسندیدہ ہونے کی علامت ہے۔ ہر زمانہ میں مسلمانوں کا اور بالخصوص ہمارے دور کے مسلمانوں کا یہ حکم نہیں اور نہ حدیث میں وہ مراد ہیں۔ ورنہ آجکل تو جس قدر بُری باتیں اور معاصی اور بدعات ہیں عام طور پر مسلمان اُنہیں کو پسند کرنے لگے ہیں اگر اس قاعدہ کو عام کیا جائے تو سارے معاصی حسنات ہو جائیں گے۔

الغرض لوگوں میں کسی کام کے اندر خلافِ سنت رواج پڑ جانے سے وہ کام جائز نہیں ہوجاتا اس لئے سلام کا طریقہ مسنونہ ہرگز نہ چھوڑا جائے (یہ) ع۳ میں اس کا جواب آچکا کہ رواج عام کی وجہ سے طریقۂ سنت کو چھوڑنا جائز نہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انی ترکت فیکم امرین ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللّٰہ وسنتی ولقولہ علیہ السلام علیکم سنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین مشکوٰۃ فقط واللہ اعلم۔

طلاق کی ایک خاص صورت

سوال ۸۴ کسی نے غصہ کی حالت میں اپنی بی بی کو اس طرح طلاق دی۔ ایک طلاق دو طلاق بائن طلاق دیا۔ اس صورت میں کتنی طلاق واقع ہوگی۔ اور یہ جو اس نے کہا بائن طلاق یہ پہلی دو طلاقوں کی صفت بن سکتا ہے یا کہ تین ہی طلاق واقع ہوں گی ؟

الجواب۔ صورتِ مذکورہ میں اگر طلاق دینے والا یہ کہے کہ تیسرے لفظ (بائن طلاق) سے میری نیت جداگانہ تیسری طلاق دینے کی نہیں تھی۔ بلکہ پہلی طلاق کی صفت بیان کرتا تھا۔ تو دیانۃً اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے لیکن اگر معاملہ حکومت یا پنچائت میں پہنچا تو حاکم اور سرپنچ کو اس کی تصدیق کرنے کا حق نہیں بلکہ حاکم و سرپنچ اس کو تین طلاق قرار دیکر حرمت مغلظہ کا حکم کریں گے۔ لما فی العالمگیر یہ رجل قال لامرأتہ انت طالق انت طالق فقال عنیت بالاولی الطلاق وبالثانیۃ والثالثۃ افہامہا صدق دیانۃً وفی القضاء طلقت ثلثاً کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ انتہی عالمگیری ص۳۲۲ ج۱ ب ۲۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

حکایت کے صادق ہونے کے لئے نفس خبر میں محکی عنہ ... کی مطابقت کافی ہے۔ فنون بلاغت کی رعایت کافی نہیں

سوال ۸۵۔ ظاہر ہے کہ قول حکایت کے صدق میں محکی عنہ کی مطابقت ضروری ہے لیکن شبہ یہ ہے کہ اسی مطابقت میں اتحاد فی المضمون کی مانند وجود اور عدم فصاحت، بلاغت، فنون بدیعہ بھی معتبر ہیں یا زبان اور لغت کی مثل غیر معتبر۔ مثلاً زید نے عمرو کو جو بکر کے قیام کا سخت منکر ہے مخاطب بناکر کہا واللہ ان بکراً القائم۔ اب ناقل نے زید کے قول کی حکایت اس طرح کی۔ قال زید لعمرو قام بکر۔ یا زید نے عمرو سے جو بکر کے قیام سے خالی الذہن ہے مخاطب ہوکر کہا واللہ ان بکراً القائم اور ناقل نے مذکور قول کو اس طرح نقل کیا قال زید لعمرو قام بکر۔ کیا حکایتیں اپنے محکی عنہ کے ساتھ مطابق اور صادق ہیں یا نہیں ؟

الجواب۔ صدق خبر کے لئے نفس واقعہ میں محکی عنہ کی مطابقت کافی ہے۔ فنون بدیعیہ اور بلاغیہ کا تحفظ ضروری نہیں۔ اسی وجہ سے باتفاقِ فقہاء اور محدثین روایت بالمعنی جائز ہے حالانکہ تمام وجوہ بلاغت کا تحفظ روایت باللفظ میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔ البتہ اگر کہیں رعایت بلاغت نہ کرنے سے متکلم کی مراد بالکل بدل جائے تو وہ صدق خبر کے لئے مانع ہوگا پس اگر ایسا قصداً کیا جائے تو قائل گنہگار ہوگا اور اگر نادانستہ ہوگیا تو گنہگار نہ ہوگا۔ کما ہو مدلل القواعد فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد شفیع غفرلہٗ۔

حقہ اور نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے کی وجہ اور مضمضہ و استنشاق میں فرق

سوال ۴۸۶ - ظاہر ہے کہ اکل و شرب مفطرات میں سے ہیں۔ حقہ اور نسوار اگر مفطر ہیں تو اکل و شرب کی حیثیت سے ہیں۔ اب شبہ یہ ہے کہ مضمضہ و استنشاق کے جواز سے معلوم ہوتا ہے کہ اکل و شرب بغیر از ابتلاع و وصول الی الجوف ناتمام ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقہ اور نسوار بغیر مبالغہ کے مضمضہ اور استنشاق کا حکم رکھتے ہیں۔ سعوط اور قطور کا بغیر وصول الی الجوف والدماغ غیر مفطر ہونا اسکا مؤید اور شاہد ہے۔ غرضیکہ اکل و شرب میری عقل ناقص بموجب دو فعلوں کا مجموعہ ہے۔ وصول الی الفم والابتلاع افطار کا مدار اخیر پر ہے۔ شرب الدخان کا محاورہ مجاز پر مبنی ہے۔ جیسے ہندی میں ہوا کھانا۔؟

الجواب۔ یہ صحیح ہے کہ کسی چیز کا محض منہ کے اندر پہنچ جانا مفطر نہیں۔ کیونکہ دوسرا جزو یعنی ابتلاع کا فساد صوم کے لئے موقوف علیہ ہونا۔ قابل غور ہے۔ کیونکہ بتصریح فقہاء مدار فسادِ صوم کا یہ ہے کہ کوئی مفطر چیز جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جائے خواہ ابتلاع کے ساتھ یا بغیر ابتلاع۔ اسی وجہ سے اودیہ میں سعوط الاطباء وجود کو نیز حقہ کو باجماع مُفسدِ صوم مانا گیا ہے۔ حالانکہ ابتلاع متحقق نہیں۔ اور جب مدار یہ ہوا کہ مفطر کا وصول جوف دماغ یا معدہ میں ہوجائے تو بلاشبہ حقہ اور نسوار وغیرہ ناقضِ صوم ہوجائیں گے۔ کیونکہ دماغ میں ان کا پہنچ جانا یقینی ہے۔ ہاں اگر حقہ کا دَم نہ بھرا جائے بلکہ ویسے ہی خفیف سا دھواں مُنھ میں آجائے جو دماغ تک نہ پہنچے یا نسوار کو ناک کی نتھ میں رکھکر ایسی طرح نکالیا جائے کہ دماغ میں نہ پہنچے تو بیشک وہ مفسدِ صوم نہیں۔ لیکن عرف و عادت کے اعتبار سے ایسا ہونا بہت بعید بلکہ عادۃً متعذر کہا جائے تو صحیح ہے اس لئے حقہ پینے اور نسوار سونگھنے کو مفسدِ صوم ہی کہا جائے گا۔ والدلیل علی ماقلنا ان المدار علی الوصول الی الجوف ما صرح بہ الفقہاء قاطبۃً واللفظ لخلاصۃ الفتاویٰ وما وصل الی جوف الرأس او البطن من الاذن والانف والدبر فہو مفطر بالاجماع وفیہ القضاء وہی مسائل الافطار فی الاذن السعوط والوجور والحقنۃ۔ انتہی (خلاصہ) نیز عالمگیری میں ہے۔ وہی الجائفۃ والآمۃ اکثر المشائخ علی ان العبرۃ للوصول الی الجوف او الدماغ۔ عالمگیری ہندی ص ۲۰۳ جزا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ

تھیٹر سینما دیکھنا جائز نہیں

سوال ۴۸۷ - مسلمانوں کو تھیٹر بائیسکوپ میں جانا، تماشا دیکھنا اس میں کام کرنا یعنی گانا بجانا ناچنا، عورت، شکل لباس کا تبدیل کرنا اختلاط بالنساء عورتوں کا لباس پہننا وغیرہ۔ اور لوگوں کو اس میں شریک ہونے، ملازمت کرنے کی ترغیب دینا شرعاً کیسا ہے اور ترغیب دینے والے کے لئے کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ سخت گناہ اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے اور جو شخص لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلاتا ہے وہ اعلیٰ درجہ کا فاسق ہے اور شیطان کا کام کرتا ہے جتنے لوگ اس کی تحریک سے اس گناہ میں مبتلا ہوں گے اُن سب کا گناہ اس کو بھی ہوگا اور اُن کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ آئے گی۔ تھیٹر اور بائیسکوپ کے تماشے بہت سے گناہوں پر مشتمل ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) قطع نظر تمام دوسرے محرمات سے خود یہ لہو و لعب ناجائز

كما في الدر المختار وكره كل لهو لقوله عليه السلام كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة ملاعبة أهله وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه. قال الشامي أي كل لهو عبث فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام شامی ص ٢٧٥ ج ٥ كتاب الحظر والإباحة۔

(٢) گانا بجانا مستقل ایک گناہ ہے لقولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ۔ والأحاديث في هذا الباب كثيرة سردها في الروح المعاني تحت هذه الآية (٣) ناچنا بھی مستقل گناہ ہے اور اس کا دیکھنا بھی جیسا کہ عبارتِ شامی مندرجہ ۱ سے معلوم ہوا۔

(٤) صورت وشکل بدل کر تلبیس کرنا بھی گناہ ہے۔ بالخصوص مرد کو عورت کی شکل یا عورت کو مرد کی شکل بنانا سخت گناہ ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ ارشاد۔ لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء ومن النساء بالرجال۔ (٥) اختلاط بالنساء ایک مستقل گناہ ہے اور بہت سے گناہوں کا مقدمہ ہے۔ لقوله عليه السلام إذا خرجت المرأة استشرفها الشيطان۔ (٦) اکثر ان تماشوں میں تصاویر سے کام لیا جاتا ہے جن کا بنانا اور استعمال کرنا اور دیکھنا سب گناہ ہیں، والأحاديث في هذا متواترة المعنى أكثرها مذكورة في الصحاح وقد جمعتها في جزء مستقل سميتها التصوير لأحكام التصوير من رام التفصيل فليراجعه (٧) تصاویر بھی بعض اوقات شرمناک اور حیا سوز ہوتی ہیں جن کے اثرات اخلاق کے لئے نہایت مخرب ہوتے ہیں (٨) بعض تماشوں میں خود عورتیں گاتی بجاتی ہیں اور رقص کرتی ہیں۔ وہ علاوہ گانے وغیرہ کے خود بھی ان کی طرف نظر کرنا اور اُن کا تماشہ دیکھنا ناجائز ہے۔

(٩) بعض فلم ان تماشوں کے کچھ واقعات کی نقل اُتارتے ہیں جن میں بعض اوقات خلافِ واقعہ چیزیں بعض لوگوں کی طرف منسوب کرکے دکھائی جاتی ہیں جو افترا اور بہتان ہوتا ہے کیونکہ جس طرح زبان سے افتراء ہوسکتا ہے اسی طرح نقل اتارنا بھی اُن کی طرف نسبت کرنا ہے اور بہتان ہے (١٠) بعض فلم میں ایسے واقعات دکھائے جاتے ہیں جن میں اصحاب واقعہ کی دل آزاری اور توہین ہوتی ہے۔ جو صریح غیبت ہے جس کی حرمت قرآن میں منصوص ہے۔ اور نقل اُتارنے کا غیبت ہونا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہے۔ قالت عائشة رضي الله عنها دخلت علينا امرأة فأومأت بيدي أي قصيرة فقال عليه الصلوة والسلام اغتبتها وقال في الدر المختار بعد نقل هذه الرواية ومن ذلك المحاكاة كأن يمشي متعارجا وكما يمشي فهو غيبة بل أقبح لأنه أعظم في التصوير والتفهيم۔ اگر پورا تتبع کیا جائے تو اسی قسم کے اور بہت

سے گناہ ان تماشوں میں نکلیں گے۔ مسلمان کے لئے اتنے گناہوں کا ہونا ہی بچنے کے لئے کافی ہے اور جس کو خدا تعالیٰ کا خوف نہ ہو اُس کے لئے کوئی چیز مانع نہیں۔ فقط

واللہ تعالیٰ التوفیق وہو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

ادائے نذر کے متعلق چند مسائل

سوال ۴۸۸ - سوال ہے جواب متعلق نذر اور تکفیر وغیرہ برائے تصدیق آیا تھا مفتی صاحب نے اُس پر تحریر ذیل لکھی ہے:-

جواب میں دو باتیں قابلِ اصلاح ہیں باقی سب صحیح ہیں۔ اول یہ کہ حدیث کا انکار جن لفظوں سے کیا گیا ہے اُن میں کفر سے بچانے والی تاویل ہو سکتی ہے اس لئے فتویٰ کفر کا نہ دیا جائے گا۔ البتہ شدید گناہ اور خطرۂ کفر ہونے میں شبہ نہیں وذلك لما فی البحر من احکام المرتدین وفی الخلاصة اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب الکفر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر الخ ثم قال فی البحر فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر بها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیٔ منها الخ بحر الرائق ص ۱۲۵ ج ۵ دوسری بات یہ ہے کہ نذر مطلق میں وفا نذر کو علی الفور واجب لکھا گیا ہے اگر علی الفور سے مراد یہ ہے کہ کوئی وقت اس کے لئے معین نہیں تو صحیح ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ بلاتاخیر اُس کا ادا کرنا واجب ہے تو یہ صحیح نہیں:-

لما فی التوضیح المراد بالمطلق غیر الوقت کالکفارات والنذور المطلقة والزکوٰة اما المطلق فعلی التراخی لانه ای الامر جاء للفور وللتراخی فلا یثبت الفور الا بالقرینة وحیث عدمت یثبت التراخی توضیح تلویح مصری ص ۱۹۸ ج ۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

وتر میں بجائے دعاء قنوت کے کوئی اور دعا پڑھنے کا حکم

سوال ۴۸۹ - وتر میں بجائے دعا قنوت کے اور کوئی دعا یا سورۃ پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہ۔؟

الجواب۔ جو دعا کلام ناس کے مشابہ نہ ہو اُس کے پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ قال الشامی ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنةً الاٰیة۔ وقال ابو اللیث یقول اللهم اغفر لی یکررها ثلاثاً وقیل یقول یا رب ثلاثاً ذکرہ فی الذخیرة اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد شفیع غفرلہٗ۔

نکاح سے پہلے بلا اضافت الی النکاح تعلیق طلاق لغو ہے

سوال ۴۹۰۔ زید نے قبل از نکاح مسماۃ زینب کے والدہ کو یہ تحریر لکھدی کہ زینب پر دوسری شادی کروں تو زینب مجھ پر طلاق ہے۔ ایک سال بعد اس تحریر کے زینب کا نکاح زید سے ہوا اب اگر زید دوسری شادی کرے تو زینب مطلقہ ہوگی یا نہ۔؟

الجواب۔ اس صورت میں جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے جو تعلیق زید نے کی ہے وہ لغو

ہے کیونکہ بوقت تعلیق زید مسماۃ زینب نہ اُس کے نکاح میں تھی اور نہ زید نے اضافۃ الی النکاح کی لہذا یہ تعلیق لغو ہے اگر زید نے بعد زینب کے دوسرا نکاح کیا طلاق زینب پر واقع نہ ہوگی کما فی درالمختار ملنا قوله لاجنبیة ان نکحت زیداً فانت طالق فنکحها فزارت وکذا کل امرأة اجتمع معها فی فراش فهی طالق فتزوجها لم تطلق - اگر زید نے نکاح ثانی کیا تو زینب پر طلاق واقع نہیں ہوگی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ محمد شفیع غفرلہ -

تعزیہ داری کو روکنے کیلئے چار یاری وغیرہ کا جلوس نکالنا درست نہیں

سوال ۱۹۱۴ - یہاں پہلے سے چار یاری جھنڈا اُٹھایا جاتا ہے - زید اسکو روکنے کی کوشش کر رہا ہے اور مروجہ طریقہ کو ناجائز بتلاتا ہے - عمر نے زید کو کہا کہ اس کے بند کر دینے سے اہل تشیع خوشیاں منائیں گے یہ دینی رسم ہے اس کو نہ روکو - زید نے جواب یا کہ شیعوں کو رنجیدہ کرنے کے لئے ناجائز کام نہیں کیا جا سکتا ہے - ؟

(۱) کیا زید کا قول صحیح ہے - ؟ (۲) از روئے شرع چار یاری جھنڈا اُٹھانا جائز ہے یا نہیں - ؟
(۳) یہ جھنڈا اٹھانا موجب خیر و برکت ہے یا نہیں - ؟ (۴) رسم و رواج کو شریعت سے تعلق ہے یا نہیں - ؟
(۵) دین کے کسی فعل کو رسم و رواج کہا جا سکتا ہے یا نہیں - ؟

الجواب - زید کا قول صحیح اور حق ہے لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق - (۲) یہ شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے اور مرتکب اس کے سخت گنہگار اور فاسق ہیں اس کو ترک کرنا لازم ہے حدیث میں ہے - کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار - (۳) موجب خسران اور وبال ہے - قال اللہ تعالیٰ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ - (۴) شریعت مطہرہ کے مقابلہ میں رسم و رواج کی کچھ حقیقت نہیں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (۵) دینی کام کو حکم شریعت کہنا چاہئے - رسم و رواج سے اس کو تعبیر کرنا مناسب نہیں ہے - فقط مسعود احمد -

جوابات صحیح ہیں - اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک گناہ کو مٹانے کیلئے دوسرا مستقل گناہ کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے شیعوں کی رسم مٹانے کے لئے ایک نئی بدعت اسلام میں جاری کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا - دوسری جائز تدبیریں کیجائیں کہ مسلمان اس میں شریک ہونے سے بچیں - مثلاً وعظ و تبلیغ کے ذریعہ یا پنچائت کے ذریعہ لوگوں کو اس سے روکا جائے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - محمد شفیع غفرلہ -

طلاق بغیر صریح اضافت الی المرأۃ کا حکم !

سوال ۹۲۱۴ - اظہر اللہ نے کسی بات پر غصہ ہو کر اپنی بیوی کو مار پیٹ کیا اس کے چچیرے بھائی وحاجی اللہ نے جو وہاں موجود تھا یہ کہا کہ جب تو ہمارے سامنے ایسا کر بیٹھا تو میں بھی دیکھوں گا - اظہر اللہ نے کہا کہ اگر تو دیکھے گا تو کہے دیتا ہوں ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق انیس محمد کی بیٹی لطیفہ

بانو۔ اظہر اللہ نے یہ بھی کہا کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی۔ تو اظہر اللہ کی بی بی پر طلاق ہوگئی یا نہیں۔؟ بینوا توجروا۔
اس پر ایک مولوی نے حکم عدم وقوع طلاق کا (بوجہ نہ پائے جانے اضافت صریحہ کے) دیا۔ اس پر مسعود احمد نے حسب ذیل جواب لکھا ہے:۔

الجواب۔ وقوع طلاق کیلئے اضافت صریحہ کا ہونا لازمی نہیں ہے اور اس مسئلہ میں اگر اظہر اللہ کی زوجہ کا نام لطیفہ بانو ہے اور وہ انیس محمد کی بیٹی بھی ہے تو اضافت صریحہ بھی موجود ہے اور تین طلاق اظہر اللہ کی زوجہ پر واقع ہوگئی کیونکہ جب اظہر اللہ نے اپنی زوجہ کا نام مع ولدیت لے کر تین طلاق دی تو اضافت صریحہ پائی گئی اور طلاق واقع ہوگئی۔ اب شوہر کا یہ کہنا کہ میری نیت طلاق دینے کی تھی۔ غلط اور غیر مسموع ہے۔ کیونکہ صریح الفاظ طلاق میں کچھ اعتبار نیت وعدم نیت کا نہیں ہوتا۔ بناءً علیہ جواب مجیب کا صحیح نہیں۔ فقط مسعود احمد۔

یہ جواب صحیح ہے صورتِ مسئولہ میں بلاشبہ تین طلاقیں واقع ہوگئی۔ فقط محمد شفیع غفرلہٗ۔

زوجہ کو یہ کہنا کہ تجھکو رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں طلاق نہیں ہے

سوال ۹۳۳ھ۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو یہ کہا کہ اگر میں اس عورت کو رکھوں تو اپنی ماں و ہمشیرہ کو رکھوں۔ اب وہ شخص اپنی زوجہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولوقال ان وطئتك وطئت امی فلا شئی علیه کذا فی غایة السروجی
معلوم ہوا کہ اس صورت میں اُس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ شوہر اُس کو رکھ سکتا ہے۔ اور کچھ کفارہ وغیرہ اُس پر لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ مسعود احمد۔

قومہ اور جلسہ سہواً چھوڑ دے تو مفتی بہ قول یہ ہے کہ سجدۂ سہو لازم ہے

سوال ۹۴ھ۔ اگر کسی نے بھول کر قومہ ترک کیا تو سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب۔ اگرچہ مشہور مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ سنت ہیں اور ان کے ترک سہواً سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا لیکن متاخرین نے ترجیح اسی کو دی ہے کہ واجب ہیں اور ترک سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے محقق ابن ہمام وغیرہ حضرات نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔
کما فی رد المحتار والحاصل ان الاصح روایة ودرایة وجوب تعدیل الارکان واما القومة والجلسة وتعدیلهما فالمشهور فی المذهب السنیة وروی وجوبهما وهو الموافق للادلة وعلیه الکمال ومن بعده من المتاخرین وقد علمت قول تلمیذہ انه الصواب وقال ابو یوسف بفرضیة الکل الخ شامی مصری ص ۳۱۲ ج ۱ فقط محمد شفیع غفرلہٗ۔

عورتوں کو مردوں کے مثل کپڑے پہننا حرام ہے

سوال ۹۵ھ۔ کیا پردہ نشین عورت پر مردوں جیسے کپڑے واسکٹ کوٹ وغیرہ پہننا جائز ہے یا حرام۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کھانے اور کپڑوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت مستحب ہے اگر کرے تو بہتر ہے ورنہ کوئی گناہ نہیں ہے۔؟

الجواب۔ عورتوں کو مردوں کے مثل کپڑے پہننا حرام ہے اور سائل کا یہ کہنا کہ کھانے پینے کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ جس کے ترک سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ کم علمی پر مبنی ہے صحیح بات یہ ہے کہ کھانے پینے کے معاملہ میں جس کھانے یا لباس یا وضع کی ممانعت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اُس کا استعمال ناجائز اور گناہِ عظیم ہے۔ ہاں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت نہیں فرمائی ان کا بیشک یہی حکم ہے کہ اُس کا اتباع مستحب ہے واجب نہیں مثلاً کدو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا تو اُس کو مرغوب رکھنا واجب نہیں مستحب ہے۔ واللہ اعلم اور چونکہ عورتوں کے لئے مردوں کی وضع بنانا اور پھر مرد بھی غیر مذہب والے اس کی صریح ممانعت حدیث صحیح میں وارد ہے۔ اس لئے بلاشبہ عورتوں کے لئے کوٹ وغیرہ کا استعمال ناجائز حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد شفیع غفرلہٗ۔

نماز جنازہ قبرستان میں پڑھانے کا حکم

سوال ۴۹۶۔ زید نے ایک مقبرہ عامہ سے ایک مخصوص قطعہ کو برائے اپنے اموات جدا کرلیا۔ حالت یہ ہے کہ اس قطعۂ مخصوصہ میں چند قبور موجود ہیں۔ بعض شمالاً بعض غرباً تو نماز جنازہ اس مخصوص قطعہ میں صحیح ہے یا نہیں۔ اور قبر اور مصلی کے درمیان کوئی حائل بھی نہیں۔ پھر میت کی چارپائی مصلی اور قبر کے درمیان سترہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اور اس حدیث صحیحہ کو جو کہ صحاح ستہ نے بطور نہی عن الصلوٰۃ فی المقبرہ نقل فرمایا ہے۔ عام ہے یا مخصوص اگر نماز جنازہ اس سے مستثنیٰ ہو تو مخصص کیا ہوگا۔

الجواب۔ مقبرہ میں نماز پڑھنا جبکہ قبور بجانب قبلہ اور مصلی کے سامنے ہوں مکروہ ہے۔ درمختار میں۔ وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ الخ وفی عقد الجید للعلامۃ نجم الدین الطرسوسی فی منظومۃ الفوائد فقال نہی الرسول احمد عن البشر ؂ عن الصلوٰۃ فی بقاع تعتبر ؂ معاطن الجمال ثم مقبرۃ ؂ مزبلۃ طریق ثم مجزرۃ ؂ وفوق بیت اللہ والحمام ؂ والحمد للہ علی التمام فقط۔ کتبہ مسعود احمد۔

جواب صحیح ہے اور حدیث نہی عن الصلوٰۃ فی المقبرہ عام ہے۔ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف کی دلیل تعامل سلف ہے کہ نماز جنازہ قرونِ اولیٰ سے لیکر عہد ائمہ تک اور زمانہ مابعد میں بھی مقابر میں پڑھنے کا دستور نہ تھا اور روایاتِ فقہیہ بھی اس بارہ میں صریح ہیں کہ مقبرہ میں نماز مطلقاً ممنوع ہے البتہ ایسی صورت میں کہ مقبرہ کی کسی جانب میں جگہ مقابر سے خالی ہو۔ اور قبریں سامنے قبلہ کے نہ ہوں یا اتنی دور ہوں کہ نمازی کی نظر بحالتِ خشوع اُن پر نہ پڑے یا کوئی حائل مثل دیوار وغیرہ کے درمیان میں ہو تو پھر نماز مطلقاً خواہ جنازہ کی ہو یا فرض الوقت میں سے جائز ہے۔ لیکن جنازہ

کی چارپائی کا سُترہ کافی نہیں معلوم ہوتا۔ وذلک لما فی عالمگیریۃ وفی الحاوی وان کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لایکرہ فھٰھنا ایضا لایکرہ عالمگیری مصری فی مکروہات الصلوٰۃ ص۱۰۴ ج۱ وص۷ بالجوار من مسائل الحائط فکانہٗ فی الخلاء صحۃ
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

زوجہ کو یہ کہنا کہ تجھکو چھوڑ دیا

سوال ۴۹۷۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسماۃ بلاول جان کا بیان ہے کہ میرے شوہر جہاندار خاں نے تین طلاق دیدی ہیں۔ نقل گواہان ہمرشتہ سوال ہے۔ ایک گواہ محمد اکرم خاں تین طلاق دینا بیان کرتا ہے۔ اور دوسرا گواہ محمد سوار خاں بیان کرتا ہے کہ میرے دریافت کرنے پر کہ عام لوگ اس کا چرچا کرتے ہیں کہ بلاول جان کو تم نے طلاق دیدی یہ صحیح ہے یا غلط۔ جہاندار نے کہا یہ درست ہے۔ اور تیسرا گواہ بھگا خان بیان کرتا ہے کہ میرے دریافت کرنے پر جہاندار خاں نے کہا کہ میں نے چھوڑ دی ہے۔ اور جواب ۱۵۴۲ میں آپ نے طلاق رجعی کا حکم دیا ہے تو طلاق رجعی کیسے ہوسکتی ہے کیونکہ صرف محمد اکرم خاں تین طلاق بیان کرتا ہے۔ مسل ارسال ہے۔

الجواب۔ مسل مقدمہ مسماۃ بلاول جان وجہاندار خان دوبارہ بغرض تحقیق مزید وطلب دلیل موصول ہوئی اُس کو دوبارہ دیکھا گیا اور غور کیا گیا۔ صورت مسؤلہ کا وہی حکم ہے جو پہلے لکھا جاچکا ہے۔ یعنی مسماۃ بلاول جان پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی جو بعد عدت کے یعنی تین حیض آنے کے بعد بائنہ ہوجاوے گی۔ کیونکہ محمد اکرم خاں گواہ تین طلاق صریح دینا بیان کرتا ہے۔ اور محمد سوار خاں بیان کرتا ہے کہ اُس کے دریافت کرنے پر جہاندار خان نے طلاق دینے کی تصدیق کی۔ اور بھگا خان بیان کرتا ہے کہ میرے دریافت کرنے پر جہاندار خان نے کہا کہ میں نے چھوڑ دی ہے اور چھوڑ دی سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے کیونکہ یہ لفظ دراصل کنایہ ہے مگر غلبۂ استعمال سے صریح ہوگیا ہے قال الشامی فی باب الکنایات تحت لفظ الحرام فان سرحتک کنایۃ لکنہ فی عرف الفرس غلب استعمالہ فی الصریح فاذا قال رھاکردم ای سرحتک یقع بہ الرجعی مع ان اصلہ کنایۃ ایضا وما ذلک الا لانہ غلب فی عرف الفرس استعمالہ فی الطلاق الخ وصرح بہ مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ فی مجموعۃ الفتاویٰ جلد اوّل۔

پس جبکہ تین گواہوں کے بیان سے طلاق رجعی کا ثبوت ہوگیا تو وقوع طلاق رجعی میں کیا تردد ہے اور اکرم خاں چونکہ تین طلاق بیان کرنے میں تنہا ہے۔ اسی لئے حکم تین طلاق کا نہیں دیا گیا اور طلاق رجعی میں عدت کے اندر زبان سے رجعت کرلینا اور یہ کہدینا کافی ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو رجوع کرلیا۔
درمختار باب الرجعت میں ہے ھی استدامۃ الملک القائم الخ فادامت فی العدۃ الخ بنحو راجعتک الی

فقط. واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم. کتبہ مسعود احمد. الجواب صحیح بندہ محمد شفیع غفرلہ.

مسجد میں جگہ روکنے کیلئے اپنا کپڑا وغیرہ بچھانے کا حکم

سوال ۴۹۸ - اکثر مساجد میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ بے وضو لوگ اوّل صف میں اپنا رومال وغیرہ رکھ کر وضو کو باہر چلے جاتے ہیں. یا باتیں کرتے رہتے ہیں جماعت کے وقت آجاتے ہیں اور بعض محتاط لوگ صف اول کے شوق میں اپنے گھر سے وضو کرکے آتے ہیں. اور یہ رومال رکھنے والے ان سے معارض ہوجاتے ہیں آیا رومال رکھنے والوں کا حق ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب - جو شخص پہلے سے اگر مسجد میں نہ بیٹھا ہو وہ اپنا کپڑا کسی جگہ مسجد میں قبضہ کرنے کی غرض سے رکھدے یہ شرعاً جائز نہیں ہے اور اس سے اس کا حق بھی قائم نہیں ہوتا. خواہ وہ وضو کے لئے جاوے یا اور کسی غرض سے جاوے. قال فی الدر المختار فی مکروہات الصلوٰۃ قبیل باب الوتر والنوافل وتخصیص مکان لنفسہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ الخ قال الشامی فی شرح ھذہ الجملۃ ای لان المسجد لیس ملکاً لاحد بحر عن النھایۃ. پس جو شخص جگہ قبضانے کے لئے ایسا کرتے ہیں اُن کو اس سے منع کرنا چاہئے. فقط کتبہ مسعود احمد.

فسخ نکاح کی ایک صورت

سوال ۴۹۹ - نبی بخش کا نکاح مساۃ کرم بنت وسایا سے مساۃ مذکور کے بھائی نے کردیا ہے. جبکہ مساۃ کی عمر ۱۳-۱۴ سال تھی. اب مساۃ کی عمر ۱۷ سال چھ ماہ کی ہے. ایام بلوغ سے اس وقت تک خاموش رہی ہے. اب پانچ ماہ سے عورت نے دعویٰ کیا کہ میرا نکاح فسخ کردیا جاوے. اس صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب - قال فی الھدایۃ ثم خیار البکر یبطل بالسکوت ولا یبطل خیار الغلام مالم یقل رضیت الی قولہ وخیار البلوغ فی حق البکر لا یمتد الی اخر المجلس انتھیٰ ھدایہ ص ۲۹۷ ج ۲) وفی فتاوی قاضی خان واذا بلغت وھی بکر فسکتت ساعۃ بطل خیارھا قاضی خان ص ۱۶۶ ج ۱) ومثلہ فی عالمگیریۃ ص ۲۹۷ ج ۲) مصری. عبارت سے معلوم ہوا کہ کنواری لڑکی اگر بلوغ ہونیکے بعد ایک گھڑی بھی سکوت کرے تو اُس کا اختیار فسخ باطل ہوجاتا ہے. لہٰذا صورت مذکورہ میں بلاشبہ اختیار فسخ باطل ہوگیا. لیکن اگر یہ لڑکی ابتداءً نکاح سے خاوند کے پاس رہتی ہو اور اُسی کے گھر میں بالغ ہوئی ہو تو اُسکا اختیار محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا. جب تک رضا کی تصریح زبان سے یا عمل یعنی صحبت یا طلب نفقہ وغیرہ سے نہ کرے. کذا فی قاضیخان. سو اگر واقعہ زیر بحث میں دوسری صورت ہوئی ہو تو اس کو مفصل لکھکر دوبارہ مسئلہ دریافت کرلیں. فقط واللہ تعالیٰ اعلم. کتبہ محمد شفیع غفرلہ.

کفار کی دعوتوں کی شرکت کا حکم

سوال ۵۰۰ - زید شہر کے معززین میں سے ہے. معززین شہر فرداً

فرداً ایک مسلمان اعلیٰ افسر کی الوداع پر دعوتیں کرتے ہیں، جس میں ہندو مسلمان۔ سکھ تمام معززین ہی صرف شامل ہوتے ہیں، ہندو یا سکھ صاحبان کے یہاں دعوت ہو تو مسلمانوں کی خوراک کا علیحدہ انتظام ہوتا ہے ان کو کچی رسد ملجاتی ہے۔ جس میں حلال گوشت بھی ہوتا ہے۔ اور مسلمان کے یہاں دعوت ہو تو اُسے بھی کچی رسد ہندو سکھ صاحبان کو دینی پڑتی ہے۔ کیا مسلمان کو جائز ہے کہ وہ کچی رسد میں جھٹکہ کا گوشت دے۔ اور شامل ہونا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ ہندوؤں کی نیز دوسرے کفار کی دعوت قبول کرنا اس شرط سے جائز ہے کہ کھانے کے اندر کوئی حرام چیز شامل نہ ہو اور نہ مجلس طعام میں کوئی راگ باجہ وغیرہ نہ ہو۔ کذا فی الدر المختار و الشامی من الحظر و الاباحۃ۔ اور پھر بھی بہتر یہی ہے کہ شرکت سے احتراز کرے کفار و مشرکین کی ساتھ بیٹھکر کھانے کے متعلق فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ کبھی اتفاق سے کہیں گھر جاوے اور ضرورت سمجھے تو مضائقہ نہیں۔ مگر بلا ضرورت شریک ہونا یا عادت ڈال لینا ناجائز ہے لما فی العالمگیریۃ ان ابتلی بہ المسلم مرۃ او مرتین فلا باس بہ و اما الدوام علیہ فیکرہ کذا فی المحیط عالمگیری کتاب الکراھیۃ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

پرانی قبریں اگر برابر اور بے نشان کر کے فرش مسجد میں شامل کر لی جاویں تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں

سوال ۵۰۱۔ قصبہ کھاتولی میں اکبر خاں نے چھوٹی سی مسجد بنوائی بعد انتقال اُسی مسجد کے احاطہ میں جانب مشرق چار یا پانچ گز کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔ وقتاً فوقتاً فرش مسجد بڑھتا رہا۔ اب فرش زیادہ بڑھا یا گیا۔ لہذا وہ قبر فرش میں آگئی۔ قبر برابر اُس کے ارد گرد مٹی ڈال کر فرش ہموار کر لیا گیا جس سے قبر لاپتہ ہوگئی اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے۔ وہاں اب نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر نشان قبر باقی و قائم رکھا جائے تو اُس وقت نماز جائز ہوگی یا نہیں۔

الجواب۔ جبکہ قبر پرانی ہو جاوے کہ میّت بوجہ مرورِ زمانہ مٹی ہو جاوے تو ایسی پرانی قبر کو ہموار کر دینا اور اُس پر زراعت و تعمیر کرنا درست ہے بناءً علیہ قبر مذکور جبکہ پرانی ہوگئی تھی اور وہ فرش مسجد کے درمیان میں آگئی تھی تو یہ بہتر ہوا کہ اُس کا نشان باقی نہ رکھا گیا اور اُس کا ہو وہ بلند نہیں کیا گیا۔ اور اُس کو ہموار کر کے فرش کے برابر کر دیا گیا۔ اگر نشان باقی رکھا جاتا تو باعثِ کراہت ہوتا اب نماز اُس جگہ بلا کراہت جائز ہے۔ شامی میں ہے۔ وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناء علیہ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ مسعود احمد۔

اور اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے صرح بہ الشامی والبحر والخلاصۃ

وغیرہ فقط ان قبر اسمٰعیل علیہ السلام فی الحجر رواہ الحاکم فی الکنیٰ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کنز العمال فضائل اسمٰعیل علیہ السلام ص۲۳ ج سادس۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ مسنون نہیں

سوال ۵۰۲۔ ہر نماز کی ہر رکعت میں قبل شروع کرنے سورۂ فاتحہ اور بعد سورۂ فاتحہ قبل سورۃ کے بسم اللہ کا پڑھنا جیسا کہ فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۲۷۲ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے من ترکہا فقد ترک مائۃ واربع عشرۃ آیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ کذا فی الملل ارشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔؟

الجواب۔ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مسنون نہیں ہے البتہ امام اور منفرد کو ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے درمختار میں ہے وکما تعوذ سمی غیر المؤتم الخ سراً فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقاً ولو سریۃ الخ معلوم ہوا کہ مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ امام اور منفرد کو ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی مسنون ہے اور درمیان فاتحہ اور سورۃ کے بسم اللہ پڑھنی مسنون نہیں ہے۔ اور جو حدیث فتاویٰ نذیریہ سے نقل کی ہے یہ قابل عمل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ مسعود احمد۔

یک لفظ یا ایک مجلس میں تین طلاقیں حرمت مغلظ کر دیتی ہیں۔ مخالفین کے شبہات کا جواب علماء سے پوچھنے کیلئے غیر مقلد ہو جانا بڑی جرأت ہے

سوال ۵۰۳۔ زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کے بھائی عمر سے یہ کہا کہ میں نے تمہاری بہن کو ایک طلاق دیا دو طلاق دیا تین طلاق دیا۔ مگر وقت طلاق زید اور عمر کے درمیان ایک مکان طویل حائل تھا جس کے باعث عدد طلاق میں یہ فرق پیدا ہوگیا ہے کہ زید تین طلاق کا قائل ہے اور عمر دو کا۔ پھر غصہ رفع ہونے کے بعد زید بے حد نادم ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ مطابق حدیث ذیل کے اپنی بیوی مطلقہ سے رجعت کرتے ہیں۔ بمسند امام احمد کی روایت ہے عن ابن عباس رضی قال رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی المطلب طلق امرأتہ ثلثاً فی مجلس واحد فحزن حزناً شدیداً قال فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقہا فقال طلقہا ثلثاً فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فراجعہا۔ زاد المعاد ص۲۱۶ ج۲ آیا زید مطابق اس حدیث کے رجعت کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتا تو اس حدیث صریح کا کیا جواب ہوگا۔؟

الجواب۔ جبکہ خود شوہر یعنی زید تین طلاق کا قائل اور مقر ہے تو اس کی زوجہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور وہ شوہر پر حرام ہوگئی۔ اب زید اس سے رجعت یا نکاح بدون حلالہ کے نہیں کر سکتا۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ الآیۃ

وقال الامام النوی فی شرح مسلم وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلثاً فقال الشافعی ومالک وابوحنیفة واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث الخ واحتج الجمھور بقوله تعالیٰ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا قالوا معناه ان المطلق قد یحدث له ندم فلا یمکنه تدارکه لوقوع البینونة فلوکانت الثلاث لم تقع لم یقع طلاقه هذا الا رجعیاً فلا یندم واحتجوا بحدیث رکانة انه طلق امرأته البتة فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم ما اردت الا واحدة قال واللہ ما اردت الا واحدة فهذا دلیل علی انه لو اراد الثلاث لوقعن والا فلم یکن لتحلیفه معنی واما الروایة التی رواها المخالفون ان رکانة طلق ثلثاً فجعلها واحدة فروایة ضعیفة عن قوم مجهولین وانما الصحیح منها ما قدمناه انه طلقها البتة ولفظ البتة محتمل للواحدة وللثلاث ولعل صاحب هذه الروایة الضعیفة اعتقد ان لفظ البتة یقتضی الثلاث فرواه بالمعنی الذی فهمه وغلط فی ذلک الخ۔

معلوم ہوا کہ رکانہ کی صحیح اور معتبر روایت میں طلاق ثلاث کا ذکر نہیں ہے بلکہ اُس میں لفظ البتۃ مذکور ہے جس میں دونوں احتمال ہیں یعنی واحدہ کا اور ثلاثہ کا اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے استفسار فرمایا ما اردت الا واحدة جس کا جواب وہ حلفیہ دیتے ہیں واللہ ما اردت الا واحدة جس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو طلاق بلفظ البتۃ دی تھی جس میں دونوں احتمال ہیں یعنی واحدہ اور ثلاثہ کا اور اُن کی مراد اور ارادہ لفظِ مذکور سے طلاق واحدہ کا تھا جیسا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر بحلف عرض کیا واللہ ما اردت الا واحدة اور جس روایت میں ثلاث کا لفظ ہے وہ روایت بالمعنی ہے راوی نے غلطی سے یہ سمجھا کہ لفظ البتۃ محتمل طلاق ثلاث کو بھی ہے اس لئے رکانہ نے طلاق ثلاثہ مراد لی ہے۔ اور نیز اس روایت کی تضعیف کی گئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے رواۃ مجہولین ہیں جیسا کہ نووی میں مصرح ہے قال الشامی وذھب جمھور الصحابة والتابعین ومن بعدھم من ائمة المسلمین الی انه یقع الثلث قال فی الفتح بعد سوق الاحادیث الدالة علیه وھذا یعارض ما تقدم واما امضاء عمر الثلث علیھم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانھا کانت واحدة فلا یمکن الا وقد اطلعوا فی الزمان المتأخر علی وجود ناسخ او لعلمھم بانتھاء الحکم لذلک باناطته بمعان علموا انتفاءھا فی الزمن المتاخر الی ان قال وقد ثبت النقل عن اکثرھم صریحاً بایقاع الثلث ولم

یظهر لهم مخالف فهاذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لو حكم حاكم بانها احلة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف الخ اور تقلید سے رجوع کرنا باطل ہے اور غیر مقلد ہونے سے بھی حلالہ ساقط نہیں ہو سکتا۔ اور بدون حلالہ شوہر اول مطلقہ ثلثہ سے نکاح دوبارہ نہیں کرسکتا ورمختار میں ہے۔ وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً وهو المختار في المذهب الخ فقط واللہ تعالی اعلم۔ کتبہ مسعود احمد

جواب صحیح ہے اور اس غرض کے لئے غیر مقلد ہونے سے بجائے حلالہ ساقط ہونے کے ایک دوسرا گناہ عظیم سرزد ہو جائے گا جس سے ایمان کا اندیشہ ہے کما قال الجوزجانی رح فی رجل ترك مذهب ابحنیفۃ رح لنکاح امرأۃ من اهل الحديث فقال اخاف عليه ان يذهب ايمانه وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذى هو حق عنده وتركه لاجل جيفة نتنة انتهى شامى كتاب التعزير ص ۳۰۷ ج ۳ فقط محمد شفیع غفرلہ۔

مدرسہ قرأت کے لئے جو وقف ہو وہ مدرسہ تجوید پر صرف ہو گا لفظ قرات کے لغوی معنی معتبر نہ ہونگے

سوال ۷۵۰ زید نے اپنی جائداد کو وقف کرنے کے وقت ایک اسلامی مدرسہ کے لئے اپنے وقف نامہ میں بدیں الفاظ چندہ معین کیا کہ مبلغ ایک سو بیس (۱۲۰) روپیہ سالانہ واسطے صرف بمد قرأۃ در مدرسہ جس کو بکر متولی نے چند سال تک بعد انتقال واقف ادا کیا۔ اب متولی مذکور یہ دیکھکر کہ مدرسہ کے کاغذات میں اس درجہ کو درجہ تجوید لکھا جارہا ہے یہ چاہتے ہیں کہ واقف نے چونکہ یہ روپیہ بمد قرأۃ معین کیا ہے۔ لہذا درجہ تجوید میں ادا نہ کیا جائے۔ آیا متولی کا اس بہانہ سے چندہ کو روکنا صحیح ہے یا نہیں۔ اور آیا قرأۃ وتجوید مغایر ہیں یا نہیں۔؟

الجواب۔ لفظ قرأۃ اور تجوید اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے اگرچہ کچھ عام وخاص کا فرق رکھتے ہوں۔ لیکن عرف ومحاورات میں دونوں ایک ہی اصطلاح مخصوص اور فن مخصوص کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں بلکہ ہمارے عرف میں فن تجوید کو بیشتر فن قرأۃ ہی کہا جاتا ہے اور اسی کا استعمال زیادہ ہے بالخصوص عوام تو فن تجوید کو صرف فن قرأۃ کے ہی کے نام سے سمجھتے ہیں۔ عرف میں ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ متولی وقف کیلئے یہ تاویل محض باطل اور غلط اور ناقابل التفات ہے۔ اگر ایسی تاویلوں پر نظر کی گئی تو کوئی وقف اپنی حقیقت وحقیقت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ بالاتفاق فقہاء اس جیسے امور میں عرف کا لحاظ ضروری ہے جیسا کہ علامہ شامی کتاب الوقف میں بالفاظ ذیل تصریح فرماتے ہیں۔ علی انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين

واجبة وصرح الاصولیون بان العرف یصلح مخصصاً شامی ص ۲۶۱ ج ۲ فقط

عورتوں کے ناقص العقل والدین ہونے کی حدیث سے ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابیات وروایات معتبر نہ ہونے کا شبہ اور اس کا جواب

سوال ۵۰۵ - زید کہتا ہے کہ مطابق حدیث تمام عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں - اور یہ حدیث جس موقع پر بیان فرمائی گئی اُس مجمع میں ازواج مطہرات اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی بھی موجود تھیں۔ لہذا اُن کو بھی ناقص العقل والدین سمجھنا ضروری ہے تو پھر وہ حدیثیں جو حضرت عائشہ رض سے روایت کی گئی ہیں بہر صورت غیر معتبر ثابت ہوں گی یہ صحیح ہے یا نہیں -؟

الجواب - یہ حکم جو حدیث میں مذکور ہے عام حالات اور عام افراد نسوانی کے اعتبار پر آیا ہے بعض افراد کا اس سے مستثنیٰ ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ مشہور ہے ؎ نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد۔ چنانچہ خود قرآن کریم نے ازواج مطہرات کو عام عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ الآیۃ: جس سے معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین عام عورتوں کی طرح نہیں اس کے علاوہ یہ نقصان عقل اور دین بہ نسبت مردوں کے ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر قرن کی عورتوں کا قیاس اسی زمانہ اور اُسی قرن کے مردوں کے ساتھ کیا جائیگا۔ تو ازواجِ مطہرات بہ نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کرام کی عورتیں بہ نسبت صحابہ کرام کے ظاہر ہے کہ اُس درجہ کی عقل اور دین نہ رکھتی تھیں۔ جس درجہ کے ان کے مرد رکھتے تھے۔ اور اسی طرح قرون مابعد میں بھی ہر قرن کی عورتیں اُس قرن کے مردوں سے عام حالات کے اعتبار سے دین و عقل میں ناقص رہی ہیں۔ اور اسی وجہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مردوں کی مشہور روایات کے مقابلہ میں عورت کی روایت کو قبول نہیں فرمایا۔ جیسا کہ کتب صحاح میں منصوص ہے۔

الغرض اول تو حدیث مذکور سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی عورت اس سے مستثنیٰ نہ ہو۔ بلکہ آیتِ مذکورہ سے تصریحاً ازواج مطہرات کا مستثنیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے نقصانِ عقل ہر قرن کی عورتوں کا اسی قرن کے مردوں کے اعتبار سے ہوگا اس لیے سلف کرام کی عورتوں کو آجکل کے مردوں کے مقابلہ میں ناقص العقل کہنے کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ فقط۔

لڑکی کے بلوغ کی تحقیق

سوال ۵۰۶ - ایک لڑکی جس کا باپ فوت ہوگیا دادا حقیقی موجود ہے۔ پہلے اس لڑکی کی ماں نے برضامندی و اختیار خود اُس لڑکی کے اس بنا پر کہ لڑکی جوان ہے نکاح ہمراہ محمد زمان ولد محمد رمضان کر دیا ہے۔ لڑکی کہتی ہے کہ میں بالغہ ہوں مجھے حیض آتا ہے نکاح خوان

منور دین ہے اس کے بعد دادا حقیقی۔۔۔لڑکی مذکورہ کو نابالغہ سمجھکر اُس کا نکاح دوسرے شخص کی ہمراہ کر دیا اور دادا کا بیان ہے کہ عمر لڑکی کی ساڑھے تیرہ سال ہے اور اُس کا نکاح خواں احمد الدین ہے۔ بیان گواہان منسلکہ استفتار ہیں۔ اور بیان لڑکی جنت خاتون اور اُس کی والدہ اور دادا کا بھی ہمرشتہ سوال ہے۔ کون سا نکاح صحیح ہے۔ اگر پہلا نکاح صحیح ہو اور باوجود علم کے دوسرا نکاح پڑھا گیا تو نکاح خواں اور گواہوں وغیرہ کے لئے کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ کمتر مدت بلوغ کی لڑکی کے لئے نو سال اور لڑکے کے لئے بارہ سال ہیں اس عمر میں اگر دعویٰ بلوغ کا کریں اور ظاہر حال دعوے کا مکذب نہ ہو تو دعویٰ اُن کا معتبر ہوتا ہے۔ اور وہ شرعاً بالغ سمجھے جاتے ہیں۔ بناءً علیہ دادا کے قول کے مطابق عمر لڑکی مسماۃ جنت خاتون کی ساڑھے تیرہ سال کی ہے۔ اور وہ دعویٰ بلوغ کا کرتی ہے۔ اور حیض آنا بیان کرتی ہے۔ لہٰذا قول اُس کا شرعاً معتبر ہے۔ اور وہ بالغہ ہے۔ اُس اجازت سے جو نکاح اُس کا والدہ نے ہمراہ محمد زمان ولد رمضان کیا ہے وہ نکاح صحیح اور منعقد ہو گیا اس کے بعد دادا نے جو نکاح جنت خاتون کا اُس کو نابالغہ سمجھکر ہمراہ شیر محمد نابالغ کے کیا وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا۔ اور اس دوسرے نکاح کی وجہ سے دوسرا نکاح خواں احمد الدین اور لڑکی کا دادا اور گواہ اور شرکائے نکاح وغیرہ سب گنہگار ہوئے۔ توبہ کریں۔ اور اس دوسرے نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کر دیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل كذا في الدر المختار۔ وادنى مدة بلوغه بالاحتلام ونحوه في حق الغلام اثنتى عشرة سنةً وفي الجارية تسع سنين الخ فان اخبرا به ولم يكذبهما الظاهر قبل قولهما كما قبل قول المرأة في الحيض واذا قبلنا قولهما في ذلك صارت احكامهما احكام البالغين الخ۔ عالمگیری جلد خامس الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ اور در مختار میں ہے۔ وادنى مدته له اثنتا عشرة سنةً ولها تسع سنين هو المختار، كما في احكام الصغار فان راهقا بان بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم يكذبهما الظاهر الخ۔ وهما حينئذ كبالغ حكماً الخ وفي الشرنبلالية يقبل قول المراهقين قد بلغنا مع تفسير كل بما ذا بلغ بلا يمين الخ۔ فقط والله تعالى اعلم۔ كتبه مسعود احمد۔

عورت مرتد ہو جائے تو فتویٰ اسی پر ہے کہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔

سوال ۵۰۷۔ بعض بداطوار لوگ منکوحہ عورت کو جماع حرام کے لئے اغوا کر کے لیجاتے ہیں جب شوہر قانونی چارہ جوئی کرتا ہے تو عورت کا آشنا اسی فرضی طور پر بطریق حیلہ آریہ یا عیسائی بنا دیتا ہے تاکہ وہ مرتد ہو جاوے اور نکاح فسخ ہو جائے اور

عدالتیں اس نکاح کو فسخ شدہ تصور کر لیتی ہیں ہے، آیا عورت کے ایسا کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے موجودہ زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھکر مشائخ بلخ کے قول پر فتویٰ ہونا چاہیئے یا نہ۔ بہ جب کہ عورت مذکور دل سے مسلمان ہے۔ اور فرضی طور پر مذہب تبدیل کرتی ہے تو اس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں

الجواب۔ آجکل ہندوستان میں ضروری ہے کہ مشائخ بلخ و بخاری کے قول پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ بنا بر مذہب حنفیہ کوئی دوسری صورت یہاں متصور نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مذہب حنفیہ میں اس مسئلہ کے متعلق تین قول ہیں۔ اول یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن قاضی اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرے گا اور اسی خاوند کو جبراً دلائے گا۔ یہ ظاہر الروایت ہے جو عام متون میں مذکور ہے دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح ہی فسخ نہیں ہوتا جیسا کہ بہت سے مشائخ بلخ و بخاری کا فتویٰ ہے اور در مختار نے اس پر فتویٰ دینے کو جائز کہا ہے۔ نیز نہر الفائق سے شامی نے بھی اس پر فتویٰ دینا نقل کیا ہے اور فتاویٰ قنیہ میں بھی اس پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ تیسرا قول نوادر کی روایت ہے کہ اس کو بجائے بیوی ہونے کے باندی بنا کر اسی خاوند کی ساتھ رکھا جائے گا۔ صرح به فی الدر المختار وغیرہ یہ تینوں قول فتاویٰ قاضیخان، فتح القدیر، قنیہ، درمختار، شامی میں مفصل منقول ہیں اور یہ تینوں اتنی بات پر متفق ہیں کہ عورت مرتد ہونیکے بعد اپنے سابق خاوند کے قبضہ سے ہرگز نہیں نکل سکتی بلکہ قول اول کی بنا پر اُسے تجدید نکاح پر بعد تجدید الاسلام مجبور کیا جائے گا۔ اور قول ثالث کی بنا پر کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔ لیکن ہندوستان میں بحالتِ موجودہ ان دونوں صورتوں پر مسلمانوں کو قدرت نہیں اسلئے ضروری ہے کہ وہی دوسرا قول یعنی عدم فرقت جو مشائخ بخاری کا فتویٰ ہے اسی پر فتویٰ دیا جائے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں عورت کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ البتہ احتیاطاً تجدید نکاح کے بغیر اس سے وطی نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن اپنے قبضہ میں رکھنا بہر حال جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کو لوگوں کے نوحہ کرنے سے تکلیف پہنچتی ہے

سوال ۵۰۸۔ اگر میت کے وارث نوحہ کریں تو میت کو عذاب ہوگا یا نہ۔ بہ

الجواب۔ حدیث شریف میں ہے۔ وعن ابی موسیٰ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من میت یموت فیقوم باکیہم فیقول واجبلاہ واسیداہ ونحو ذلک الا وکل اللہ به ملکین یلهزانه ویقولان اھکذا کنت رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب حسن۔ عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحة والمستمعة رواہ ابوداؤد اور دوسری حدیث میں ہے ان المیت لیعذب ببکاء اھله علیه (مشکوٰۃ شریف) ان روایات و احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ میت کو بوجہ نوحہ کرنیکے تکلیف

ہوتی ہے اور نوحہ کرنے والے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ مسعود احمد۔ الجواب صحیح محمد شفیع غفرلہٗ۔

بزرگوں کے نام کی نذر نیاز کرنیکا حکم

سوال ۵۰۹۔ جو طریقہ اکثر عوام و مبتدعین میں ہے کہ نیاز رسول یا نیاز حسین یا نیاز غوث یا نیاز پیر وغیرہ کے نام سے کھانا کرتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا نہیں اور اس کھانیکا کھانا کیسا ہے اور اگر نیاز اللہ کے نام کھانا کیا جائے تو کیسا ہے اُس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب۔ اس نیاز کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت میں اُس کا کرنا حرام اور سخت گناہ ہے اور اسکی کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور دوسری صورت میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اور اس کا کھانا بھی جائز ہے تفصیل اُس کی یہ ہے کہ اگر نیاز انھیں بزرگوں کے نام کی ہو۔ یعنی اس سے ان بزرگوں کا تقرب مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔ اور اس کا کھانا بھی حرام۔ کیونکہ یہ نذر غیر اللہ ہے جس کی صریح ممانعت احادیث صحیحہ میں وارد ہے سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کہ لانذر الا فیما ابتغی بہ وجہ اللّٰہ اور بحر الرائق میں ہے۔ النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع حرام الی قولہ لانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہ الا ان یکون فقیرا الخ۔ اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی رضا و تقرب کے لئے ہو صرف اتنا کیا جائے کہ ایصال ثواب کسی بزرگ کی روح کو کر دیا جائے۔ تو یہ بشرائط ذیل جائز ہے:۔
(۱) کوئی تاریخ ہمیشہ کے لئے مقرر نہ کرے (۲) جو کچھ کھلانا ہو اس میں فقراء کو کھلائے اغنیاء اور صاحب نصاب لوگوں کو اس میں کچھ نہ کھلائے (۳) اس کو لازم و واجب کی طرح جان کر نہ کرے اور اُن لوگوں پر کوئی طعن نہ کرے جو ایسا نہیں کرتے (۴) قرض لیکر اپنی وسعت سے زیادہ خرچ نہ کرے (۵) اور بھی کوئی خلاف شرع کام اس کے ساتھ نہ ملائے۔ اس صورت میں یہ نذر جائز بلکہ ثواب ہوگی اور اس کا کھانا بھی فقراء کے لئے جائز ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مہر بہت زیادہ مقرر کرنا اور ادا کرنیکا خیال نہ کرنا گناہ ہے لیکن نکاح پر اسکا کچھ اثر نہیں

سوال ۵۱۰۔ آجکل دیار عام پھیل رہی ہے کہ مقدار مہر پانچ پانچ اور دس دس ہزار روپیہ جو مراحۃً ناکح کی حیثیت سے زیادہ ہوتا ہے اور ناکح اس کی ادائیگی سے عاجز ہوتا ہے۔ مقرر کر کے نکاح کیا جاتا ہے اگر ناکح کی نیت ادائیگی کی نہ ہو محض مذاق سمجھتا ہو یا نیت دینے کی ہو لیکن کسی طرح ادا نہیں کر سکتا۔ دونوں صورتوں میں نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور قربت زوجہ جائز طور پر ہوگی یا ناجائز؟

الجواب۔ ان دونوں صورتوں میں نکاح تو جائز اور صحیح ہو جاتا ہے اور قرابت و صحبت

بھی جائز ہوجاتی ہے۔ مگر ایسا خیال رکھنے والا سخت گناہگار فاسق ہے۔ اور پہلی صورت میں کہ اسکو محض مذاق (مزاح) سمجھے تو خوف کفر کا ہے۔ حدیث میں ایسے شخص کیلئے سخت وعید آئی ہے اور اس کو زانی فرمایا گیا ہے یعنی عذاب و عقاب میں وہ زانیوں کی طرح مبتلا ہوگا۔ الفاظ حدیث میں یہ ہیں عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ایما رجل تزوج امرأۃ علی ما قل من المہر او کثر لیس فی نفسہ ان یؤدی الیہا حقہا خدعہا فمات ولم یؤد الیہا حقہا لقی اللہ یوم القیامۃ وھو زانی (ترغیب ترہیب باب النکاح) اور اسی بنا پر حدیث میں زیادہ مہر مقرر کرنے کی ممانعت آئی ہے الا لا تغالوا صدقات النساء لیکن بتصریح فقہاء نکاح درست ہوجاتا ہے اگرچہ کوئی شخص مہر کی صراحۃً نفی بھی کردے اور حدیث وعید کو تہدید پر محمول کیا جاتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہ۔

شوہر نے گھر کے اندر طلاق دی باہر دروازہ پر سننے والے کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟

سوال ۵۱۱ - زید نے بوقت عشاء جبکہ اس کی عورت پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی پلنگ کے پاس جاکر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے یوں کہا تو طلاق تو طلاق تو طلاق۔ اس وقت تین عورتیں اندر موجود تھیں اور ایک مرد دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا بعد ازاں والدہ وغیرہ کو بھی کہا کہ میں نے اسکو یعنی اپنی عورت کو طلاق دی ہے۔ میرے پاس نہ آجائے اور میرے سے بات نہ کرے۔ اور دو تین برس قطع تعلق رہا۔ اب چند روز سے زید اسکو اپنے پاس بلاتا ہے اور اپنا کام کراتا ہے۔ آیا زید کی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب - جبکہ زید نے اپنی زبان سے تین مرتبہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ اب زید بدون حلالہ کے دوبارہ اسکو اپنے نکاح میں نہیں لاسکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ لیکن اگر زید طلاق دینے سے منکر ہو۔ اور عورت دعویٰ طلاق کا کرے تو محض عورتوں کی گواہی سے عدالت میں طلاق ثابت نہ ہوگی اور حاکم حکم طلاق نہ کرے گا۔ اور جو شخص باہر دروازہ پر بیٹھا ہے اس کی گواہی بدون شرائط مخصوصہ معتبر نہ ہوگی۔ قال فی الھدایۃ کتاب الشہادۃ ولو سمع من وراء الحجاب لا یجوز لہ ان یشھد لان النغمۃ تشبہ النغمۃ فلم یحصل العلم الا اذا کان دخل البیت وعلم انہ لیس فیہ احد سواہ ثم جلس علی الباب ولیس فی البیت مسلک غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لہ ان یشھد لانہ حصل العلم فی ھذہ الصورۃ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔

سبقت لسانی سے کلمہ کفر زبان سے نکل گیا تو کچھ گناہ ہے یا کفر نہیں؟

سوال ۵۱۲ (۱) زید کی زبان سے سبقت لسانی سے اللہ تعالیٰ کی نسبت اشرف المخلوقات نکل گیا اور کہنا چاہتا تھا اشرف الحاکمین۔ فوراً عمر نے حکم لگا دیا کہ یہ کافر ہوگیا اور اس کو تجدید اسلام ضروری ہے۔ یہ حکم صحیح ہے یا غلط؟ (۲) عمر نے سبقت لسانی سے بجائے آیۃ انما المشرکون نجس کے انما الکافرون نجس کہا، حالانکہ یہ لفظ قرآن شریف میں نہیں ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب۔ سبقت لسانی اور غلطی سے اگر کوئی کلمۂ کفر زبان سے نکل جائے تو اس سے کہنے والا گناہ گار بھی نہیں ہوتا کافر ہونا تو بہت بعید ہے۔ صرح فی البحر الرائق وغیرہ جس نے کفر کا حکم کیا محض غلطی کی حدیث صحیح میں ایک ایسے صالح بندہ کی تعریف و مدح وارد ہوئی ہے جس نے فرط مسرت کے وقت بوجہ سبقت لسانی کے یہ کہدیا تھا۔ انت عبدی وانا ربک الغرض غیر اختیاری چیزوں پر شرعاً مواخذہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ البتہ استغفار کرے اور آئندہ ایسی بے پروائی سے بچے۔ (۲) اگر غیر اختیاری طور پر سبقت لسانی سے ایسا سرزد ہوا ہے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر اول میں گذرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ

بحالت جماع کلام کرنا مکروہ ہے۔

سوال ۵۱۳۔ مرد اپنی منکوحہ سے حالت جماع میں کسی قسم کی گفتگو کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حالت جماع میں کلام کرنا مکروہ ہے لما فی الدر المختار ویکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع (درمختار حظر واباحت ص ۳۲۷) لیکن یہ جب ہے کہ کسی دوسرے سے کلام کرے، اور خود زوجہ سے کلام کرنے میں مضائقہ نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ

شب برات کے بعض احکام

سوال ۵۱۴۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ خاص شب برات کے موقع پر آتشبازی فروخت کرتا ہے اور خود بھی چھوڑتا ہے جس سے عام لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے کسی کے گھر میں آگ لگتی ہے کسی کا چھپر پھکتا ہے۔ اور کوئی خود جلتا ہے۔ غرضیکہ بہت نقصان ہوتا ہے ایسے اشخاص کے لئے کیا حکم ہے اور ان کی امداد کرنا کیسا ہے۔ بینوا

الجواب۔ ایسا آدمی سخت گناہگار فاسق ہے اور بہت سے گناہوں کا مرتکب ہے اول تو اسراف و تبذیر ہے جس کے کرنے والے کو قرآن میں شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔ دوسرے اپنے اور دوسرے مسلمانوں کی جان و مال کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ تیسرے مشابہت ہے کفار کی رسوم کے ساتھ۔ چوتھے یہ خیال کرنا کہ یہ شب برات کے آداب میں سے ہے عقیدہ کا فساد ہے۔ الغرض بہت سے گناہوں پر مشتمل ہے اور شب برات جیسی مبارک رات میں گناہ کرنا اور بھی زیادہ بدنصیبی کی بات ہے۔ اگر مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو احقر کا رسالہ شب برات ملاحظہ فرمایا جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

اسلامی طریقہ کے خلاف عبادت کرنیوالا کافر ہے۔

سوال ۵۱۵۔ قانون فطرت کا متبع خدا کی وحدانیت کا قائل اور اس کی ہستی کا مقر برگزیدہ مرسلان ایزدی کا معترف محض اس بنا پر کہ وہ اپنا طریقہ عبادت طریقۂ عبادتِ اسلامیہ سے جدا رکھتا ہے مشرک و کافر، دوزخی اور گناہ گار کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ جو شخص اپنا طریقہ عبادت طریقہ عبادتِ اسلامیہ سے جدا رکھتا ہے وہ معترف رسالت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اس کا دعویٰ کرے تو محض نفاق اور جھوٹ ہوگا۔ کیونکہ رسالت کا اعتراف جو شرعاً معتبر ہے وہ یہ ہے کہ رسول کے احکام کو واجب الاطاعت سمجھے اور جب اس نے اس کے احکام و تعلیمات کو واجب

لا اطاعت جانا تو وہ ہرگز رسول کا معترف نہیں۔ قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ الاٰية۔

لہٰذا ایسے شخص کو جو اپنا طریقۂ عبادت اسلامی طریقہ سے علیحدہ رکھتا ہو کافر و دوزخی وغیرہ کہنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہ۔

کیا کافر کو بخشا جا سکتا ہے

سوال ۵۱۶۔ کافر و مشرک کو اگر خدا چاہے تو بخشدے یہ کہنا درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ یہ کہنا اس معنی کے اعتبار سے تو درست ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ سخت سے سخت کافر کو بخشدے لیکن چونکہ اس نے خبر دیدی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر و مشرک کو ہرگز نہ بخشیں گے اس لئے اب اس خبر کا صحیح ہونا ضروری ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ان لوگوں کو بخشا نہ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلع کا جواز

سوال ۵۱۷۔ خلع کن کن صورتوں میں کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا کیا طریقہ ہے کیا ایسا کسی عہد میں ہوا ہے

الجواب۔ جبکہ زوجین میں باہمی نباہ و توافق دشوار ہو جائے اور حق تلفی کا خطرہ ہو اس وقت خلع کیا جا سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ فقط واللہ اعلم

کسی مسلمان فنڈ کی امداد کیلئے سود لینا جائز نہیں

سوال ۵۱۸۔ بخوف سرقہ کوئی شخص بخیال تحفظ اپنی بیشتر رقم بنک یا ڈاکخانہ میں جمع کرکے سود کا مستحق ہو کر اس حق کو حاصل کرکے اپنے صرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا سود کا وصول کرنا درست ہے۔ جبکہ اس سے غیر مسلم سوسائٹیوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور کیا سود حاصل کرکے رفاہِ عام میں خرچ کر دینا درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ بغرض تحفظ ایسے فنڈ میں روپیہ جمع کرنا جائز ہے جس میں سود نہیں لگایا جاتا اور سود کو اس لئے حاصل کرنا کہ اسکو کسی رفاہِ عام کے کام میں خرچ کیا جائے گا جائز نہیں۔ جیسے اسی غرض کے لئے چوری یا ڈاکہ جائز نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر ناواقفیت یا غفلت سے کسی نے بنک میں روپیہ جمع کر دیا تھا تو اس کا سود وہاں نہ چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ بلکہ وہاں سے لیکر فقراء و مساکین پر صدقہ کر دینا چاہیئے۔ اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں۔ کذا فی کتب المذہب۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہ۔

شارع عام اور مملوکہ گلی کو چونکہ احکام میں فرق۔ اور یہ کہ ان میں تصرف کرنیکا کسکو اور کس طرح حق ہے

سوال ۵۱۹۔ ایک شخص نے مختلف شرکاء کا وکیل بنکر ایک باغ کو محلہ کی صورت میں آباد کرنیکے لئے خریدا۔ اور پھر اس میں مختلف ایسی وسیع سڑکیں اور کوچے قائم کئے جن پر تانگے ٹھیلے وغیرہ بخوبی چل سکیں اور جملہ باغ کو قطعات کی شکل میں کیا اور مختلف خریداران کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سڑکوں اور کوچوں شارع عام قرار دیکر میونسپلٹی کے قبضہ میں دیدیا جس نے ساکنان محلہ کی آسائش کیلئے جن میں بعض خود خریداران قطعات و نیز کرایہ داران آباد ہیں نالیاں پانی کا نل بجلی و پختہ

سڑکیں بنوادی، اندریں صورت اگر اصحاب جائداد کرایہ داران اور اس میونسپلٹی کے خلاف جس کے قبضہ میں تمام سڑکیں اور کوچے رفاہ عام کے لئے دیئے گئے تھے محلہ کی شارع عام پر جس پر کرایہ داران اور اصحاب جائداد یکساں طور پر آمد و رفت رکھتے ہیں کسی ایسی قسم کی پابندی عائد کرنا چاہیں جس کی وجہ سے تانگے ٹھیلے وغیرہ اندر نہ جاسکیں جن کے لے جانے کی بوجوہ چند سخت ضرورت ہوتی ہے تو کیا اُن کے حقوق عامہ میں یہ مداخلت بروئے شرع جائز ہوگی یا نہیں۔ بینوا

الجواب گلی کوچے دو قسم کے ہوتے ہیں اور دونوں میں احکام کا تفاوت ہے ایک وہ کوچہ جو اہل محلہ کی مخصوص مِلک ہے شارع عام نہیں اس کو فقہا سکۂ خاص کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور اکثر اس قسم کے کوچے غیر نافذہ ہوتے ہیں دوسرے وہ جو شارع عام ہیں۔ خواہ ابتدائے آبادی سے ہی حکومت کی جانب سے اس کو شارع عام قرار دیا گیا ہو یا کسی شخص کی مِلک تھا مگر اس نے رفاہِ عام کیلئے وقف کردیا اور شارع عام بنادیا قسم اول کا حکم یہ ہے کہ باجازت جمیع شرکا رکوچہ اُس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہے خواہ اس تصرف سے گذرنے والوں اور رہنے والوں کی تنگی ہو یا نہو اور بلا اجازت شرکا راس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں اگرچہ اُس میں گذرنے والوں کو اور رہنے والوں کا کوئی ضرر بھی نہ ہو اور اس معاملہ میں عام آدمی اور کوئی شریک سب برابر ہیں۔ اس لئے کوئی شریک بھی بغیر دوسرے شرکا رکی اجازت کے اس میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔ اور قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ اس میں متصرف کرنے کے لیے قاضی یا حاکم کی اجازت ضروری ہے اور حاکم کو بھی اجازت دینے کا حق اس وقت ہے جبکہ وہ دیکھ لے کہ اس میں عام لوگوں کا کوئی نقصان نہیں وذلک لما فی العالمگیریۃ من الباب التاسع والعشرین من الکراھیۃ فان اراد احداث الظلۃ فی سکۃ غیر نافذۃ لا یعتبر فیہ الضرر وعدمہ بل یعتبر فیہ الاذن من الشرکاء انتھی۔ والمراد بغیر النافذۃ السکۃ الخاصۃ المملوکۃ کما یستفاد من عبارتہ بعد ذلک باسطر فیھا بعد ذلک واما اذا کانت السکۃ فی الاصل احیطت بان بنو دارا وترکوا ھذا الطریق للمرور فالجواب فی طریق العامۃ لا فی علی ملک العامۃ۔ انتھی عالمگیری مصری ص ۳۸ جزء ۵ وفیھا قبل ذلک فی امر طریق العامۃ قال ابو یوسف ومحمد یباح لہ الانتفاع ای بالظلۃ اذا کان لا یضر ذلک بالعامۃ کذا فی المحیط۔

خلاصہ یہ ہے کہ باغ اور راستے ابتداءً مملوک تھے پھر شارع عام بنادے گئے اب یہ امر تنقیح طلب ہے کہ شارع عام بنانے سے شرکا رکی غرض وقف عام کرنا تھا یا محض اجازت مرور دیتے ہوئے اپنے ملک میں رکھنا پہلی صورت میں اب انکو راستہ بند کرنے یا کسی قسم کی پابندی جو گذرگاہ عام کیلئے مضر ہو عائد کرنے کا کوئی حق نہیں رہا۔ اگرچہ تمام شرکا راس پر متفق ہوں۔ اور دوسری صورت میں اگر تمام شرکا ر متفق

ہو کر بند کرنا چاہیں تو جائز ہے۔ اگرچہ گذرنے والوں کو تکلیف ہو اور کرایہ داران کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جس صورت میں کہ جگہ مملوک اور سکینۂ خاصہ ثابت ہو تو کرایہ داران اگر سب مالکان کے خلاف کوئی چارہ جوئی کریں۔ تو یہ جائز نہیں۔ البتہ ان کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے عہد کرایہ کو فسخ کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

چند آدمی مجتمع ہو کر باواز قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں

سوال ۵۲۰۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بہت سے ایک جگہ مجتمع ہو کر ختم کلام مجید کے وقت۔ یا پانچ چھ آدمی حجرہ میں بیٹھ کر بلند آواز کے ساتھ جو علی وجہ التلاوۃ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ جس میں نہ استماع مقصد ہوتا ہے اور نہ کوئی سنتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ سے عموماً جو لوگ قرآن خوانی کرتے ہیں شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ فی کراھیۃ العالمگیریۃ عن القنیۃ یکرہ للقوم ان یقرؤا القراٰن جملۃ لتضمنھا ترک الاستماع والانصات المامور بھما ۱۳ج ۲ فی شرح المنیۃ الکبیر للحلبی وقیل لاباس بہ الکل فی القنیۃ والاصل ان الاستماع للقراٰن اذا قرأ فرض کفایۃ لاقامتہ حقہ بان یکون ملتفتا الیہ غیر مضیع وذلک یحصل بانصات البعض کما فی رد السلام حین کان لرعایۃ حق المسلم کفی فیہ البعض عن الکل الا انہ یجب علی القاری احترامہ بان لا یقرأ فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأ کان ھو المضیع لحرمتہ فیکون الاثم علیہ دون اھل الاشتغال دفعا للحرج فی الزامھم ترک اسبابھم المحتاج الیھا۔ ۶۶ص

عبارت مرقومۂ بالا سے معلوم ہوا کہ بہتر تو باتفاق یہی ہے کہ ہر شخص قرآن مجید علیحدہ علیحدہ ایسی طرح پڑھے کہ دوسرے لوگوں کے جو کاروبار میں مشغول ہوں کانوں میں نہ پڑے لیکن بضرورت وبقدر ضرورت اس کی اجازت دی گئی ہے کہ چند آدمی ایک جگہ جمع ہو کر قرآن مجید باواز پڑھیں جیسا کہ مکاتب میں تعلیم وتعلم کے وقت جس کی اجازت عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے۔ اسی طرح چند طالب علم اگر ایک حجرہ میں یا چند آدمی ایک مسجد میں قرآن مجید باواز پڑھیں تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن جس جگہ لوگ دوسرے کاروبار میں مشغول ہوں وہاں پڑھنا باواز بلند جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس نے پڑھا تو یہ گناہ گار ہوگا۔ کاروبار والے اس کی وجہ سے گناہ گار نہ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

قرأت میں کوئی غلطی مفسد صلوٰۃ ہو گئی پھر اس کو صحیح کر لیا تو نماز درست ہو گئی

سوال ۵۲۱۔ تراویح میں قرارت کے اندر ایسی غلطی ہو گئی جس سے معنی بدل گئے سامع کے بتلانے سے صحیح ہو گیا وہ نماز جس میں غلطی واقع ہوئی فاسد تو نہیں ہوئی یہ سنا ہے کہ مولانا گنگوہیؒ کے یہاں ایسا مسئلہ پیش ہوا تھا۔ اس پر یہ فرمایا تھا کہ جب فاسد ہو گئی پھر سامع کے بتلانے سے صحیح نہیں ہو سکتی؟

الجواب۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوٰۃ بخطاء فاحش ثم رجع و قرأ صحیحاً قال عندی صلوٰتہ جائزۃ الخ۔ اس روایت کی بناء پر جب سامع کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز صحیح ہو گئی۔ اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے اگر اعادہ کرایا ہو تو وہ احتیاط اور اولویت کا درجہ ہے چنانچہ بہتر تو یہی ہے کہ نماز کا اعادہ کر لیا جائے بشرطیکہ غلطی ایسی ہوئی ہو جس سے معنی قرآن کے غلط ہو گئے ہوں۔ فقط

تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے پڑھنا مستحب ہے

سوال ۵۲۲۔ اکثر نمازی مسجد میں داخل ہو کر دو چار سکنڈ بیٹھنے کے بعد سنت یا نفل پڑھنی شروع کرتے ہیں اور بعض حضرات بیٹھتے نہیں آتے ہی نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بہتر طریقہ کونسا ہے؟

الجواب۔ دو چار سکنڈ بیٹھنے کے بعد نماز شروع کرنا اس کی کچھ اصل شریعت میں نہیں ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نوافل و سنن میں مشغول ہو جائے۔ علاوہ ازیں حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا عمل اسی پر رہا ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مسعود احمد

یہ جواب صحیح ہے اور خود حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے پڑھنا چاہیئے قبل ان اجلس کی تصریح ہے۔ اس کے خلاف کرنا زیادتی ثواب سے محرومی کا سبب ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

عید کی نماز میں جنازہ آجاوے تو نماز کے بعد خطبہ سے پہلے نماز جنازہ پڑھی جاوے

سوال ۵۲۳۔ اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ آوے تو اس کی نماز خطبہ کے بعد پڑھی جاوے یا پہلے؟

الجواب۔ عید کی نماز کے بعد خطبہ سے پہلے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے۔ کما قال فی الدر المختار وتقدم صلوٰتہا علی صلوٰۃ الجنازۃ اذا اجتمعا لانہ واجب عیناً والجنازۃ کفایۃ وتقدم صلوٰۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مسعود احمد۔

بعد وفات والد ایک لڑکے کے نسب کا والد سے نفی کرنا اور اس کی تحریر ثبوت میں پیش کرنا شرعاً معتبر نہیں

سوال ۵۲۴۔ زید کے دو فرزند عمرو بکر مختلف البطن تھے ہندہ کے بطن سے عمر اور حمیدہ کے بطن سے بکر۔ زید ہر دو فرزند مذکورین کی تعلیم و تربیت و جملہ ضروریات زندگی کا کفیل تھا۔ اور جس طرح کہ اولاد کا حق شرعی والد کے ذمہ ہے ادا کرتا رہا عمر فوت ہو گیا۔ بکر موجود ہے۔ اب فرزندان عمر بکر کے نسب کی نفی کرتے ہیں اور اپنے اس دعویٰ کے ثبوت پر زید کی ایک تحریر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ جس میں زید کا بکر اپنے فرزند ہونے سے انکار کرنا مرقوم ہے۔ حالانکہ برادران زید وغیرہم اس امر کے شاہد موجود ہیں کہ بکر زید کا فرزند حقیقی صلبی ہے۔ زید نے بکر کو اپنا فرزند صلبی ہونے کا اقرار کیا اور مثل فرزند کے پرورش کرتا رہا۔ پس ایسی صورت میں جب کہ زید نے بکر کو اپنا فرزند حقیقی صلبی ہونا تسلیم کیا اور اقرار و اعتراف کیا ہو۔ زید کے فوت ہونے کے بعد بکر کو میراث پدری سے محروم کرنے کی غرض سے بکر کے نفی نسب کی

تحریر زید کی طرف منسوب کرکے جو پیش کی گئی ہے، اگر وہ تحریر فی الحقیقت زید کی ثابت ہو جائے تو کیا مجرد اس تحریر سے بکر فرزند زید ہونے کی نفی مقبول و معتبر قرار دی جاکر بکر کو اس کے والد زید کی املاک معاش سے محروم کر دیا جائے گا۔ کیا اقرار بالنسب کے بعد نفی سے نسب منتفی ہو جائے۔ زید کا اپنی زبان سے بکر کو اپنے فرزند ہونے کا اقرار کرنا دو گواہوں سے ثابت ہونا ثبوت اقرار بالنسب کے لئے کافی ہے یا تحریر ہونا ضروری ہے:-

الجواب۔ اگر حمیدہ کا نکاح زید کے ساتھ شہادت شرعیہ سے ثابت ہے تو خواہ زید بکر کے نسب کا اپنے ساتھ اقرار کرے یا نہ کرے اور اقرار پر گواہ ہوں یا نہ ہوں بہر حال بکر کا نسب زید سے ثابت ہوگا بلکہ اگر زید خود موجود ہو کر بھی بکر کے نسب کی زبانی نفی کرے تو اب یہ نفی ہرگز معتبر نہیں۔ کیونکہ نسب کی نفی بغیر لعان کے نہیں ہو سکتی اور زید نے بوقت ولادت لعان نہیں کیا۔ اور اب لعان کا اختیار نہیں رہا۔ الغرض اب بکر کے نسب کی نفی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ زید خود زبانی بھی نفی کرے۔ بالخصوص جبکہ وہ نفی بھی زبانی نہیں بلکہ محض تحریر سے جو شرعاً حجت نہیں اور دلیل احکام مذکورہ کی عبارات ذیل جن پر نمبر ترتیب احکام مذکورہ کے لکھ دیئے گئے ہیں۔

(۱) فی الباب الخامس من طلاق العالمگیریۃ قال اصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب (الاولیٰ) النکاح الصحیح وما ھو فی معناہ من النکاح الفاسد والحکم فیہ انہ یثبت النسب من غیر دعوۃ ولا ینتفی بمجرد النفی وانما ینتفی باللعان فان کانا ممن لا لعان بینھما لا ینتفی نسب الولد (عالمگیری مصری کلاں ص۵۳۶ جلد ۱)

(۲) وفی الدر المختار باب القضاء عن الاشباہ لا یعمل بالخط واقرہ الشامیؒ واتی علیہ ببحث نفیس وبعض الفاظہ فیہ قال البیری المراد من قولہ لا یعتمد علی الخط ای لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعۃ لان الخط مما یزور ویفتعل کما فی مختصر الظہیریۃ (شامی ص۳۵۳ ج۴) واعظم منہ ما ذکرہ الشامی فی تنقیح الفتاوی۔ حاصل یہ ہے کہ اگر حمیدہ کا نکاح شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو پھر زید کا انکار نسب شرعاً ہرگز معتبر نہیں اور شہادت نکاح کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ مجلس نکاح کے عینی گواہ موجود ہوں بلکہ نکاح اور نسب وغیرہ میں محض شہادت تسامع ہی کافی ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرد کو دیکھے کہ کسی عورت کے پاس آتا جاتا ہے اور لوگوں سے سنے کہ یہ عورت اسکی بیوی ہے تو محض اتنی سی بات سے نکاح کی شہادت دے سکتا ہے اور شہادت قبول ہو سکتی ہے۔ کما فی الباب الثانی من شہادۃ العالمگیریۃ الشہادۃ بالشہرۃ والتسامع تقبل فی اربعۃ اشیاء بالاجماع وھی النکاح والنسب والموت والقضاء کذا فی محیط السرخسی فاذا سمع الرجل من الناس انہ فلان ابن فلان او رأی رجلاً یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان الی قولہ اوسعہ ان یشہد ان لم یعاین الولادۃ علی فراشہ او عقد النکاح (عالمگیری مصری ص۳۶۱ ج۳)

اور صورت مذکورہ میں جبکہ نسب کا اقرار اور اس کے گواہ بھی موجود ہیں تو اگر نکاح پر شہادت بالتسامع بھی موجود نہ ہو

جب بھی نسب بکر کا زید سے ثابت ہو جائیگا۔ اور بکر اُس کا وارث ہوگا۔ کما فی الباب السابع عشر من ۲ قرار العالمگیری ج ۲ ص ۱۲۱ قربالا بن ثلثۃ فالا بن المقر لہ یرث مع سائر ورثۃ المقر وان انکر سائر الورثۃ نسبہ الخ

خلاصۂ فتویٰ یہ ہے کہ صورت مرقومہ میں بلاشبہ بکر کا نسب زید سے ثابت اور وہ اُس کا وارث شرعی مثل دوسری اولاد کے ہے۔ نفی نسب کی تحریر شرعاً محض بے کار و لغو ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

کسی عالم کو گالی دینا مطلقاً کفر نہیں بلکہ تفصیل ہے

سوال ۵۲۵ ۔ باہر سے لکھا ہوا فتویٰ برائے تصدیق جواب جس میں یا عالم کو گالی دینے پر کفر کا حکم عائد کیا گیا تھا۔

الجواب۔ عالم کی اہانت اگر کسی دنیوی بغض، عداوت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محض علم دین ہی کی وجہ سے ہو تو بلاشبہ یہ اہانت کفر ہے۔ اور کتب فقہ میں اسی اہانت کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ لیکن عام طور پر جو واقعات سے تجربہ ہوتا ہے عوام جو کسی عالم کی اہانت کرتے ہیں وہ محض علم کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اسباب زائدہ کی بنا پر ہوتی ہے اور یہ اہانت بھی اس میں شبہ نہیں کہ سخت کبیرہ گناہ ہے مگر اُسکو کفر نہیں کہا جا سکتا۔ تکفیر مسلم کا معاملہ سخت اہم ہے اس میں اتنی عجلت اور جرأت مناسب نہیں۔ کما صرح بہ البحر من کتاب الرد ین و بمثلہ صرح فی جامع الفصولین۔ اور علامت اس کی یہ ہے کہ ہم سب علماء کی اہانت نہیں کرتے صرف کسی خاص عالم کی کرتے ہیں جس کی ساتھ کوئی واقعہ خاصہ پیش آتا ہو۔ ورنہ اگر محض علم کی وجہ سے اہانت کرتے تو سب کی کرتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باپ بیٹے یا چند بھائی مشترک طور پر کسب کرتے ہیں اور کھانا پینا بھی مشترک ہو تو جو مال اس مشترک کسب سے حاصل ہو وہ کس کی ملک ہے؟ اور تقسیم اُسکی کس طرح ہو

سوال ۵۲۶ ۔ میرے والد زندہ ہیں اور کاروبار کچھ نہیں کرتے بوجہ مریض ہونے کے بیکار رہتے ہیں۔ اور ہم دو بھائی ہیں۔ ذریعۂ معاش کیلئے کوئی کام کرتے ہیں، حساب و کھانا پینا سب کا شامل ہے تو سامان زیور وغیرہ کا مالک کون ہے۔ اور قربانی کس پر واجب ہے۔

(۲) بعض جگہ کئی برادر شاملات کاروبار کرتے ہیں بعض جگہ تو کھانا پینا سب کا شامل ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ علیحدہ ہوتا ہے اور کاروبار ذریعۂ معاش میں سب شامل ہوتے ہیں۔ اپنے حصہ کو تقسیم نہیں کرتے خرچ کیلئے برابر نکالتے ہیں بلکہ ہر شخص اپنے خرچ کے مطابق لے لیتا ہے۔ تو قربانی ایک حصہ کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے علیحدہ ہونی چاہیے۔

الجواب۔ فی رد المحتار من فصل الشرکۃ الفاسدۃ ج ۳ ص ۳۸۱ عن القنیۃ الاب والابن یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ ولم یکن لہما شیٔ فالکسب کلہ للاب الخ۔ صورت مذکورہ میں مشترکہ سرمایہ کا

مالک والد ہے اور اسی کے ذمہ قربانی ہے۔ البتہ جو نقد یا زیور والد نے کسی بھائی کی ملک کرکے اُسکو دیدیا ہو وہ اگر بقدر نصاب ہے تو اُس پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی بھائی کی زوجہ کی ملک میں بقدر نصاب مال زائد از حاجت اصلیہ موجود ہے تو زوجہ کے ذمہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی۔

(۲) وکذلک لو اجتمع اخوۃ یعملون فی ترکۃ ابیھم ونما المال فھو بینھم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرای شامی ص۴۸۱ ج۳) اس عبارتِ شامی سے ثابت ہوا کہ اس صورت میں جو کچھ مال موجود ہے اُس میں سب بھائیوں کا حصہ برابر ہوگا۔ اب اگر ہر بھائی کے حصہ میں بقدر نصاب نقد روپیہ یا مال تجارت آجائے تو ہر ایک کے ذمہ جدا جدا قربانی وغیرہ واجب ہوگی۔ ورنہ نہیں۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ۔

دوسرے شخص کی طرف سے بغیر اُس کی اجازت کے قربانی کرنے سے اُس کی قربانی واجب ادا نہ ہوگی

سوال ۵۲۷۔ کئی اشخاص کی طرف سے قربانی کیجائے اُن میں سے ایک شخص یا کوئی اور شخص حصہ داران کے بغیر وہاں قربانی کی جگہ موجود ہو اور وہ غیر حاضر صاحبان کی طرف سے نیت کرلے تو قربانی ہوجائیگی یا نہیں۔ (۲) چند حصہ دار اگر بغیر وزن کئے باہم رضامندی سے کم و بیش گوشت لیلیں تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ ایک شخص دوسرے کیطرف سے بغیر اُسکی اجازت واطلاع کے قربانی نہیں کرسکتا اور اگر دے تو اس شخص کے ذمہ سے واجب ادا نہ ہوگا اور کسی شریک کی بھی قربانی درست نہ رہے گی لما فی العالمگیریۃ ولو ضحی ببدنۃ عن نفسہ وعرسہ واولادہ لیس ھذا فی ظاھر الروایۃ وقال الحسن بن زیاد فی کتاب الاضحیۃ ان کان اولادہ صغارا جاز عنہ وعنھم جمیعا فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رح وان فعل بغیر امرھم او بغیر امر بعضھم لا تجوز عنہ ولا عنھم فی قولھم جمیعا لان نصیب من لم یامر صار لحما فصار الکل لحما عالمگیری ص۳۱۴ ج۵) (۲) قربانی کا گوشت اندازہ سے یا باہمی تراضی کی بناء پر کم و بیش لینا یا دینا جائز نہیں، اس میں جو زیادتی کسی طرف جائے گی وہ سود کے حکم میں ہوجائیگی۔ اور کھال، سری پائے وغیرہ کو کسی حصہ میں لگانے کا جزئیہ جو شامی نے لکھا ہے وہ ہمارے دیار میں مروج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد شفیع غفرلہٗ

کوکین کی تجارت سے حاصل شدہ روپیہ مسجد میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

سوال ۵۲۸۔ ایک کوکین کی کمائی سے خریدا ہوا مکان مسجد میں دیا گیا ہے اسکی آمدنی مسجد کے کسی کام میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب۔ قال فی الدر المختار من کتاب الاشربۃ وصح بیع غیر الخمر مما مر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون وفی رد المحتار للشامی ثم ان البیع وان صح لکنہ یکرہ کما فی الغایۃ شامی ص۳۱۸ ج۵ ثم قال فی الدر المختار ویحرم اکل البنج والحشیشۃ والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ

لکن دون حرمة الخمر (وقال الشامی نقلاً عن البحر) فقد اتفق علی وقوع طلاق من اکل الحشیشة فتوی مشائخ المذهبین الشافعیة والحنفیة لفتواهم بحرمتها وتادیب باعتها (شامی ص۳۲۱ ج ۵)

عبارت مذکورۂ بالا سے ثابت ہوا کہ شراب کے علاوہ دوسری مسکرات منجمدہ مثل بھنگ، افیون، کوکین وغیرہ کے ان کا حکم شرعی یہ ہے کہ ان کا استعمال بقدر مسکر باتفاق علماء حرام ہے اور فروخت کرنا ان اشیاء کا مکروہ ہے لیکن جب فروخت کرنے تو بیع صحیح ہوگئی یعنی زرثمن پر قبضہ کر لینے سے بائع اس زرثمن کا مالک ہوگیا گو اس کا یہ فعل مکروہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ کوکین فروش کا پیشہ اگرچہ مکروہ ہے لیکن اس کی کمائی اس کی ملک میں داخل ہے اور وہ اس میں ہر قسم کے تصرفات کرسکتا ہے اور اس سے حاصل کی ہوئی جائداد کو وقف بھی کرسکتا ہے۔ اگرچہ مناسب اس کے لئے یہ ہے کہ مسجد یا دیگر اوقاف میں ایسی کمائی صرف نہ کرے (کما صرح بالشامی فی کتاب الصلاۃ) لیکن اگر کسی نے اس کمائی کی جائداد کو مسجد بنا دیا۔ یا وقف کر دیا تو اس وقف کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کما صرح به فی الاسعاف ص۱۲ اذا وقف الحر العاقل البالغ ارضه او دارہ او ما جری التعارف بوقفه من المنقولات وهو غیر محجور علیه ولا مرتد یصح لانه عمل عامة العلماء انتهی اور وہ مسجد بلاشبہ مسجد ہے۔ اس کے تمام آداب و احکام مثل دیگر مساجد کے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازی کسی اونچی یا نیچی زمین پر نماز پڑھتا ہو تو سامنے گذرنے کا حکم۔

سوال ۵۲۹۔ ایک شخص ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہے جو سطح زمین سے ایک ہاتھ نیچی ہے پس زمین پر چلنے والا شخص مار بین یدی المصلی بنکر گنہ گار تو نہ ہوگا۔ علی ہذا اگر اس کا برعکس ہو تو تب کیا حکم ہے۔ کیا یہ سطح بوستره کے حکم میں ہو جائے گی اور مسجد اور صحرا میں اس کا حکم ایک ہی یا جدا؟

الجواب۔ مسجد میں تو مطلقاً یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے کو گذر گیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور یہ فعل مکروہ ہے۔ البتہ صحرا کا یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص سطح مستوی پر نماز پڑھ رہا ہے تو مار ار موضع سجود کی گذرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص بلند یا پست جگہ نماز پڑھتا ہے تو بقدر ایک ہاتھ کے بلندی اور پستی کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اس صورت میں محاذاۃ اعضاء کا اعتبار ہے یعنی اگر گذرنے والے کے اعضاء مصلی کے اعضاء کے محاذی ہوں تو گذرنا مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ شرح منیہ میں اس مسئلہ کو خوب مفصل لکھا ہے۔ اور بہت سے اقوال نقل کرکے نہایہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے وفی النھایة الاصح انه ان کان بحال لو صلی صلاۃ الخاشعین بان یکون بصرہ حال قیامه الی موضع سجودہ لا یقع بصرہ علی المار لا یکرہ وما صحح فی النھایة مختار فخر الاسلام ورجحه فی النھایة بانه اذا صلی علی الدکان وحاذی اعضاءہ اعضاء المار یکرہ المرور علی ما ذکر فی الهدایة وغیرها وان کان المار اسفل وهو لیس

موضع سجودہ یعنی انہ لو کان علی الارض لم یکن سجودہ فیہا لان الغرض انہ یسجد علی الدکان فکان موضع سجودہ دون محل المرور ضرورۃ ومع ذلک یثبت الکراہۃ اتفاقاً اھ والذی یظھر ترجیح ما اختارہ فی النھایۃ من مختار فخر الاسلام الخ فقط مسعود احمد۔

الجواب صحیح۔ وتعمیر المسجد مبنی علی الاحتیاط والا فالکبیر منہ فی حکم الصحرا ء بندہ محمد شفیع غفرلہ

حلق کے بال منڈوانے کا حکم اور سفید بال اکھاڑنے کی کراہت۔

سوال ۵۳۰۔ حلق کے بالوں کو استرے سے صاف کرنا جائز ہے یا نہیں ہ (۲) سفید بالوں کو اکھاڑنا برائے تزیین کیسا ہے ہ (۳) سر کے بالونکو حلق کرنا مسنون ہے یا نہیں۔ ہ

الجواب۔ حلق کے بالوں کو منڈوانا علامہ شامی رحمۃ اللہ نے ممنوع لکھا ہے قال العلامۃ الشامی فی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ولا یحلق شعر حلقہ الخ شامی جلد خامس ص ۲۸۲ مطبوعہ مصر (۲) مکروہ ہے۔ قال فی الدر المختار ولا باس بنتف الشیب۔ قیدہ فی البزازیۃ بان لا یکون علی وجہ التزیین (۳) سنت ہے کما قال العلامۃ الشامی وذکر الطحاوی ان الحلق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلاثۃ الخ فقط۔ کتبہ مسعود احمد

الجواب صحیح حلق کے بالوں کے منڈوانے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے شامی سے جو قول منقول ہوا ہے وہ امام صاحب کا مذہب ہے اور اسی میں احتیاط ہے لیکن امام ابو یوسف سے جواز منقول ہے کما فی العالمگیریہ وعن ابی یوسف لا باس بذلک انتھیٰ ص ۳۵۹ ج ۵ فقط بندہ محمد شفیع غفرلہ۔

جبراً طلاق لکھوائی گئی تو طلاق نہیں پڑی جبکہ زبان سے لفظ طلاق نہ کہا ہو

سوال ۵۳۱۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ زید اپنی سسرال گیا اس کی سسرال والوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور طلاق نامہ لکھکر اس پر جبراً انگوٹھا زید سے لگوالیا لیکن زید نے زبان سے الفاظ طلاق نہیں کہے اس صورت میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ شامی جلد ثانی طلاق مکرہ کے بیان میں ہے وفی البحران المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا کذا فی الخانیۃ الخ بناءً علیہ زید کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں۔ فقط مسعود احمد۔ الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

تمت الحصۃ الرابعۃ من امداد المفتین وبعاتہ الجلد الاول منہ

وستتلوھا الحصۃ الاولیٰ المجلد الثانی انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

اختیار الصواب
فی
مختلف الابواب

بعد الحمد والصلوٰۃ

احقر کے فتاوی اور دوسرے مؤلفات کے متعلق کبھی خود نظر ثانی کے وقت اور کبھی کسی بزرگ یا دوست کے متنبہ کرنے سے جہاں کہیں حذف واز دیاد یا رجوع و تغییر کی ضرورت محسوس ہوئی اس کو اختیار الصواب کے عنوان سے امداد المفتین کا جزو قرار دیتا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں اس وقت مندرجہ ذیل فتوی درج ہوتا ہے۔

متعلقہ امداد المفتین جلد چہارم ص ۳۴۳

رسالہ المفتی بابت ماہ رجب ۱۳۵۸ھ امداد المفتین کی صفحہ ۳۴۳ پر مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق ارقام ہے کہ نہ حدیث نہی عن الصلوٰۃ فی المقبرۃ عام ہے تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف کی دلیل تعامل سلف ہے کہ نماز جنازہ قرون اولی سے لیکر عہد ائمہ تک اور زمانہ مابعد میں بھی مقابر میں پڑھنے کا دستور نہ تھا اور روایات فقہیہ بھی اس بارہ میں صریح ہیں کہ مقبرہ میں نماز مطلقاً ممنوع ہے۔ البتہ ایسی صورت میں کہ مقبرہ کی کسی جانب میں جگہ مقابر سے خالی ہو اور قبریں سامنے قبلہ کے نہ ہوں یا اتنی دور ہوں کہ نمازی کی نظر بحالت خشوع ان پر نہ پڑے۔ یا کوئی حائل مثل دیوار وغیرہ کے درمیان میں ہو تو پھر نماز مطلقاً خواہ جنازہ کی ہو یا فرائض الوقت میں سے ہو جائز ہے۔ وذلک لما فی العالمگیریۃ وفی الحاوی وان کانت المقبرۃ ما وراء المصلی لا یکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لا یکرہ انتہی

اس پر اشکال یہ ہے کہ جس میت کو بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کیا ہو اس پر تین روز تک اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کو فقہاء جائز لکھتے ہیں تو آیا وہاں بھی سترہ کی ضرورت ہوگی یا نہ۔ اگر چند قبروں کے بیچ میں ہو تو اس وقت کس طرح نماز پڑھی جائے گی؟

تتمہ جلد اول فتاوی امدادیہ صفحہ ۴۹ پر مولانا سلمہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ قبر نعش سے زیادہ نہیں اور نعش کے سامنے ہونا جائز ہے تو قبر کے بدرجہ اولی جائز ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۱۱۲ پر ہے کہ قبریں ہیں اگر نماز جنازہ کی پڑھ دلیوے تو درست ہے مگر خارج از قبور ہونا بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہے۔ اور امداد المفتیین کی عبارت سے کراہت معلوم ہوئی اور عالمگیری کی عبارت میں نماز غیر جنازہ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فقط غیر اولیٰ فرمایا ہے اس میں تو کسی کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ یہ بات کچھ کھٹکتی ہے کہ مولانا تھانوی سلمہٗ نے جو فرمایا ہے کہ (قبر نفس نعش سے زیادہ نہیں) قبر کو نعش کے مساوی جاننا محل تامل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ نعش مردہ مثل نائم کے ہے اور نائم کے سامنے پڑے رہنے سے نماز جائز ہے بخلاف قبر کے جو کہ قبر پرستی کے مشابہ ہے جو تحقیق ہو ارقام فرماویں۔ براہ عنایت عبارات فقہیہ نقل فرماویں۔

الجواب۔ اصل جواب وہی ہے جو حضرت حکیم الامۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ جنازہ صلوٰۃ نہیں بلکہ دعا ہے اس لئے نعش پر اور قبر پر جائز ہے تو قبرستان میں بھی جائز ہے نہی عن الصلوٰۃ فی المقابر سے مراد نہی عن الصلوٰۃ الحقیقۃ ہے۔ مگر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے میں نہی عن الصلوٰۃ فی المقبرۃ کے ظاہری عموم کی بھی رعایت کرلی گئی ہے کہ صلوٰۃ سے گو مراد حقیقیہ ہے مگر لفظ بظاہر عام ہے جو صلوٰۃ جنازہ کو بھی فی الجملہ شامل ہے اسلئے احتیاط اولیٰ ہے۔ باقی حضرت مولانا کے فتوے پر جو آپ نے شبہ کیا ہے اس سے بڑھکر شبہ صلوٰۃ علی القبر پر واقع ہوگا۔ حالانکہ بالاجماع جائز ہے۔ دوسرے نعش مُردہ کو مثل نائم کے کہنا غلط ہے۔ نماز سجدہ و رکوع کیساتھ نعش مردہ کو آگے رکھکر مکروہ ہے اور نائم کے سامنے جائز ہے۔ دونوں کی مساوات غیر مسلم ہے۔ اور نماز جنازہ میں قبر پرستی کا شبہ ہی نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ ظفر احمد عفا عنہ ۱۵ شعبان ۵۷ھ

الجواب:۔ جناب کا سوال اور امداد الفتاویٰ۔ اور فتاویٰ رشیدیہ کے جوابات اور مولانا ظفر احمد صاحب کا جواب دیکھا۔ ان سب کو دیکھکر اب یہی صواب معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ قبور کے درمیان بھی جائز ہے اور کراہتہ صلوٰۃ عین المقابر صلوٰۃ حقیقیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ صلوٰۃ جنازہ عام صلوٰۃ کے مفہوم میں درحقیقت داخل نہیں اسکے لئے مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور مستقل دلیل اس کی کراہتہ بین القبور پر کوئی ہے نہیں۔ بلکہ صلوٰۃ علی القبر کا جواز اس کے جواز کی دلیل ہے اس لئے پہلے جواب سے رجوع کرتا ہوں۔ فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وجزاکم اللہ تعالیٰ علی ما اہتمونا۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ خادم دار العلوم دیوبند۔ ۱۵ رمضان ۵۷ھ

ایضاً متعلقہ امداد المفتیین حصہ چہارم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض یہ کہ المفتی بابت جمادی الاول ۵۷ھ امداد المفتیین کے صفحہ ۱۹ جواب پر جو سوال وجواب بچھڑے کٹڑے کے ذبح کرنیکے متعلق مسئلہ درج ہے اسکی مزید تحقیق کیلئے جناب کو تکلیف دیتا ہوں۔ چونکہ یہ مسئلہ ہمارے کثیر الوقوع ہے اور اس سوا آجتک کسی علماء نے اس کی نفی نہیں کی۔

سائل نے کثرت سے بچوں کے ذبح کرنے کی نفی میں ایک تو امام صاحب کا قول پیش کیا ہے۔ یجوز للمکلف ان یذبح الفصلان والحملان والعجاجیل حین ولدت من الشاۃ والجاموس والناقۃ۔ فصلان وحملان وعجاجیل کی کیا تعریف اور کتنی عمر ہونے تک اس کا ذبح ممنوع ہے۔ حین ولادۃ سے لیکر کتنی عمر تک ممنوع ہے۔ دوسرے سائل نے نفی میں حدیث دارمی ارقام فرمائی ہے۔ قالت امرأۃ ان لا یذبح لہم الا ابنہ صغیر عاجز فاتیا الرجل والمرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقص ذلک الامر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الامن ذبح الفصلان والحملان والعجاجیل لیس لہم شفاعۃ ولہم حب الحزن ولہم خزی فی الدنیا وعوقب فی النار او نظلم عظیم۔ آیا صغیر عاجز کو کہاں تک کھلایا جائے گا۔ اس کی حد کیا ہے اور حدیث کس درجہ کی ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ حدیث موضوع کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ فعل تھوڑا ہو عقوبت سخت اس میں درج ہو۔ اس حدیث میں یہ علامت درج ہے۔ کیونکہ اپنی ملک میں جائز طریق سے تصرف کرتا ہے۔ اگر یہ حدیث ثابت اور صحیح ہے تو بس نفی ذبح میں سائل کے یہ دونوں دلیل صریح نص ہیں۔

در جواب میں جو فصلان وحملان کے ذبح کی نفی میں حدیث ابن عباس پیش کی گئی ہے قال لا تتخذ وا شیئا فیہ الروح غرضا (رواہ مسلم) اس پر نووی نے غرض کی شرح میں فرمایا ھذا النہی للتحریم لعن اللہ من فعل ھذا ولانہ تعذیب للحیوان واتلاف لنفسہ وتضییع لمالیتہ۔ یہ حدیث فصلان وحملان کے ذبح کی نفی پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ ہر اس جانور پر صادق آتی ہے جس کو ایذاء دیکر فقط مارا جاوے، اور پھر پھینک دیا جاوے کسی کام میں نہ لایا جاوے۔ اسلئے ایذاء وتضییع کی نفی ہوئی جیسے شکاری تیر وبندوق سے کسی جانور کو بے ضرورت مار کر پھینک دیتے ہیں۔ اگر ضرورت لاحق ہو تو ممنوع نہیں، اور ضرورتیں دو ہیں ایک جانور کا موذی ہونا۔ دوسرا حلال ہونا۔ پس اگر موذی کو مارا جاوے پھر مارنے کے بعد اگر وہ ایسا جانور ہے کہ قابل کھانے کے ہے کو کھالیا جاوے اور اگر حرام ہے لیکن اس کا کوئی جزو قابل نفع ہے جیسا چمڑا وغیرہ تو وہ دباغت سے کام میں لایا جاوے اسلئے امام صاحب کے نزدیک شکار حرام وحلال جائز ہے بامر فاصطادوا۔ دیکھو اس جواب میں دوسری حدیث عن عبد اللہ ابن عمر میں صریح تضییع کی نفی کی گئی ہے قال ان یذبحھا فیاکلھا ولا یقطع راسھا فیرمی بھا۔ فصلان وحملان کو تو ذبح کر کے کھایا جاتا ہے۔

پس جو اہل مویشی دودھ پر گذران کرتے ہیں تو کٹروں کو ذبح کر کے کھاتے ہیں تو ان پر اتلاف وتضییع مال صادق نہیں آتا البتہ فصلان پر رحم کی غرض سے ممنوع ہے تو اس نص کی وجہ سے قیاس ساکت ہے۔

الجواب۔ بعد الحمد والصلوٰۃ۔ مرسلہ سوال وجواب کا مطالعہ کیا اور امداد المفتین کے فتوے پر مکرر نظر کی اس میں سائل کے بیان سے یہ ترشح ہوتا تھا کہ جانوروں کے بچے بوقت ولادت ذبح کر دینے سے اس کے سوا کوئی فائدہ متصور نہیں کہ دودھ سالم بچ جائے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ابتداء ولادت کے وقت گوشت عادۃً کھانے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس فتوے کا منشاء یہ تھا کہ جب بچے کے ذبح کرنے سے کوئی فائدہ نہیں محض اسکو

دودھ بچانے کے لئے ضائع کرنا مقصود ہے تو یہ صورت ناجائز ہے۔ اس کی دلیل میں احادیث مندرجہ فتویٰ پیش کی ہیں۔ لیکن جناب کے بیان سے معلوم ہوا کہ مذبوحہ بچہ بے فائدہ ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے گوشت اور چمڑے وغیرہ سے نفع اٹھا لیا جاتا ہے تو یہ صورت دوسری ہے۔ اس میں حکم یہی ہے کہ ذبح کرنا جائز ہے اور ذبیحہ تو ہر صورت میں حلال ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم کتبہ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ خادم دار العلوم دیوبند ۲۶ رمضان ۱۳۴۸ھ

المقالة المرضية في حكم سجدة التحية

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلم انه قد اجتمعت كلمة الامة المحمدية على صاحبها الصلوٰة والسلام على ان السجود لغير الله تعالى ان كان على وجه العبادة والتقرب اليه فهو كفر بواح وارتداد واضح اعاذنا الله تعالى منه وهو مما يستحيل ان يباح في شريعة من الشرائع او لامة من الامم في وقت من الاوقات ولم ير وان احد ممن ينتحل الى الملة الاسلامية او غيرها من الاديان السماوية من جوزه او ارتكبه وان كان على وجه التحية والتعظيم لا العبادة فالمسجود له ان كان مما لا يسجد اليه الا الكافر وكان السجدة اليه من شعائر الكفرة كالسجود للصنم والشمس او لغيرها من الابنية والاشجار التي عرفت في بلادنا من معبودات البراهمة فهو ايضا كفر اجماعا لا يختلف فيه اثنان ولا ينتطح فيه عنزان۔ وذلك

ترجمة المقالة المرضية في حكم سجدة التحية

(مسمّٰی)

اعلال التعليم في حكم سجدة التعظيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ جاننا چاہئے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی چند صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم جدا ہے۔

سجدۂ عبادت اُمّتِ مسلمہ کا قرناً بعد قرن اس بات پر اتفاق رہا اور ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا خواہ وہ انسان زندہ ہو یا مردہ خواہ وہ از قبیل جمادات ہو یا حیوانات۔ الغرض کوئی بھی خدا تعالیٰ کے سوا ہو اس کو سجدۂ عبادت و بندگی کی نیت و ارادہ سے کیا جاوے اور اس کو معبود قرار دیکر سجدہ کریں تو یہ سجدہ صریح کفر و خروج عن الایمان ہوگا۔ اور اس کا مرتکب یقیناً کافر مرتد ہو جاوے گا۔ (حق تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے آمین)۔

اذ نا نحكم بالظاهر وظاهره لا يسمع التاويل فان من سجد للصنم والشمس او ذهب الى الكنائس مع شد الزنار

ثم ذهب يتأول بانه لم يفعل ذلك عبادة بل تحية وتعظيما فقد كذب الظاهر وان اعتبرت امثال هذه التاويلات اعني امر الزنديق كافرا اذ ان عبدة الاصنام كلهم يزعمون انهم انما يعبدون ليقربوهم الى الله زلفى. نعم كان هذا الحكم مقصورا على الظاهر احكام الدنيا وامر الباطن والحقيقة فهو مفوض الى عالم السرائر والضمائر.

وذلك لما في الاعلام بقواطع الاسلام للعلامة ابن حجر الهيتمي عن المواقف وشرحها ان من صدق بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم ومع ذلك سجد للشمس كان غير مؤمن بالاجماع لان سجوده لها يدل بظاهره انه ليس بمصدق ونحن نحكم بالظاهر فلذلك حكمنا بعدم ايمانه (الى قوله) حتى لو علم انه لم يسجد لها على سبيل العبادة واعتقاد الالهية بل سجد لها وقلبه مطمئن بالتصديق لم يحكم بكفره فيما بينه وبين الله وان اجري عليه حكم الكافر في الظاهر. انتهى[1]. ومثله في كتاب الزواجر لابن حجر[2] حيث قال في معنى ذلك كل من فعل فعلا اجمع المسلمون على انه لا يصدر الا من كافر وان كان مصرحا بالاسلام كالمشي الى الكنائس مع اهلها بزيهم من الزنانير وغيرها.

والحاصل ان السجود لغير الله تعالى ان كان بقصد العبادة او على وجه يكون شعار الكفرة ولعله بظاهره انه للعبادة وان انكر قصد العبادة فهو كفر[3] اجماعا بقي ما لم يقصد فيه العبادة لغير الله ولم يقع

اور یہ سجدۃ العبادۃ کبھی کسی مذہب حق اور دین آلہی میں مشروع اور مباح نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی اہل علم نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ میں سے اسکو کسی وقت جائز قرار دیا ہے۔ بلکہ تمام علماء سلف وخلف کا اجماع کفر وارتداد ہونے پر رہا ہے!

سجدۂ تعظیم البتہ سجدۂ تعظیم یعنی حق تعالیٰ کے غیر کو سجدۂ بندگی وعبادت کے قصد سے تو نہ کریں بلکہ محض ادب وتعظیم کے طور پر جیسے قیام تعظیم کیا جاتا ہے، اسی طرح سجدۂ تعظیمی کیا جاوے اس کے حکم میں تفصیل ہے اگر یہ سجدۂ تعظیم ان چیزوں کو کیا جاوے جن کو سجدہ کرنا خاص کفر کی علامت اور کفار کا شعار ہے جیسے بت یا پیپل کا درخت یا گنگا، جمنا یا چاند سورج وغیرہ تو یہ سجدۂ تعظیم بھی باجماع امت اور باتفاق علماء کفر وشرک ہے اس کا کرنے والا کافر مرتد ہے: اگرچہ اس کا مرتکب نیت عبادت کی نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ احکام شریعت ظاہر عمل سے متعلق ہیں نہ نیات سے۔ البتہ ممکن ہے کہ عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ وہ مومن ہو۔ مگر احکام دنیا

[1] اعلام على هامش الزواجر ص۳۳ ج۲ ۱۲ منہ [2] زواجر ص۲۴ ج۱ ۱۲ منہ [3] نعم ان ثبت عذره من الاكراه وامثاله او علم باليقين انه فعله استهزاء وسخرية فلا يحكم بكفره كما في الزواجر ص۲۳ ج۱ ومثله في الاعلام ص۳۴ ج۲ ۱۲

لمسجود اللہ کفرۃ فاختلفوا فی کونہ کفراً وارتدادا۲ بعد ما اتفقوا علی انہ حرام ومعصیۃ کبیرۃ یخشی علیہ الکفر کما فی الاعلام عن الروضۃ للنووی ولیس من ھذا ما یفعلہ کثیرون من الجہلۃ الظالمین من السجود بین یدی المشائخ فان ذلک حرام قطعاً بکل حال سواء کان للقبلۃ او لغیرہا وسواء قصد السجود للہ او غفل وفی بعض صورہ ما یقتضی الکفر اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک انتہی۔ وکما فی خطر رد المحتار عن الزیلعی وذکر الصدر الشہید انہ لا یکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیر اللہ تعالیٰ علی وجہ التعظیم کفر۔ وفی الظہیریۃ یکفر بالسجدۃ مطلقاً اھ وفی کراھیۃ الہندیۃ من سجد للسلطان علی وجہ التحیہ او قبل الارض بین یدیہ لا یکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ ھو المختار۔ قال الفقیہ ابو جعفر وان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ او لم تحضرہ النیۃ فقد کفر کذا فی جواہر الاخلاطی انتہی۔ ثم من ذہب انہ کفر مطلقاً قال انہ لا فارق بین السجود للصنم والشمس وبین الآباء والمشائخ وغیرہم من المخلوقین ومن فرق بینہما قال ان مشروعیۃ التعظیم والتکریم فی حق الآباء والمشائخ وامثالہم وجواز السجود لہم فی الشرائع السابقۃ کما فی قصۃ یوسف للابوین وفی قصۃ آدم علیہ السلام للعالم الاکبر منہم قامت شبہۃ دارئۃ لکفر من سجد لہم وعند وقوع الشبہۃ لا نحکم بالکفر وان کان علی شفا حفرۃ منہ خیرات ۱۲ لخطر الحکم بکفر مسلم ھذا۲ ملخصاً مافی الاعلام[۳] بعد ما ذکر استشکال العز بن عبد السلام الفرق بینہما و

کے لحاظ سے اس کا مرتکب کافر شمار ہوگا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی اپنی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام میں شرح المواقف سے نقل فرماتے ہیں۔ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو تسلیم کرے اور اس پر ایمان لائے۔ اور باینہمہ آفتاب کو سجدہ کرے تو وہ بالاجماع مومن نہیں۔ اس لئے شمس کو سجدہ کرنے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن نہیں۔ (ورنہ ایسی حرکت جو کہ بظاہر کفر ہے اختیار نہ کرتا۔) اور ہمارا حکم باعتبار ظاہر کے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے مومن نہ ہونے کا حکم دیا گیا۔ ہاں اگر ہم کو یہ امر محقق ہوجائے کہ وہ سجدہ عبادت کے خیال سے نہیں کرتا اور اس کا اعتقاد یہ نہیں کہ آفتاب اس کا رب ہے۔ اور اس کا دل ایمان سے پر ہے تو دیانۃً اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ لیکن قضاءً اس کو کافر کہیں گے۔ (اور تمام معاملات اس کے ساتھ وہی کئے جائیں گے جو کفار کے ساتھ کئے جاتے ہیں)۔

نیز کتاب الزواجر مصنفہ ابن حجر[۴] میں ہے کہ جو شخص کوئی ایسے کام کرے کہ جو سوائے کافر کے کسی دوسرے سے صادر نہیں ہوسکتا تو وہ شخص کافر کہا جائے گا۔ (یعنی قضاءً نہ دیانۃً) اگرچہ وہ اعلانیہ

---

[۱] اعلام بقواطع الاسلام ص ۳۴ ج ۲۔ ۱۲ منہ [۲] رد المحتار استمبولی ص ۳۳۸ ج ۵۔ ۱۲ منہ [۳] عالمگیری کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون ص ۳۶۸ ج ۵ طبع مصر ۱۲ [۴] اعلام ص ۳۳ ج ۲ ۱۲ منہ

وبعضہا لفاظہ وعلیٰ ھذا فہذا الجنس (یعنی سجود التعظیم) قد ثبت للوالد ولو فی زمن من الازمان وشریعۃ من الشرائع فکان شبہۃ دارئۃ لکفر فاعلہ بخلاف السجود لنحو الصنم او الشمس فانہ لم یرد ھو ولا مایشابہہ فی التعظیم فی شریعۃ من الشرائع فلم یکن لفاعل ذلک شبہۃ لا قویۃ ولا ضعیفۃ فکان کافرا ولا نظر لفصل التقریب فیما لم ترد الشریعۃ بتعظیمہ بخلاف ما وردت بتعظیمہ فافہم ذلک فانہ مع الاستشکال والتفہم الجواب عنہ۔

ھذا بیان مذاہب الامۃ فی السجود لغیر اللہ تعالیٰ وتفصیل احکامہ ویستشکل علیہا قولہ تعالیٰ۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا۔ الآیۃ

والجواب عنہ ما فی احکام القرآن للجصاص[۱] وقد کان السجود جائزا فی شریعۃ آدم علیہ السلام للمخلوقین ویشبہ ان یکون قد کان باقیا الی زمان یوسف علیہ السلام فکان فیما بینہم لمن یستحق ضربا من التعظیم ویراد اکرامہ وتبجیلہ بمنزلۃ المصافحۃ والمعانقۃ فیما بیننا وبمنزلۃ تقبیل الید وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اباحۃ تقبیل الید اخبار وقد روی الکراہۃ الا ان السجود لغیر اللہ تعالیٰ علی وجہ التکرمۃ والتحیۃ منسوخ بما روت عائشۃ وجابر بن عبد اللہ وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما ینبغی لبشر ان یسجد لبشر ولو صلح لبشر ان یسجد لبشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا من عظم حقہ علیہا لفظ حدیث انس بن مالک۔

اپنا اسلام کو ظاہر کر رہا ہو جیسے یہودیوں کی کنیسہ میں یہودی کی ساتھ اُن کے طریقہ پر زنار وغیرہ پہنکر جانا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خدا کے غیر کو سجدہ کرنا عبادت کی نیت وارادہ سے یا ایسی نیت وکیفیت سے کہ یہ معلوم ہو کہ عبادت کے طور پر سجدہ کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ نیت عبادت کا منکر ہو تب بھی اس کا مرتکب بالاجماع کافر ہے۔

سجدۂ تعظیم کی دوسری صورت دوسرا سجدۃ التحیۃ وہ ہے کہ اس میں قصد غیر اللہ کی عبادت کا نہ ہو۔ اور سجدہ بھی ان اشیا کی طرف نہ ہو جن کو کفار سجدہ کیا کرتے ہیں۔ اور جن کی طرف سجدہ کرنا شعار کافروں کا سمجھا جاتا ہے۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا کہ وہ بھی کفر ہے۔ اور بعض نے اس کا انکار کیا۔ لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کا مرتکب قریب بالکفر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں امام زیلعیؒ سے منقول ہے کہ اس سجدہ کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی نیت عبادت کی نہیں بلکہ تعظیم وتحیۃ مقصود ہے۔ اور امام شمس الائمۃ السرخسی فرماتے ہیں کہ اس سجدہ کی وجہ سے بھی کافر ہو جاویگا۔ کیونکہ سجدۂ غیر اللہ کو بنیۃ تعظیم کرنا کفر ہے۔ اور فتاوی ظہیریہ میں لکھا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے خواہ کسی نیت وقصد سے ہو انسان کافر ہو جاتا ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ جو سلطان اور بادشاہ کو سجدہ عبادت کی نیت سے اور عبادت سمجھکر کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اسی طرح وہ شخص جس نے سجدہ کرتے وقت کوئی نیت نہ کی ہو (یہ قول جواہر اخلاطی میں منقول ہے۔) عالمگیری کتاب الکراہتہ میں لکھا ہے کہ جو بادشاہ کو سجدہ بہ نیت تعظیم کرے اور زمین کو بادشاہ کے سامنے چومے تو کافر نہیں ہوتا۔ مگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ قول مفتی بہ ہے

[۱] احکام القرآن للجصاص ص۳۲ جلد ۱۔ ۱۲ منہ

قال العبد الضعیف غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ان ملاحظۃ ما اختصت بہ الامۃ الامیۃ من المزایا فی الاحکام واحکامہا وما تکفل الحق سبحانہ وتعالیٰ لہا من حفظ ھذہ الشریعۃ واعلامہا انہا قد حمیت عن اسباب الشرک ودواعیہ کما جنبت عن عینہ ودواھیہ فان من حام حول حمی اوشک ان یقع فیہ بخلاف الامم السابقۃ فانہا قد حرم علیہا عین الکفر والشرک ولم یحرم علیہم کل ما عسیٰ ان یکون سبباً للابتلاء بہ. الا تری ان التصاویر والتماثیل وصنعہا کانت مباحۃ فی الشرائع السابقۃ کما فی قولہ تعالیٰ وَيَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ الآیۃ وقولہ تعالیٰ وَاَخْلُقُ لَكُمْ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ وامثالہ ولکن استعمالہا للتعظیم والتکریم صار ذریعۃ الی الابتلاء بالشرک فنہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ھذہ الامۃ عنہ،

ومن ھذا القبیل نہیہ علیہ السلام عن الصلوٰۃ وقت الطلوع والغروب والاستواء والشمس فی الظہیرۃ کما رواہ السنۃ ونہیہ علیہ السلام للعبید ان ینادوا سیدھم بیا ربّ وللسید ان ینادی عبدہ بیا عبدی کما اخرجہ مسلم فی الصحیح حذراً ان یکون ذلک فی مدی الدھر ذریعۃ الی الشرک وعبادۃ المخلوقین فتہلک الامۃ کما ھلک من قبلہا من الامم

جو لوگ کہ سجدۂ غیر اللہ کو مطلقاً کفر کہتے ہیں، تو اس میں ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جیسے سجدۂ آفتاب اور بت وغیرہ کو کرنا کفر ہے. اسی طرح اپنے آباء و مشائخ کو مخلوقات میں سے (اور اولیاء اللہ کو مزارات کو) سجدہ کرنا بھی کفر ہے (خواہ کسی بھی نیت و ارادہ سے ہو)۔

اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ آباء و مشائخ کیلئے سجدہ کرنا پہلی امتوں کیلئے جائز تھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا (تو چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ کفر اور اس کے افعال کی اجازت کبھی کسی مذہب سماوی میں نہیں ہوئی) تو آباء و مشائخ عظام کو سجدہ بطور تعظیم کے کرنا مماثل و مشابہ سجدۂ آفتاب مبت وغیرہ کے نہیں. کیونکہ آفتاب وبت و درخت وغیرہ جن کو سجدہ کرنا کفار کا شعار ہے. ان کی تعظیم کا امر اور ثبوت امم اسلامیہ اور ملل حقہ اور ادیان سماویہ میں کہیں بھی نہیں.

الغرض چونکہ سجدۂ تعظیمی آباء اور مشائخ عظام کے لئے ہم سے پہلی شریعتوں میں مشروع تھا اگرچہ ہماری اُمت کے لئے حرام قطعی ہوگیا مگر جواز سابق کی بناء پر اس کا فعل کفر ہونا مشتبہ ہوگیا. اور یہ اصول مسلم ہے کہ اگر کوئی شبہ کسی کے کافر ہونے میں واقع ہو جائے تو اس پر حکم کفر جاری نہیں کیا جائے گا. لہذا جو آباء یا مشائخ کو سجدۂ تعظیمی کرے۔ اس پر حکم کفر نہیں لگایا جائے گا. اگرچہ وہ شخص کافر ہونے کے قریب ہو جاتا ہے۔ (کتاب الاعلام ص۳۴ ج ۳)

چنانچہ کتاب الاعلام میں لکھا ہے. چونکہ سجدۂ تعظیمی آباء و مشائخ کے لئے پہلی شریعتوں میں جائز اور مشروع تھا. تو اب سجدۂ تعظیمی جو کہ آباء یا مشائخ کو کرے اس کے مرتکب کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا. کیونکہ اب اس کے فعل کفر ہونے میں جزم باقی نہ رہا. (کیونکہ جب وہ کسی شرع میں مشروع ہے تو معلوم ہوا کہ وہ فعل کفر نہیں) اور سجدۂ آفتاب اور سجدۂ

فاذا تقرر هذا فقد حصحص الحق فی سجود التحیة انه لیس بکفر ولا شرک فی نفسه ولهذا أبیح فی الشرائع السابقة الا انه صار ذریعة الی الشرک فی القرون الخالیة فضلوا وهلکوا. فاقتضت العنایة الالٰهیة لحفاظ الامة ان یحرم علیها السجود لغیر الله مطلقًا وان کان من قصد العبادة علی لون بعید. فنسخ ما کان علیه الامم السابقة من جواز السجود بقصد التحیة والتکریم. هذا.

ولا یقال کیف نسخت اٰیة القرآن المبین بخبر الواحد لانا نقول ان الروایة التی قالت الامة بکونها ناسخة قد بلغت حد الشهرة بل التواتر کما بینه حجة الله فی الارض شیخنا اشرف المشائخ فی هوامش تفسیره بیان القرآن وهذه عبارته بلفظه سجدة التحیة کان مشروعًا فی شرع من قبلنا ونسخ فی شرعنا والناسخ ما رواه الترمذی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لو کنت اٰمرًا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها وفی العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح اه وقال الترمذی وفی الباب عن معاذ بن جبل وسراقة بن مالک وصهیب عقبة بن مالک بن جعشم وعائشة وابن عباس وعبد الله بن ابی اوفی وطلق بن علی وام سلمة وانس وابن عمر اه وفی نیل الاوطار وقد روی حدیث ابی هریرة المذکور البزار باسناد فیه سلیمان بن داؤد الیمامی وهو ضعیف واخرج قصة معاذ المذکورة فی الباب والتی عزاها لماتن الی احمد وابن ماجه عن عبد الله بن ابی اوفی) البزار باسناد رجاله رجال الصحیح واخرجها ایضًا البزار والطبرانی باسناد اٰخر وفیه النهاس بن قهم وهو ضعیف واخرجها ایضًا البزار والطبرانی باسناد اٰخر رجاله ثقات وقضیة السجود ثابتة عن حدیث ابن عباس عند البزار ومن حدیث سراقة عند الطبرانی ومن حدیث عائشة عند احمد وابن ماجه ومن حدیث عصمة عند الطبرانی وعن غیر هؤلاء و حدیث عائشة الذی ذکره المصنف ساقه ابن ماجه باسناد فیه علی بن زید بن جدعان وفیه مقال وضعفه کثیرون ووثقه بعضهم واخرج له مسلم مقرونًا بغیره کما فی التهذیب) وبقیة اسناده من

بُت وغیرہ کو کرنا یہ ایسا نہیں۔ کیونکہ یہ کبھی جائز نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا ہے تو اس کا مرتکب ضرور کافر ہوگا، کیونکہ یہاں پر اس کے جائز ہونیکا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اور پہلی صورت میں جائز ہونے کا شبہ ممکن تھا۔ اور جن امور کی تعظیم اسلام میں مشروع نہیں ان کو سجدہ کرنے کی نیت کا اعتبار بالکل نہ ہوگا کہ وہ یہ کہے کہ میں نے سجدۂ تعظیم کے لئے کیا ہے نہ عبادت کیلئے اور مشائخ کو جو سجدہ کرے، اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیت عبادت کی سجدۂ مشائخ میں ہو تو اس کا فاعل کافر ورنہ عاصی ہوگا۔ اور فعل تو گناہ کبیرہ ہوگا۔ یہانتک بیان تھا مذاہب کا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

قرآن کریم میں وارد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکۃ اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ کیا اور تمام

رجاله الصحيح رواه وهذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فانه لا ياتي الا بالصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع) وحديث عبد الله بن ابي اوفى ساقه ابن ماجه باسناد صالح مختصرا وفي الترغيب للمنذري بعد رواية انس بن مالك مع قصة الجمل رواه احمد باسناد جيد رواته ثقات مشهورون والبزار بنحوه ورواه النسائي مختصرا وابن حبان في صحيحه من حديث ابي هريرة بنحوه باختصار وفيه بعد رواية قيس بن سعد رواه ابو داؤد وفي اسناده شريك وقد اخرج له مسلم ووثق (قلت لما سكت عنه ابو داؤد فهو حجة عنده) وفيه بعد حديث ابن ابي اوفى رواه ابن ماجه وابن حبان في صحيحه اه وساق في كنز العمال بهذا الحديث متونا عديدة وطرقا كثيرة نسرد منها سوى التي ذكرناها آنفا حاكم عن بريدة وقيس بن سعد ولم يتعقب عليهما السيوطي بل صححهما في الصغير صريحا فهما حديثان صريحان) والترمذي عن النبي الطبراني في الكبير عن ابن عباس والبيهقي عن ابي هريرة وعن ابن حميد عن جابر والطبراني في الكبير وسعيد ابن منصور عن زيد ابن ارقم اه في الخصائص الكبرى روايات كثيرة منها

مقرب بارگاہِ احد فرشتے جن میں حضرت جبرئیلؑ ومیکائیلؑ جیسے مقرب بھی شامل تھے، تمام ملائکہ کیساتھ سجدہ میں گر گئے اور یہ بحکم خداوند تعالیٰ ہوا۔ اور سجدہ نہ کرنے سے شیطان ذلیل وکافر اور شقی ازلی ہوا تو اس تمام تر واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو سجدہ کرنا نہ فقط جائز ہے بلکہ مامور بہ ہے۔

جواب شبہ

امام ابوبکر جصاص حنفی اپنی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ سجدۂ تعظیمی حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بحکم الٰہی جاری کیا گیا تھا۔ اور سب سے پہلے ان کیلئے مشروع ہوا۔ پھر ان کی امت میں بھی مشروع رہا اور غالباً یہ سجدۂ تعظیمی کی مشروعیت برابر باقی رہی یہانتک کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانہ میں بھی ان کے بھائیوں نے انکو سجدہ کیا۔ اور اس زمانہ میں سجدہ غایت تعظیم کے لئے کیا جاتا تھا۔ جیسے کہ ہماری شریعت میں معانقہ تعظیما مشروع ہے۔ اسی طرح دست بوسی بھی بعض علماء کے نزدیک بلاکراہت مشروع اور بعض مکروہ فرماتے ہیں۔ مگر سجدہ کو شرع شریف نے کبھی کسی حالت میں کسی ذات کے لئے جائز نہیں کیا اور نہ ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور سجدۂ تعظیمی کی مطلقاً ممانعت احادیثِ صحیحہ وصریحہ سے قطعی طور سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے جب چاہا کہ حضور علیہ السّلام کو سجدہ کریں تو آپ نے انکو روکدیا۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ سجدہ کی مستحق فقط ذات حق جل وعلا شانہٗ ہے نہ اور کوئی۔ خواہ ولی ہو یا پیر یا نبی ہو یا کسی بزرگ کا مزار وغیرہ۔

الغرض کوئی بھی ہو اس کو سجدہ کرنا قطعی حرام ہے۔ جیسے کہ روایات سے ثابت ہے۔ اور اس کے راوی حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں کہ سب کا ماحاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

روایۃ ثعلبۃ بن ابی مالک عند ابی نعیم وروایت یعلی بن مرۃ عند الطبرانی وابی نعیم وجدت فی قرطاس عتیق بخطی ولم یحضرنی الاٰن من این کنت اخذتہ ان الحدیث رواہ ابوداؤد والطبرانی والحاکم والبیھقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی ھریرۃ والدارمی والحاکم عن بریدۃ واحمد عن معاذ والطبرانی عن سراقۃ بن مالک وصھیب وعقبۃ بن مالک وغیلان بن مسلمۃ ورواہ ابن ابی شیبۃ عن عائشۃ والبیھقی ایضاً عن ابی ھریرۃ کذا فی جمع الجوامع للسیوطی انتھی مافی القرطاس فھذہ اسانید جدیدۃ بعضھا صحیحۃ وبعضھا حسن وبعضھا ضعیف یقوی بآخر فمنتھی ھذہ الاسانید الی عشرین

فرماتے ہیں کہ کسی انسان کو سزاوار نہیں کہ کسی بشر اور آدمی کو سجدہ کرے اور اگر یہ زیبا ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے ازواج اور خاوندوں کو سجدہ کریں۔ اسلئے کہ خاوند کے حقوق زوجہ پر بہت زیادہ ہیں۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی شرعاً قطعی حرام ہے اور اس کا مرتکب عاصی ہے۔ اور یہ فعل گناہِ کبیرہ ہے۔

فائدہ

جہاں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو طرح طرح کی نعمتیں اور فضیلتیں عطا فرمائی ہیں اور کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ فرماکر اس امت کی شان کو دوبالا کیا ہے۔ اسی طرح اس کی ساتھ معاملہ بھی غایۃ رحمت کا معاملہ فرمایا ہے اسی وجہ سے اس اُمت پر اس قسم کے احکام نازل فرمائے گئے ہیں جن سے کہ امت کی پوری طرح گمراہی سے حفاظت ہوا اور جب ایک چیز کو ممنوع کرنا منظور ہوا تو اس شے کی لوازمات اور وہ تمام چیزیں حرام قرار دی گئیں جو کہ ذریعہ ہو سکتی تھیں اس شے تک پہنچنے کا مثلاً زنا حرام کیا تو اسکی ساتھ دواعی بھی حرام کئے گئے۔ بت پرستی حرام کی گئی تو ساتھ جاندار کی تصاویر کا بنانا اور رکھنا یہانتک کہ دیکھنا بھی حرام قرار دیا گیا۔ اور چونکہ آفتاب پرست سورج کو صبح شام پوجتے ہیں لہٰذا اس وقت خاص میں نماز فجر وعصر ممنوع قرار دی گئی محض اس وجہ سے کہ آئندہ کہیں لوگ یہ خیال نہ کرنے لگیں کہ یہ نمازیں تعظیم شمس کے لئے مشروع ہیں اور شرک کی بُری بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اور شریعت غرا میں اس کا بھی پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ الفاظ میں بھی اہل شرک سے ادنیٰ سی مشابہت پیدا نہ ہو۔ تاکہ کبھی ایک عرصۂ دراز کے بعد یہ سبب مشرک نہ ہو جائے اور اُمم سابقہ کی طرح یہ اُمت بھی ہلاک نہ ہو جائے۔

چنانچہ فرمایا کہ غلام اپنے آقا کو یا رب کہکر آواز نہ دیا کرے۔ ادھر آقا کو بھی روکدیا کہ وہ اپنے غلام کو یا عبدی کہکر نہ پکارے۔ اس کی ہی برکت سے یہ امتِ مرحومۂ اسلام باوجودیکہ اپنی عمر کی تیرھویں صدی ختم کر چکی ہے مگر دین میں زیادتی ونقصان، شرک وکفر میں بفضلہ تعالیٰ ایسی مبتلا نہیں ہوئی جیسی پہلی اُمتیں اور بوعدۂ اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُونَ۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ ہمیشہ حفاظت میں رہیگی۔ اور یہ نعمت حفاظت تامہ خاصہ امت اُمیہ کا ہے۔ اور امم سابقہ میں یہ نعمت علی وجہ اکمل بحسب الاحکام نہ تھی کیونکہ

صحابیا لو اقتصرنا علی الطرق لمادۃ والحدیث اذا ردی من عشرۃ فہو متواتر علی القول المختار (کمافی تدریب الراوی) فہذا الحدیث متواتر بالاولی وان اختلف احد فی تواترہ للاختلاف فی العدد الذی یحصل بہ التواتر فلا یمکنہ ان ینکر من کونہ مشہورًا ویکفی المشہور لنسخ المتواتر علی ماتقرر فی اصول اطلنا الکلام فیہ للضرورۃ الداعیۃ فی ھذا الزمان والا یکفینا اجماع الامۃ ولم تر احد من السلف ولا من الخلف اختلف فی حرمۃ سجدۃ التحیۃ مع تصفح کثیر من کتب التفسیر والحدیث والفقہ وما نقل عن بعض الصوفیہ فی کتب توارخہم لم یثبت عنہم۔

ان کے لئے حرام صرف وہ اشیاء تھیں جن کا حرام کرنا منظور تھا اور ان کے دواعی حرام نہ تھے۔ چنانچہ امم سابقہ کیلئے تماثیل وتصاویر کا استعمال مباح تھا۔ انہوں نے اس میں غلو کیا۔ اور احد جو کوئی نامور انسان ہوتا اسکی تصویر کی تعظیم کرنے لگتے۔ یہانتک کہ شرک وکفر کی مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔ اسکے علاوہ ہزارہا نظائر اسکے موجود ہیں؛

الغرض اس تمام تقریر سے واضح ہوگیا کہ تحقیق اور امر حق سجدۃ التحیۃ کے بارے میں یہ ہے کہ سجدۂ تعظیمی فی نفسہ کفر وشرک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے پہلی امتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ البتہ ذریعہ کفر وشرک ضرور ہے اور صورت بھی فعل کفر ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ سجدۂ تعظیمی امم سابقہ اور قرون ماضیہ میں ذریعہ شرک بن گیا تھا۔ اور وہ کفر میں اس کی وجہ سے مبتلا ہوگئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ دنیا میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگئے۔ اور آخرت میں عذاب ابدی کے مستحق ہوئے۔ تو اس بنار پر خداوند قدوس کی رحمت بے پایاں اور لطف وکرم عمیم کا تقاضا ہوا کہ اس امت خیر الامم پر انعام کیا جائے۔ اور بقار ہدایۃ اور نجات عن الضلالۃ کیلئے مناسب ہے۔ کہ ذریعہ کفر وشرک کو بھی حرام قرار دیا جائے۔ اگرچہ وہ ذریعہ بہت دور کا تعلق کفر وشرک کے ساتھ رکھتا ہو (جیسے کہ تصاویر کا تعلق شرک سے) اسی وجہ سے سجدۂ تعظیمی کا جواز منسوخ ہوگیا۔ اور امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کیلئے ہمیشہ کیلئے سجدۂ تعظیم ممنوع قرار دیا گیا۔ اس پر یہ شبہ ہے۔

شبہ سجدۂ تعظیمی جبکہ کفر وشرک کی مذکورہ صورتوں میں داخل نہ ہوا تو اس کا جواز پہلی امتوں کیلئے آیات قرآنیہ سے ثابت ہے جیسے آدم علیہ السلام کیلئے فرشتوں سے سجدہ کرانا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے صاحبزادوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا وغیرہ۔ تو اس حکم قرآنی کو اس امت کیلئے منسوخ قرار دینا اُسوقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یا خود قرآن کریم میں اس کا نسخ وارد ہوا ہو یا احادیث متواترہ سے نسخ ثابت ہو۔ اور مسئلہ مذکورہ میں بظاہر ایک خبر واحد (حدیث کی ایک اصطلاحی قسم ہے) کے سوا کوئی چیز ناسخ معلوم نہیں ہوتی۔ تو یہ نسخ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

جواب۔ اول تو آیات جو سجدۂ تعظیمی کے جواز کے متعلق نقل کی گئی سجدہ تعظیمی کیلئے صریح نہیں۔ بلکہ دوسرے احتمالات بھی اُن میں ہیں جو اکابر مفسرین سے اُن کی تفسیر میں منقول ہیں جو آخر میں بضمن فائدہ نقل کئے گئے۔ لہٰذا جواز سجدہ کا حکم بوجہ ظنی الدلالۃ ہونیکے قطعی نہ رہا بلکہ ظنی ہوگیا۔ اور اُسکا نسخ خبر واحد سے بھی ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں جس حدیث کی وجہ سے ہم ان آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں وہ خبر آحاد سے نہیں بلکہ حدیث مشہور ہے۔ بلکہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور اس

وان ثبت فلا عبرة بقولهم لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم فی الاجماع وان سلم کونهم ممن يعتد بقولہ فی الاجماع فلا يعتد به ايضاً فی هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرتفع بالاختلاف اللاحق نعم لا يلام عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلميلة ومع ذالک لا تحتج بقولهم وفعلهم لا سيما اذا ثبت النكير عن بعض اكابرهم ويحتاج الى هذا الكلام اذا سلم ان سجود الملئكة لادم وسجود اخوة يوسف وابيه له كان سجوداً حقيقياً وكان تحية لهما والحال انه مختلف فيه فقال بعضهم له

قسم کی حدیث سے آیت کریمہ کا نسخ باعتبار علم الموصول صحیح اور درست اور واقع ہے۔ اور اس حدیث کا مشہور اور حد تواتر کو پہنچنا بوضاحت ثابت ہے جس کی تفصیل حاشیہ بیان القرآن میں مذکور ہے چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور حضرت سراقہ بن مالک اور حضرت صہیب رضا اور حضرت عقبہ بن مالک بن جعشم۔ اور حضرت صدیقہ عائشہ رضا اور حضرت ابن عباس اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمۃ حضرت انس، حضرت ابن عمر۔ تو ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث مشہور ہے نہ کہ خبر واحد۔ لہٰذا نسخ جائز ہے اور بعض اکابر نے کثرۃ رواۃ کی بنا پر اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

الغرض حدیث ماينبغی لبشر ان يسجد لبشر ولو صلح لبشر ان يسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها۔ حدیث مشہور بلکہ متواتر۔ لہٰذا اس کے ناسخ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث بیس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے۔ اور جو حدیث دس صحابہ سے منقول ہو وہ موافق قول راجح و مختار متواتر ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی علی وجہ اتم متواتر ہو گئی اور اگر کوئی متواتر بھی تسلیم نہ کرے تو مشہور ہونے سے منکر نہیں ہو سکتا اور حدیث مشہور سے نسخ آیت کریمہ جائز ہے۔ جیسے کتب اصول میں مصرح ہے۔

علاوہ ازیں اجماع امت یہی ہے کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ اور کسی امام یا مجتہد یا فقیہ کا زمانہ سلف اور خلف میں اس بارے میں اختلاف مذکور نہیں۔ بلکہ اجماع تام اس کی حرمت پر ہے رہا یہ امر کہ بعض صوفیہ سے کتب تواریخ میں جواز منقول ہے۔ اول تو یہ نقل صحیح نہیں۔ اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کے قول کا اعتبار بمقابلہ اجماع امت کیسے نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اجماع علماء خلف و سلف اس کے خلاف پر قرناً بعد قرن رہا اور ہے۔ ساتھ ہی یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صوفیاء پر اس بات میں طعن بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ وہ تحقیقات علمیہ میں مشغول نہیں رہتے تھے وہ معذور ہیں۔ لہٰذا ان کے فعل سے حجت پکڑنا درست نہیں خصوصاً جبکہ اکابر صوفیہ سے بھی حرمت سجدۂ تعظیمی منقول ہے۔

فائدہ

معترض نے جو حجت قرآن کریم سے پکڑی ہے وہ مختلف فیہ ہے۔ کیونکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں خر والہ سجدا فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون۔ اس کے امثال کے معنے سجدۂ حقیقی کے نہیں بلکہ یہ کنایہ تعظیم سے ہے۔ اور اسکی

يكن سجوداً حقيقياً بل هو كناية عن التعظيم. وقال بعضهم كان آدم ويوسف بمنزلة الكعبة لنا فاللام بمعنى الى وقال بعضهم اللام للسببية اى كانت السجدة لله تعالى شكراً على ما انعم الله عليهم لاجل يوسف وآدم على نبينا وعليهما السلام واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فحينئذ لا يحتاج الى اثبات النسخ ويثبت الحرمة بخبر الواحد ايضاً ونقول ايضاً الآية وان كانت قطعي الثبوت ولكنها ظني الدلالة فلا بعد في نسخها بحديث ظني الثبوت قطعي الدلالة كما لا يخفى.

واللہ اعلم بالصواب۔

تائید میں فقہ عرب سے کلام شعرا پیش کرتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے معنی خروا لہ اور اسجدوا لآدم کے یہ ہیں کہ پہلی آیت میں اخوۃ یوسف حضرت یوسف کو جہت سجدہ قرار دیا اور لآدم کے معنے ہیں۔ الی آدم کے ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ انہوں نے حق تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ اس طور سے کہ اُن کے سجدہ کا رُخ حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب تھا اور ان کو بمنزلہ قبلہ بنائے ہوئے تھے اور اس طرح اسجدوا لآدم کے معنے کہ آدم کیطرف رُخ کرکے حق تعالیٰ کو سجدہ کیا۔

اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ لام کے معنی سبب کے ہیں تو معنی خروا لہ سجدا کے یہ ہیں کہ اخوۃ یوسف نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا حضرت یوسف کی وجہ سے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی بڑی نعمت یعنی حکومت ان کے خاندان میں آگئی۔ بذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کے۔ اور معنے اسجدوا لآدم کے یہ ہیں کہ حکم ہوا حق تعالیٰ شانہ کا کہ ہم کو سجدہ کرو۔ اس نعمت کی وجہ سے جو تم پر آدم کی وجہ سے کی گئی ہیں۔

الغرض ان اقوال کو اگر تسلیم کیا جائے تو پھر اس جواب کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ یہ آیتیں منسوخ ہیں بلکہ اس صورت میں کسی آیت سے سجدۂ تعظیم کا جواز مستفاد ہی نہیں ہوتا۔ وہو المرام۔

خلاصہ

تمام رسالہ کا یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر بقصد عبادت ہو یا بصورت عبادت خواہ نیت عبادت کی نہ ہو یہ دونوں صورتیں باجماع کفر و شرک میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ جتنی صورتیں ہیں بعض علماء تو ان کو بھی کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ اور بعض اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرام و ناجائز اور قریب بکفر ہے۔ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حررہ سید حسن صینؔ عن الحوادث والفتن فی سبع مضین من شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ ہجری

فہرست مضامین امداد المفتین حصہ چہارم